تربیّتِ اولاد کا نبوی ﷺ انداز
اور
اس کے زرّیں اصُول

ترجمہ

منہج التربیۃ النبویۃ للطفل

بچوں کی علمی، فکری، نفسیاتی، عباداتی، مُعاشرتی، ادبی اور اخلاقی اصلاح و تربیت کا

اِنسائیکلوپیڈیا

مؤلف

محمد نورین عبدالحفیظ سوید

مترجمین

لجنۃ المصنفین لاہور

دار القلم

لاہور۔ پاکستان

تربیّتِ اولاد کا نبوی ﷺ انداز
اور
اس کے زرّیں اصُول

بسم الله الرحمن الرحيم

تربیّتِ اولاد کا نبوی ﷺ انداز

اور

اس کے زرّیں اصُول

ترجمہ

منہج التربیۃ النبویۃ للطفل

بچوں کی علمی، فکری، نفسیاتی، عباداتی، مُعاشرتی، اَدبی اور اَخلاقی اصلاح و تربیت کا

اِنسائیکلوپیڈیا

مؤلف

محمّد نورین عبدالحفیظ سوید

مترجمین

لجنۃ المصنّفین لاہور

دارُالقلم

رحمان پلازہ احاطہ شاہدریاں، اُردو بازار لاہور

93- علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

موبائل 0333-4248644

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

دارالقلم

رحمان پلازہ احاطہ شاہدریاں۔ اُردو بازار لاہور
93- علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور
موبائل 0333-4248644

نوٹ: ادارہ ہذا کی جملہ مطبوعات اپنے کسی بھی قریبی مکتبہ یا بک سٹال سے طلب فرمائیں

فہرست مضامین

- عرضِ مترجم 21
- دُعا و دعوت 23
- تربیتی اقوال 27
- انتساب 28
- دُعا 28
- پیش لفظ 31
- تقدیم 34
- تقدیم 40
- تقریظ 42
- تقدیم 43
- طرزِ تحقیق 45
- کتاب کے عنوانات اور ان کی وضاحت 52

قسمِ اوّل:

فصلِ اوّل: والدین سے متعلق چند ہدایات

- تربیت کی ذمہ داری 56
- تربیت یافتہ نیک عورت سے شادی کرنا 62
- بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب 67

- بیوی کے خرچ کرنے پر ثواب کا تذکرہ 70
- اسلامی شادی کے اہداف و مقاصد 72
- کامیاب مربی کی صفات 74
- والدین کے لیے خوشخبری 81
- اولاد دُنیا کی رونق ہے 81
- فتنۂ اولاد میں کفارہ بننے والی چیزیں 87
- شیطان اور انسان کے درمیان کشمکش 87
- والدین کے نیک ہونے کے اولاد پر اثرات 90
- شادی اور رشتۂ مصاہرت 93
- نیک اولاد کی اُمید سے صحبت کے وقت دُعا کرنا 94
- بچہ اس سے پہلے ایک بے حقیقت چیز تھا 95
- بچہ کی حقیقت ایک نطفہ کی ہے 95
- رحمِ مادر میں صورت گری اور جنین کے تدریجی مراحل پر سرسری نظر 97
- بانجھ پن کا نبوی علاج 100
- اولاد سے اظہارِ برأت پر سزا و عذاب 100

فصل ثانی: ولادت سے دو سال تک کا مرحلہ

- عسرِ ولادت کی دعائیں 104
- ولادت کے پہلے دن کا عمل 106
- وراثت کا استحقاق 106
- بشارت دینا 107
- دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا 108
- دُعا کرنا اور شکر ادا کرنا 110

- تحنیک 110
- حضورِ اکرم ﷺ کا طریقہ تحنیک 111
- ولادت کے ساتویں دِن کا عمل 112
- بچہ کا نام رکھنا 112
- نام رکھنے کے بعد اپنی کنیت رکھنا 116
- بُرے اور غیر شرعی نام شیطان سُجھاتا ہے 117
- وہ نام جن کا رکھنا برا ہے 118
- آنحضرت ﷺ برے نام تبدیل کر دیا کرتے تھے 118
- اچھا نام منتخب کیا جائے؟ 119
- بال مونڈنا 120
- عقیقہ کرنا 121
- رسول اللہ ﷺ نے عقیقہ کی رسومات کو بدل دیا 122
- عقیقہ کی حکمتیں 123
- ساتویں دن کی تخصیص کی حکمت 125
- ختنہ کروانا 126
- ختنہ کروانے کی ترغیب میں احادیث مبارکہ 126
- دو سال تک دودھ پلانا 129
- ماں کے دودھ کی خصوصیات 133
- شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم اور اسے پاک کرنے کا طریقہ 135
- مسجد میں شیر خوار بچہ کو ساتھ لے جانے کا جواز 135
- بول و براز پر قابو نہ پانے کی صورت میں بچہ کو مسجد میں لے جانے کی کراہت .. 137
- حق حضانت (پرورش کا حق) ماں کو حاصل ہے 137

❀ حق ولایت باپ کو حاصل ہے 138

فصل ثالث: تربیت نبوی ﷺ کے مختلف انداز ---------- 139

باب اوّل:

والدین اور مربّیین کے لیے تربیت کے بنیادی اصول

❀ پہلا اصول: اُسوۂ حسنہ 144

❀ دوسرا اصول: اصلاح وتربیت کے لیے مناسب وقت کی تعیین 146

❀ تفریح، راستہ اور سواری کا موقع 146

❀ کھانے کا وقت 147

❀ بیماری کا وقت 149

❀ تیسرا اصول: بچوں کے درمیان عدل ومساوات 151

❀ چوتھا اصول: بچوں کے حقوق کی پاسداری 156

❀ پانچواں اصول: دُعائیں کرنا 162

❀ بچوں کو بددُعا دینے کی ممانعت 163

❀ چھٹا اصول: بچوں کے لیے کھلونے وغیرہ خریدنا 166

❀ ساتواں اصول: نیک کاموں میں بچوں کی معاونت کرنا 168

❀ آٹھواں اصول: حد سے زیادہ ملامت اور عتاب کرنے سے اجتناب کرنا . 169

باب دوئم:

بچوں کی فکری تربیت کے بنیادی اصول

❀ پہلا اصول: واقعات بیان کرنا 173

- سیّدنا ابراہیم، اسماعیل اور ان کی والدہ علیہم السلام کا قصہ 175
- ابرص، گنجے اور اندھے کا قصہ 180
- ایک ہزار دینار قرض لینے والے شخص کا قصہ 181
- حضرت الکفل علیہ السلام کا قصہ 183
- دوسرا اصول: براہِ راست واضح گفتگو کرنا 184
- تیسرا اصول: ذہنی سطح کے مطابق بات کرنا 186
- چوتھا اصول: نرمی سے بات کرنا 188
- پانچواں اصول: تجرباتی عملی طریقہ اختیار کرنا 195
- چھٹا اصول: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنا 196

باب سوئم:

بچوں کی نفسیاتی تربیت کے بنیادی اصول

- پہلا اصول: بچوں کی صحبت 200
- دوسرا اصول: بچوں کا دل خوش کرنا 203
- تیسرا اصول: بچوں کے درمیان مقابلہ کروانا اور کامیاب ہونے والے کو انعام دینا 203
- چوتھا اصول: بچوں کی حوصلہ افزائی 205
- پانچواں اصول: مدح اور تعریف کرنا 208
- چھٹا اصول: خود اعتمادی کو بڑھانا 212
- ساتواں اصول: اچھے انداز سے بلانا 213
- آٹھواں اصول: بچوں کی خواہش کو پورا کرنا 217
- نواں اصول: ایک بات کو بار بار دُہرانا 219

- دسواں اصول: مرحلہ وار قدم اٹھانا..... 220
- گیارہواں اصول: ترغیب وترہیب سے کام لینا..... 221

فصلِ رابع:

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بدسلوکی کے بارے میں ترغیب وترہیب کا اسلوب

- قرآنی احکام..... 225
- والدین کی حیات میں اُن کے ساتھ حسن سلوک کے چند اصول..... 229
- پہلا اصول: دُنیا وآخرت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اجر وثواب..... 229
- والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے اثرات..... 230
- عمر اور رزق میں اضافہ..... 230
- آخرت میں حسن سلوک کے اثرات..... 231
- دنیا کے گناہوں کا کفارہ..... 231
- جنت میں داخلہ..... 232
- دوسرا اصول: فرض کفایہ امور پر والدین کی فرماں برداری کو فوقیت دینا 233
- جہاد فی سبیل اللہ پر والدین کی فرماں برداری کو فوقیت دینا..... 234
- بیوی اور دوستوں پر والدین کی فرمانبرداری کو فوقیت دینا..... 237
- حج پر والدین کی فرمانبرداری کو فوقیت دینا..... 238
- زیارت رسول ﷺ پر والدین کی فرمانبرداری کو فوقیت دینا..... 239
- اولاد پر والدین کی فرماں برداری کو فوقیت دینا..... 240

- نفلی عبادات پر والدین کی فرمانبرداری کو فوقیت دینا 242
- ہجرت فی سبیل اللہ پر والدین کی فرمانبرداری کو فوقیت دینا 244
- والدین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک کا ایک نمونہ 244
- تیسرا اصول: خالق کی نافرمانی کی صورت میں والدین کی اطاعت جائز نہیں. 245
- چوتھا اصول: والدین حسنِ معاشرت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں. 252
- پانچواں اصول: تعارض کی صورت میں ماں کو فوقیت دینا..... 253
- چھٹا اصول: ''انت و مالك لابيك کی تشریح'' 256
- ساتواں اصول: والدین کو غلامی سے آزادی دلانا 259
- آٹھواں اصول: والدین اور بچوں کے درمیان دُعا کا تبادلہ 260
- نواں اصول: والدین کو اذیت نہ دینا 262
- دسواں اصول: اپنے نسب کی تشہیر اور اس پر فخر کا اظہار کرنا 263
- گیارہواں اصول: والدین کی طرف سے حج بدل کرنا..... 264
- بارہواں اصول: والدین کی نذر کو پورا کرنا..... 265
- تیرھواں اصول: دنیا و آخرت میں والدین کی نافرمانی کی سزا 265
- والدین کی نافرمانی کی سزا سردست دنیا میں ملتی ہے: 269
- نافرمانی کی صورت 269
- والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کے چند اصول: 269
- پہلا اصول: والدین کی وصیتوں اور وعدوں کو پورا کرنا 270
- دوسرا اصول: والدین کے لیے دعا و استغفار کرنا..... 273
- تیسرا اصول: والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا. 273
- چوتھا اصول: والدین کے لیے صدقہ و خیرات کرنا..... 275

- پانچواں اصول: والدین کی طرف سے حج کرنا 276
- چھٹا اصول: مرحوم والدین کی خوشی کے لیے اعمالِ صالحہ میں جلدی کرنا 278
- ساتواں اصول: والدین کی قبروں کی زیارت کرنا 280
- آٹھواں اصول: والدین کی قسموں کو پورا کرنا اور انہیں گالی نہ دینا: 280
- نواں اصول: والدین کی طرف سے روزہ رکھنا 280

فصل خامس: بچوں کی تادیب وتربیت کا اسلوب

- پہلا اصول: ادب سکھانا تربیت کا لازمی جزو ہے 285
- دوسرا اصول: غلطی کی اصلاح پہلے فکری طور پر پھر عملی طور پر کی جائے 288
- حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت 290
- تیسرا اصول: تادیب میں تدریجی طریقہ اختیار کرنا 293
- تادیب کی چند صورتیں 293
- چابک دکھا کر ڈرانا 293
- گوشمالی کرنا 294
- مارنا اور اس کے ضابطے 294
- مارنے کی ابتداء دس سال کے بعد 294
- تین مرتبہ مارنا آخری حد ہے 296
- کس چیز سے مارا جائے اور اس کی شرائط 297

قسمِ ثانی:

بابِ اوّل:

اسلامی نہج پر شخصیت کی تعمیر وتربیت

- عقیدے کی تعمیر وتربیت کے چند اہم اصول 305

- پہلا اصول: بچہ کو کلمہ توحید کی تلقین کرنا 306
- عقیدے کی ابتدائی بنیاد 310
- دوسرا اصول: اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ ہی سے مدد طلب کرنے اور قضا وقدر پر ایمان کی تلقین کرنا 313
- سلفِ صالحین کی زندگی کی چند جھلکیاں 315
- تیسرا اصول: رسول اللہ ﷺ کی محبت، آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی ترغیب دینا 319
- نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانے والوں کے قتل پر بچوں کا کردار 322
- نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ چیز کے ساتھ محبت کی مثال 324
- آپ ﷺ کے الفاظ مبارک کو حفظ کرنے کی چند مثالیں 324
- حدیث یاد کرانے کے لیے انعام دینا 326
- حدیث سننے کے لیے شیخ کی خدمت کرنا 327
- اسلاف کے بچوں کا علم کے لیے ہجرت کرنا 327
- بچوں کو کتابت حدیث میں احتیاط کی تربیت 328
- بچیوں کا احادیث نبویہ کو حفظ کرنا 329
- بچوں کو حدیث کی روایت اور اس کو سمجھنے کی کوشش کی تربیت 329
- بچوں کو سیرت النبی ﷺ سے روشناس کرانا 329
- آثارِ رسول ﷺ سے بچوں کو مالا مال کرنا 333
- چوتھا اصول: قرآن کریم کی تعلیم دینا 334
- بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے پر وارد شدہ احادیث 335
- بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے والدین کا قیامت کے دن اعزاز 338

❀ بچوں کا فہمِ قرآن 338

❀ قرآن بچے کے دل میں کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟ 340

❀ کم عمری میں حفظ کرنے والے بچوں کے چند نمونے 341

❀ انتہائی کم عرصے میں حفظِ قرآن کا عجیب واقعہ 344

❀ بچہ کو کب قرآن کی تعلیم شروع کرانی چاہیے 344

❀ شاگرد کو انعام سے نوازنا 344

❀ اسلامی ممالک کے مدارس 345

❀ بچہ کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ دوسرے علوم کی بھی تعلیم دینا 345

❀ پانچواں اصول: عقیدے پر ثابت قدمی اور اس کی خاطر جان قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا 346

❀ اصحاب اخدود کا واقعہ 347

❀ اطفالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانی کی چند مثالیں 350

❀ اپنے بچوں کی شہادت پر ماؤں کے خوش ہونے کی مثال 350

❀ بچوں کا اعداءِ رسول کو قتل کرنا 350

❀ شوقِ جہاد میں بچوں کا رونا 350

❀ جہاد کی تیاری میں بچوں کا کردار 351

❀ صحابہ رضی اللہ عنہم غزوات میں بچوں کو اپنے ساتھ رکھتے 352

باب دوئم:

عباداتی تعمیر و تربیت

❀ پہلا اصول: نماز ادا کرنا 357

❀ نماز کا حکم 358

- بچے کو نماز سکھانا 359
- نماز کا حکم دینا اور نہ پڑھنے پر مارنا 362
- باجماعت نماز پڑھنے کی مشق کرانا 363
- نماز تہجد پڑھنے کا نمونہ 364
- نماز استخارہ کی عادت ڈالنا 366
- نمازِ عید کے لیے ساتھ لے جانا 366
- دوسرا اصول: بچہ کو آداب مسجد سے روشناس کرانا 367
- مسجد لے جانا 367
- نماز میں صف بندی کی تعلیم وتربیت 368
- مسجد سے تعلق بنانا 369
- تیسرا اصول: روزہ رکھنا 371
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ دار بچوں کے دل بہلایا کرتے تھے 372
- افطار کے وقت بچوں کو دعاء میں شامل کرنا 372
- چوتھا اصول: حج کرنا 373
- ایک فقہی لطیفہ 374
- بچے کے حج کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان 374
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کے حج کے واقعات 375
- پانچواں اصول: زکوٰۃ ادا کرنا 376

باب سوئم:

معاشرتی تعمیر وتربیت

- پہلا اصول: بچوں کو بڑوں کی مجالس میں ساتھ لے جانا 378

- دوسرا اصول: بچوں کو ضروری کام کے لیے بھیجنا..... 381
- تیسرا اصول: سلام کی سنت سکھانا..... 382
- چوتھا اصول: بیمار پُرسی کرنا..... 384
- پانچواں اصول: دوستوں کا انتخاب..... 385
- چھٹا اصول: خرید وفروخت کی عادت ڈالنا..... 386
- ساتواں اصول: جائز پروگراموں میں بچوں کا شرکت کرنا..... 387
- آٹھواں اصول: نیک رشتہ داروں کے ہاں رات بسر کرنا..... 388
- معاشرتِ رسول ﷺ کا عملی نمونہ..... 389

باب چہارم:

اخلاقی تعمیر وتربیت

- پہلا اصول: ادب وآداب..... 395
- بچوں کے دل ودماغ میں آداب کو راسخ کرنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث وغیرہ کا ذکر..... 396
- سلف صالحین کی زندگی کے چند نمونے..... 398
- بچوں کے لیے آدابِ نبوی ﷺ کی انواع واقسام..... 399
- والدین کے ساتھ ادب کا برتاؤ..... 399
- والدین سے گفتگو کرنے کے آداب..... 400
- والدین کی طرف دیکھنے کے آداب..... 400
- علمائے کرام کے ساتھ ادب کا برتاؤ..... 401
- علمائے کرام کے ساتھ بچوں کے ادب کا معاملہ..... 402
- اسلاف کے بچوں کے ادب کے چند نمونے..... 403

- احترام وتوقیر کے آداب 405
- بھائیوں کے آداب 406
- پڑوسیوں کے آداب 407
- اجازت مانگنے کے آداب 408
- رسول اکرم ﷺ کا اجازت طلب کرنے کا طریقہ 410
- کھانے کے آداب 411
- بچوں کے آداب (بالوں کے متعلق آداب اور لباس وغیرہ کے آداب) 411
- بچہ کی ظاہر داری پر توجہ 413
- بال 413
- لڑکیوں کے بال 414
- لباس 414
- مردوں کو ریشمی لباس پہننا حرام ہے 414
- قرآنِ کریم سننے کے آداب 415
- دوسرا اُصول: سچ بولنا 415
- تیسرا اُصول: راز داری 417
- چوتھا اُصول: امانت داری 417
- پانچواں اُصول: کینہ پروری سے حفاظت 418
- اخلاقِ رسول ﷺ سے ایک عملی مثال 418

باب پنجم:

رحمدلی اور شفقت کی تعمیر وتربیت

- پہلا اصول: بچہ کا بوسہ لینا 423

- دوسرا اصول: بچوں کے ساتھ کھیلنا اور مذاق کرنا 426
- تیسرا اُصول: بچوں کو تحفہ اور ہدیہ دینا 429
- چوتھا اُصول: بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا 430
- پانچواں اُصول: بچے کا مسکرا کر استقبال کرنا 431
- چھٹا اُصول: بچے کے احوال کی خبر گیری 432
- ساتواں اُصول: بچیوں اور یتیموں پر خصوصی توجہ دینا 433
- بچی کی تربیت 434
- بچیوں کو ناپسند سمجھنے کی ممانعت 436
- بچے اور بچی میں مساوات 440
- بچی کی پرورش پر اجر وثواب 440
- یتیم کی پرورش اور تربیت 442
- یتیم کی پرورش پر اجر وثواب 443
- یتیم کے مال کی حفاظت اور اس سے تجارت 444
- مالِ یتیم کو تجارت میں لگانا 446
- یتیم بچوں کی پرورش کرنے پر بیوہ عورت کے لیے اجر وثواب 446
- آٹھواں اُصول: بچوں کی محبت میں اعتدال سے کام لینا 447
- خود کو اور بچوں کو پابندِ شرع بنانا 448
- والدین کا مہمان نواز، کریم النفس، بہادر اور علم دوست بننا 449
- بیماری اور وفات پر صبر کرنا اور ثواب کی اُمید رکھنا 452

باب ششم:

جسمانی تعمیر و تربیت

- پہلا اُصول: بچوں کے حقوق: تیراکی، تیراندازی اور گھڑ سواری سیکھنا 466
- دوسرا اُصول: بچوں کے درمیان کھیل کے مقابلے کروانا 467
- تیسرا اُصول: بڑوں کا بچوں کے ساتھ کھیلنا..... 468
- چوتھا اُصول: بچوں کا آپس میں کھیلنا..... 470
- ممنوع کھیل 472
- بچوں کی جسمانی ورزش کے فوائد..... 473

باب ہفتم:

علمی و فکری تعمیر و تربیت

- پہلا اُصول: بچوں کا تعلیمی حق اور ان میں علم اور آداب علم کی محبت پیدا کرنا 478
- دوسرا اصول: بچوں کا قرآن وسنت کا کچھ حصہ یاد کرنا اور ان میں اخلاص نیت پیدا کرنا 482
- تیسرا اصول: بچوں کے لیے نیک صالح استاذ اور اچھے مکتب کا انتخاب کرنا 484
- چوتھا اصول: عربی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا 490
- پانچواں اصول: اجنبی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا..... 494
- چھٹا اصول: بچوں کے علمی رجحان کی رعایت رکھنا..... 495
- ساتواں اصول: گھر میں اسلامی لائبریری کا ہونا اور اس کے مفید اور مثبت فوائد..... 497
- آٹھواں اصول: علمائے سلف کے بچپن کے واقعات 498

- سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 499
- امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 499
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 500
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 501
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 501
- امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 503
- امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 504
- امام ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ 505
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کے کارناموں کا ایک نمونہ 506

بابِ ہشتم:

صحت سے متعلق تعمیر و تربیت کے چند اصول

- پہلا اصول: بچوں کی ورزشیں، تیراکی، تیراندازی، گھوڑ سواری، کُشتی، دوڑ کا مقابلہ 509
- دوسرا اصول: بچوں کو مسواک کی عادت ڈالنا 510
- تیسرا اصول: بچوں کی نظافت اور صفائی اور ان کے ناخن تراشنے کا اہتمام کرنا 511
- چوتھا اصول: کھانے پینے کے معاملہ میں سنتوں کی اتباع 511
- پانچواں اصول: بچوں کا دائیں کروٹ پر سونا 513
- چھٹا اصول: بچوں کو طبعی علاج سکھانا 513
- ساتواں اصول: عشاء کے بعد جلدی سونا اور صبح سویرے بیدار ہونا .. 514
- آٹھواں اصول: بچوں کو متعدی امراض سے بچانا 515
- نواں اصول: بچوں کو جنات اور نظر بد سے بچاؤ کے لیے جھاڑ پھونک کرنا 516

- بچوں کے لیے نبویؐ طریقۂ علاج 517
- بیمار بچوں کے علاج کے لیے جلدی کرنا 518
- بیمار بچوں کی بیمار پرسی کرنا 518
- عودِ ہندی کے ذریعہ علاج کرنا 519
- سینگی اور اسہال کے ذریعہ علاج 521
- دُعا اور جھاڑ پھونک سے علاج 522
- نظرِ بد کا علاج 524
- بچوں کے گلے میں تعویذ وغیرہ ڈالنا 525

باب نہم:

بچوں کے جنسی جذبات کی اصلاح وتہذیب

- پہلا اصول: گھر کے اندر آنے کے لیے اجازت لینا 529
- نابالغ بچوں کا حکم 531
- دوسرا اصول: نگاہیں پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی عادت ڈالنا 532
- تیسرا اصول: بستر الگ کرنا 535
- چوتھا اصول: دائیں کروٹ پر سونا 536
- پانچواں اصول: مرد وزن کے اختلاط اور جنسی ہیجان آمیز مجالس سے دور رکھنا 537
- چھٹا اصول: غسل کے فرائض اور اس کی سنتیں سکھانا 538
- ساتواں اصول: سورۂ نور یاد کرانا 539
- آٹھواں اصول: جنسی امور کی صراحت کرنا اور فحش کاموں سے دور رکھنا ... 540
- نواں اصول: جلدی شادی کرنا 542

- ایک فقہی سوال: بچی کی شادی کی عمر کی حد کیا ہے؟ 544
- بلوغ کی علامات 544
- والدین سے نبی کریم ﷺ کا خطاب 546
- والدین کے لیے چہل حدیث 547
- بچوں سے نبی کریم ﷺ کا خطاب 556
- بچوں کے لیے چہل حدیث 557
- دُعائیں 558
- مراجع ومصادر 571

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے دینی واخلاقی موضوعات پر کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ پیشِ نظر کتاب ''تربیتِ اولاد کا نبویؐ انداز اور اس کے زرّیں اصول'' ایک بے مثال کتاب ہے جو دراصل محمد نور بن عبد الحفیظ سوید کی عربی کتاب کا ''منهج التربية النبوّية للطفل'' کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے، مصنف نے اپنی کتاب کو مرتب کرنے میں جو ان تھک محنت اور کوشش صرف کی ہے اس کا اندازہ قارئین کرام مطالعہ سے ہی لگا سکتے ہیں، تقریباً ایک سو بیس سے زیادہ مختلف کتب سے یہ گلدستہ تیار کیا ہے، اپنی کتاب کو نہایت خوبصورت انداز میں مرتب کیا ہے کہ ہر شخص آسانی کے ساتھ کتاب سے مستفید ہوسکتا ہے۔

مصنف نے اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں کوئی پہلو اور گوشہ نہیں چھوڑا، اولاد کی اصلاح وتربیت کا مضمون شروع کرنے سے پہلے والدین اور تربیت کرنے والے حضرات کے متعلق چند اہم ہدایات ذکر کی ہیں تاکہ انہیں بھی معلوم ہو کہ خود انہیں کن صفات سے آراستہ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد اولاد کی تربیت کے تمام مراحل کو ترتیب وار بیان کیا ہے اور بچوں کی فکری، نفسیاتی، عباداتی، معاشرتی، اخلاقی، جنسی، علمی اور دیگر بہت سے پہلوؤں کے متعلق نبویؐ طرزِ تربیت اور اسلافِ امت کے انداز کے مطابق وافر مواد جمع کردیا ہے۔ بناء بریں اگر اس کتاب کو بچوں کی اصلاح وتربیت کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ پھر انتہائی خوشی کی بات یہ ہے کہ اصل عربی کتاب پر بڑے بڑے علماء اور مصلحینِ امت کے تأثرات بھی درج ہیں، جن میں مفکر اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش لفظ بھی شامل ہے

جو اس کتاب کو مزید چار چاند لگا دینے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اس کتاب کو اردو زبان میں ڈھالنے کی ہمت و طاقت اور توفیق "لجنة المصنّفين" کے ارکان کو عطا فرمائی، جن میں استاذ الحدیث مولانا محمد انس صاحب چترالی، مولانا مفتی سیّد عبد العظیم صاحب ترمذی اور احقر شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی، مترجمین اور ناشر کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

اور ہمارے مخدوم و مکرم جناب مولانا ممتاز احمد شاہ صاحب (مدیر دار العلم) کو بھی جزائے خیر اور عطائے جزیل عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور اپنے حسن ذوق کی بناء پر کتاب کو شایانِ شان طریقے سے طبع کرا دیا۔

فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خَیْرًا.

ابو الحسان خالد محمود

(مدرس) جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۸ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/۴ فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُعا و دعوت

اللّٰھم لك الحمد مِلء السمٰوات وملء الارض وملء ما شئت من شیءٍ بعد:

یا رب لولا أنت ما اهتدینا ولا تصدّقنا ولا صلّینا

فأنزلن سکینة علینا وثبّت الاقدام إن لاقینا

''اے میرے پروردگار! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہمیں ہدایت ملتی اور نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے، پس تو ہم پر اطمینان اور سکون کی کیفیت نازل فرما اور میدانِ جنگ میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔''

(غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دُعا)

اے اللہ! اے دلوں اور نگاہوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران: ۸]

''اے ہمارے پروردگار! ہمارے دِلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمایئے، بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔''

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَ يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾ [طٰہٰ: ۲۵-۲۸]

''اے میرے رب! میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے اور میرا کام آسان فرما دیجیے اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجیے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔''

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ﴾

[الاعراف: ۸۹]

''اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجیے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ [هود: ۵۲]

''اور اے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں اضافہ کر دے گا اور تم مجرم بن کر اعراض مت کرو۔''

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

[الاحقاف: ۳۱،۳۲]

''اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں عاجز نہیں کر سکتا اور اس کے سوا کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا ایسے لوگ صریح گمراہی

میں ہیں۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ o يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ o مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ o وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ o تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ o لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ o فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ o فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ [المؤمن: ۳۸۔۴۵]

''اور اس مومن نے کہا کہ اے میری قوم! تم میری راہ پر چلو میں تم کو درست راستہ بتلاتا ہوں اے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی محض چند روزہ ہے اور ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا اور اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم

جس چیز کی طرف مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ ہی آخرت میں اور یہ کہ ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے اور یہ کہ جو لوگ حد سے نکل رہے ہیں وہ سب دوزخی ہوں گے سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں پر موذی عذاب نازل ہوا۔''

محمد نور سوید

غفر اللّٰہ لہٗ، ولوالدیہ وللمسلمین

منگل کی شب ۱۶، رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

بمطابق اپریل ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین وافضل الصلاۃ واتم التسلیم علی سیّدنا محمّد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت کرے پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگی تو حقیقت میں اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔'' (متفق علیہ)

تربیتی اقوال:

۱..... ایک شخص نے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ آپ کے گرد بچوں کا کیا کام ہے! انہوں نے کہا کہ خاموش رہو! یہ بچے دراصل تمہارے دینی امور کی حفاظت کر رہے ہیں۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۱۵)

۲..... ایک آدمی نے جس کا بیٹا ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرتا تھا، ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں اپنے ذاتی عمل کا ذمہ دار ہوں اور اپنے بیٹے کو اس کے کام سے غافل نہیں کروں گا، ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ تمہیں اس دینی تعلیم دلانے پر حج اور جہاد سے زیادہ اجر وثواب ملے گا۔

(التربیۃ فی الاسلام ص ۲۵)

۳..... ایک دانا شخص کا قول ہے کہ بچوں کی تعلیم میں جلدی کرو قبل اس کے کہ کاموں کا ہجوم پیش آئے، اگرچہ بڑی عمر کا آدمی روشن دماغ ہوتا ہے مگر اسے دلجمعی حاصل نہیں ہوتی۔

۴..... سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں معرفت کی قوت اور ثقافت وتہذیب کی قوت کو مانتا ہوں مگر تربیت کی قوت کو اس سے بھی زیادہ تسلیم کرتا ہوں۔

(مجلۃ الرسالۃ عدد ۹۹۵، ۱۹۵۲ء)

انتساب

میں اپنی اس کتاب کا انتساب اپنے والدِ محترم کے نام کرتا ہوں جنہوں نے بچپن میں حفظ قرآن کریم اور سنّت شریفہ کی تعلیم کے لیے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

نیز اپنی والدہ محترمہ کے نام بھی، جنہوں نے میرے دل و دماغ میں علم کی محبت، وفاداری اور اخلاص جیسی صفات پیوست کیں:

ابتی وامّی یا رجائی فی المُنٰی ابتی وامّی منبع الایثار
انّی جعلت ذخیرتی بدعاء کما ورضاکما عونی علی الاخطار

''میرے ماں باپ میری امیدوں کا مرکز، میرے ماں باپ محبت و ایثار کا سرچشمہ ہیں میں نے تم دونوں کی دعاؤں کو اپنا ذخیرہ و سرمایہ اور رضا مندی کو مشکلات کے لیے باعث امداد بنایا ہے۔''

میں کتاب کی اس تیسری اشاعت پر اس کا سارا اجر و ثواب اپنے محبوب والدین کو دوبارہ ہدیہ کرتا ہوں اور میں ان آیات کریمہ کے ساتھ قبولیت کی امید اور دنیا و آخرت میں حسنِ خاتمہ کی دعا کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں:

دُعا:

۞....﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔''

۞....﴿رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ [البقرہ: ١٢٨]

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنا اور زیادہ فرماں بردار بنا لیجیے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا) کیجئے جو آپ کی اطاعت گزار ہو۔''

۞....﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ [آل عمران: ۳۸]

''عرض کیا کہ اے میرے رب! عنایت کیجیے مجھے خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ دُعاؤں کے بہت سننے والے ہیں۔''

۞....﴿وَ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ [ابراھیم: ۳۵]

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ مکرمہ) کو امن والا بنا دیجیے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیے۔''

۞....﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾

[ابراھیم: ۴۰ تا ۴۱]

''اے میرے رب! مجھے بھی نماز کا اہتمام کرنے والا بنایئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول کیجئے، اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجیے اور میرے ماں باپ کی بھی اور تمام مومنوں کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔''

۞....﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ۷۴]

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔''

۞....﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [النمل: ۱۹]

''اے میرے رب! مجھے اس پر مداومت دیجیے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالیجیے۔''

۞....﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [الاحقاف: ۱۵]

''اے میرے پروردگار! مجھے اس پر مداومت دیجیے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت پیدا کردیجیے میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرماں بردار ہوں۔''

پیش لفظ

از:- مبلغ دین
شیخ ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیّدنا ونبّینا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین.

وبعد: برادرِ مکرم جناب محمد نور سوید نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں ان کی کتاب ''بچوں کے لیے نبوی ﷺ طریقۂ تربیت'' پر چند سطور لکھوں اور اس کے لیے انہوں نے اپنی بیش بہا کتاب کا ایک نسخہ فراہم کیا۔ جب میں نے اس کتاب کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ اس عظیم علمی کام کے لیے اہل قلم اور اسلامی فکر وتربیت کے ماہرین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں پائے جانے والا ایک بہت بڑا خلا پُر ہوگیا ہے، مؤلف کی یہ کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، کیونکہ بہت سے معروف ومشہور انشا پردازوں نے اس کتاب کی تعریف کی ہے اور اس کا تعارف کرایا ہے، بلکہ کتاب کا خود عنوان کتاب کی بہترین تعریف کا حامل ہے، ایک ہی سال میں کتاب کی دو بار اشاعت سے اس کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے، یہ کتاب، قارئین کے لیے لائق استفادہ اور قابل قراءت ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس نادر وعمدہ موضوع کے سلسلہ میں مواد کے جمع کرنے میں بھرپور جدوجہد صرف کی ہے جس کی طرف بہت سے مصنّفین متوجہ نہیں ہو پائے بلکہ اس کے برعکس ان مصنّفین کا مدار مغربی طریقۂ تربیت ہے، اس لیے کہ جس دور میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں یہ دور فکری یلغار کا دور ہے، مسلمانوں کو علم وتہذیب کے ہر میدان میں غلبہ حاصل ہوا ہے اور

تربیت اولاد کا یہ میدان بڑا وسیع ہے جس میں مادی و یورپی اثر و رسوخ سرایت کر چکا ہے، کیونکہ تربیت کے تمام خواص اور اوصاف کا بچوں کی تربیت میں بڑا دخل اور اثر ہے تا کہ وہ دنیوی خواہشات کے حصول پر قادر ہوسکیں اور اس پر وہ تجربات منطبق ہوتے ہیں جو حیوانات اور جانوروں پر کیے گئے ہیں، پھر اس مادّی تربیت اولاد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ ایسے انسان کے پیدا کرنے سے قاصر ہوجاتا ہے جو اعلیٰ انسانی صفات کا حامل ہو۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نبویہ اور سنت مصطفویہ کو اپنی تحقیق کی اساس اور بنیاد بناتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولاد کی تربیت کا آغاز شادی سے ہی ہوجاتا ہے اور یہ کہ والدین کے باہمی تعلقات، ان کے نیک و صالح ہونے اور خیر کے کاموں میں دونوں کے درمیان ہم آہنگی ہونے کا بچوں کی ذہنی کیفیت و میلان میں بڑا دخل ہوتا ہے، نیز مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے ماں کی گود اور گھر بار اور اردگرد کے ماحول میں بچوں کی پرورش، والدین اور عزیز و اقارب کے ساتھ ان کے تعلق کی اہمیت اور فکری تربیت اور پرورش کے مراحل میں اسلامی نمونے کی رعایت و لحاظ کا بھی ذکر کیا ہے، نیز مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کی طبیعت کے موافق وسائل و ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت اور اس سلسلہ میں نبوی طریقۂ تربیت اور ماہرین تربیت اسلامی کے اقوال سے استفادہ کرنے پر زور دیا ہے اور اسلامی حکایات و واقعات مختصر انداز میں پیش کیے ہیں جو بچوں کی ذہنی و فکری تربیت میں نہایت مفید ہیں تا کہ ایک مسلمان بچے کا ذہن اسلامی ماحول اور فضا کے ہم آہنگ بھی ہو اور اس میں اسلامی ذوق بھی پیدا ہو اور اس میں اسلامی مزاج وجود میں آئے جس سے وہ خیر و شر اور نفع و نقصان میں امتیاز کرسکے، نیز اس کی ذات میں قوت و عزت پیدا ہوسکے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سطح پر اخلاقی تربیت کے بارے میں بھرپور ہدایات فراہم کرتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ "کان خلقه القرآن" کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ قرآنِ کریم ہے۔ قرآنِ حکیم نے مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب : ۲۱]

''البتہ تحقیق رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

اب اس اُسوہ اور نمونہ کی اتباع آپ ﷺ کی سیرت کو اپنا کر ہی ممکن ہے، نیز ہر سطح پر نبوی طریق کو اختیار کر کے ہی اس نمونے کی پیروی ہو سکتی ہے۔ بچوں کی تربیت اور خانگی زندگی کی اصلاح کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ ہی پہلا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ، محمد نور سوید کو اس عمدہ اور نادر موضوع کے پیش کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے اور دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو نفع پہنچائے، یہ کتاب اس بات کے لائق ہے کہ اسے ہر گھر میں رکھا جائے اور اسے تربیت اولاد کا نصاب اور سلیبس شمار کیا جائے جیسا کہ مؤلف کتاب نے اسے اسلامی فکر تربیت کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء

۱۴۱۳/۱۱/۱۷ھ ۱۹۹۳/۵/۱۱ء

تقدیم

از:-فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ

سنتِ نبویہ کا مطالعہ وتحقیق اور سند ومتن کے اعتبار سے احادیثِ مبارکہ کا اہتمام موجودہ اسلامی قوت وترقی کے نمایاں مظاہر ہیں، اور اس کے چند اسباب ہیں:

1.....امت کا اس وحی پر اعتماد، اس سے وابستگی جس کا نزول رسول اللہ ﷺ پر ہوا، خواہ وحی متلو یعنی قرآنِ کریم کی شکل میں ہو یا وحی غیر متلو یعنی احادیثِ رسول ﷺ کی صورت میں۔

2.....امتِ اسلامیہ نے اپنی عظمتِ رفتہ کے حصول کے لیے جدید تمام وسائل ترقی کو اختیار کیا مگر اپنی کھوئی ہوئی عظمت وشرافت کو نہ پاسکی تو اسے یقین ہوگیا کہ اس امت کی صلاح وبہتری اسی طریقہ پر چلنے میں مضمر ہے جس پر اوائلِ امت کاربند تھے، ان کی صلاح وفلاح کا راز بھی کتاب وسنت پر عمل کرنے میں ہے۔

3.....اس دور میں اُن مستشرقین اور مستغربین کے نظریات کی تردید کے لیے سنت نبویہ کا اہتمام بھی اس کا سبب ہے جنہوں نے لوگوں کو ان کے پیغمبر ﷺ کی سنت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کیا، احادیث کی روایت وسند اور متون میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطعون کیا اور کتب صحیح کو مجروح کیا اور ان کتابوں میں ضعف کا اختراع اور بعض روایات حدیث سے بے جا اختلاف کیا جس سے بعض مقتدر لوگوں کو بھی یہ جرأت پیدا ہوئی کہ وہ سنت کو ترک کردینے کے قائل ہونے لگے اور کتاب اللہ پر اکتفاء کرنے لگے۔ اسی کے پیش نظر اہل سنت کے علماء نے ایسے شکوک وشبہات کی تردید اور

سنت رسول ﷺ کے بارے میں ہونے والے پروپیگنڈے کے خلاف دقیق اور عمیق علمی کام پر توجہ مبذول کی، اسی لیے اس دور میں سنت کا اہتمام و اشتغال، اسلام اور علومِ اسلام کی ایک گونہ خدمت اور شریعت اور ادلۂ شرعیہ کا دفاع قرار پا گیا ہے۔

علاوہ ازیں دورِ حاضر میں سنت شریفہ کا اہتمام یہ معنی نہیں رکھتا کہ اس کا درجہ قرآن کریم پر مقدم ہے یا فقہ اسلامی بے کار چیز ہے اور لغت عربیہ اور اس کے فنون نا قابل توجہ ہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے جو اس سنت شریعہ کے اشتغال و اہتمام میں مبتدی کا درجہ رکھتے ہیں، پس قرآن ہی مسلمانوں کی اوّل کتاب ہے اس میں کسی مسلمان کو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اور سنت کا درجہ اس کے بعد ہے جو قرآن کے عموم میں تخصیص اور مطلق کو مقیّد اور مجمل کو مبیّن اور اس کے معانی اور اہداف و مقاصد کی تشریح و توضیح کرتی ہے اور فقہ اسلامی کے احکام ان ہی دونوں (کتاب و سنت) سے مستنبط ہوتے ہیں اور اس کا تعلق اجتہاد کے ساتھ ہے جس میں شریعت کی روح کا اعتبار اور اس محرک کا لحاظ رکھا جاتا ہے جس سے فقہ اسلامی میں قوتِ حیات اور تسلسل پیدا ہوتا ہے۔

جیسا کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''ہر مسئلہ پر علیحدہ اور مستقل نص موجود نہیں ہے بلکہ شریعت نے چند امورِ کلیہ اور مطلق عبارات دے دی ہیں جو بے شمار مسائل و جزئیات پر مشتمل ہیں۔''

اور غیر منصوص اور نت نئے پیش آمدہ مسائل میں احکام کے استنباط اور اجتہاد کا سلسلہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے جاری و ساری ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اجتہاد کو قائم اور برقرار رکھا، خود آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ کے فیصلہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ائمہ محدثین متعدد وسائل کے ساتھ اجتہاد کے ذریعہ مسئلہ کا حل نکالتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سنت رسول ﷺ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے باوجود صالح مرسلہ پر عمل کرتے تھے، اور امام اہل مدینہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ استصلاح اور قیاس پر عمل

کرتے تھے، اسی طرح دیگر محدثین و ائمہ کرام عرف اور سدّ ذرائع کو اختیار کرتے ہیں۔ احناف کے بارے میں جو یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ اصحاب رائے ہیں بایں معنی کہ وہ حدیث کے تارک ہیں اور اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، یہ بات درست نہیں، خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ صحیح قول مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ''جو حکم کتاب اللہ اور سنت رسول میں آجائے وہ ہمیں بسر وچشم قبول ہے۔''

بلکہ اہل علم کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ ''لوگ ہمیشہ صلاح و بہتری میں رہے جب تک کہ ان میں حدیث کی طلب رکھنے والا موجود رہا، لیکن جب بغیر حدیث کے علم کی طلب ہونے لگی تو لوگوں میں فساد اور خرابی پیدا ہوگئی''، اسی طرح یہ بات مشہور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں ذاتی رائے سے اجتناب کرو اور سنت کا اتباع لازم جانو، کیونکہ جو شخص سنت سے باہر ہوا وہ گمراہی میں پڑا'' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے مراد مذموم قول یعنی خواہش نفس ہے اور ایسی رائے مراد ہے جس کی کوئی اصل کتاب وسنت یا قیاس میں موجود نہ ہو، البتہ رائے کا یہ معنی کہ احکام کے استنباط میں مہارت وکمال، تو اس کی نسبت ان ائمہ احناف کی طرف درست ہے، بلکہ دوسروں کی طرف بھی درست ہے۔ اسی لیے ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اصحابِ رائے میں شمار کیا ہے، حالانکہ یہ حضرات محدثین کرام کے اعلام (بڑے لوگوں) میں سے ہیں، بلکہ بعض مصنّفین نے امام مالک کے متبعین کو اصحابِ رائے کے وصف کے ساتھ بیان کیا ہے، جیسا کہ امام خشنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''قضاۃ قرطبۃ'' میں اسے نقل کیا ہے۔ اس امت مسلمہ میں (ان شاء اللہ) کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو اپنی رائے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم رکھتا ہو، اس کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہی کافی ہے جو ان کے مشہور رسالہ میں موجود ہے کہ ''کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت پہنچے اور وہ اس سنت کو کسی کے قول پر ترک کردے۔''

اس دور کی علمی ترقی کی صفت اور خوبی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتغال اور اہتمام ہے، تاکہ سنت رسول کے مخطوطے (قلمی نسخے) کی تحقیق اور اس کے متون کی تشریح اور اس کے

مسانید کی طرف توجہ اور اس کی تصنیفات کی طباعت کا اہتمام ہو، جس کا ظہور (اس پیمانہ پر) اس سے پہلے دیکھا نہیں گیا، اسی طرح احادیث کے الفاظ کی فہرست کی تیاری اور اطرافِ حدیث کی ترتیب کا کام ہوتا کہ احادیث کے بارے میں ریسرچ اور تحقیق کرنے والوں کو سہولت ہو اور صحیح اور ضعیف میں امتیاز ہو، حیاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ و تحقیق اور اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کو اپنانے کی غرض سے ان کا مستقل تصنیف کی شکل میں لانا بھی اس میں شامل ہے، جیسے آنحضور ﷺ کا صلح و جنگ میں خانگی زندگی اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم واحباب کے درمیان زندگی بسر کرنے کا انداز اور اہل الذمہ کفار اور منافقین کے ساتھ آپ ﷺ کا سلوک وغیرہ۔ اسی طرح عبادت وتعامل اور افتاء وقضاء، اقامتِ حدود، لوگوں کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کرنے، معاہدوں کی پابندی اور مخالفین کے درمیان صلح کروانے کے سلسلہ میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کے طریق کی تحقیق اور اس کی اتباع اس میں شامل ہے، جیسا کہ بہت سے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے ان امور کی تحقیق کے لیے مستقل رسائل اور کتب تصنیف کی ہیں جن میں امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی اہم ترین کتاب ''زاد المعاد'' ہے۔

پیشِ نظر کتاب بھی ان اہم اور قیمتی کتابوں میں سے ایک ہے جس میں سنت نبوی ﷺ کے ایک مخصوص پہلو ''بچوں کے لیے تربیت نبوی ﷺ کا انداز'' کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی دینی تربیت اور نبوی تربیت کے حوالہ سے بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن خاص بچوں کے لیے (غالباً) تربیت نبوی ﷺ کے حوالہ سے لکھا نہیں گیا، لہٰذا سیرتِ نبوی ﷺ کے دیگر پہلوؤں میں سے یہ ایک مستقل اور اہم ترین پہلو ہے، مؤلف نے ان سب امور کو مومنانہ عقیدے، راسخ اور پختہ فکر اور عمیق اور بصیرت افروز نظر اور باذوق مرتب کی۔ ترتیب و تنظیم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب کو چند فصول پر مرتب کیا ہے، ایک فصل میں والدین کے لیے نصیحتیں مذکور ہیں، اور دوسری میں شیر خوار بچے کے حقوق کا ذکر ہے اور تیسری فصل میں بچے کے دودھ چھڑانے سے لے کر بالغ ہونے تک کا مرحلہ مذکور ہے اور یہ فصل کتاب کی اہم ترین فصل ہے، اور بچے کی تربیت و اصلاح کا محور ہے، چناں چہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں معاشرتی، اخلاقی، فکری، جسمانی، جنسی اور عبادت وعقیدے کی بنیادیں بیان کی ہیں، جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل فصل قائم کی جس میں انہوں نے والدین کے ساتھ بچوں کے حسن سلوک اور ان کے حقوق کی رعایت کا ذکر کیا ہے اور ایک فصل میں فکری ونفسیاتی مؤثر تربیت کے مختلف نبویؐ اسالیب بیان کیے ہیں، پھر آخر میں ایک اور فصل ذکر کی ہے جس میں بچوں کی بالخصوص تادیب وتہذیب کا ذکر آیا ہے، اور کتاب کا اختتام دوطرح کی چہل حدیث پر کیا ہے، ایک میں وہ احادیث جن کا تعلق والدین سے ہے، ذکر کی ہیں اور دوسری میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کا تعلق اولاد سے ہے۔

مصنف کتاب نے اپنی بحث وتحقیق میں جن مصادر ومراجع کی طرف رجوع کیا ہے ان میں تفسیر وسنت، فقہ وتاریخ، دعوت اور اسلامی ثقافت اور عالم اسلامی کی موجودہ کتابیں ہیں اور اپنی ہر بات کا باقاعدہ حوالہ اور مأخذ بھی ذکر کیا ہے اور ہر تربیتی نظریہ کو تقویت پہنچائی ہے اور اسے حدیث نبوی ﷺ اور اسلاف کی تطبیقات اور ائمہ کرام اور اہل علم مربیّن کے مسالک سے قلمبند کیا ہے اور بچوں کے لیے تربیتی افکار ونظریات کو مضبوط دینی حقائق، تاریخی واقعات اور اسلامی مربیّن کی نظر میں مقررہ مشاہد سے مستحکم اور مضبوط کیا ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سی عجیب باتیں ذکر کی ہیں، جس کی بناء پر یہ کتاب بچوں کا دینی انسائیکلوپیڈیا کہلانے کے لائق ہے، اس میں احادیث مبارکہ، سلف صالحین کے آثار اور مسلمان اولاد کی تربیت میں مربیّن کے مسالک کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ قیمتی کتاب ایک مسلم معاشرہ میں اپنا علمی اثر ورسوخ اور وسیع تشکیل رکھتی ہے اور اس کتاب سے والدین بھی اور بالغ ونابالغ اولاد بھی استفادہ کرسکتی ہے، اس میں انتہائی سہل اسلوب اور آسان زبان اختیار کی گئی ہے، قرآنی آیات سے مزیّن اور سنّت مطہرہ سے آراستہ ہے، اس میں قصص وواقعات اور اسلاف سے منقول اقوال وحِکَم بھی مذکور ہیں، مسلمانوں کے لیے ایسی مسلمہ باتیں تسلیم کرنا اور ان سے اثر قبول کرنا واضح ہے۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ مجھے کتاب کی ان فصول سے بہت فوائد حاصل ہوئے اور میری

تمنا ہے کہ میں اس کتاب کا مطالعہ کروں اور اگر مجھے اس کا موقع ملا تو تربیت اولاد کے سلسلہ میں اپنے اخلاق و کردار کو سنواروں گا اور اولاد کو فائدہ پہنچاؤں گا اور ان کو معاشرہ کی ظاہری چمک دمک سے بچاؤں گا، اور ان وسائل و ذرائع سے دور رکھوں گا جو ان کے لیے غیر مفید ہیں اور ان کی کوششوں میں ذرا بھی کام آنے والے نہیں ہیں، ان کے ذریعہ نہ تو ان بچوں میں علم کی محبت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مستقبل کی بناء وابستہ ہے، اور نہ ہی نیک امور کی طرف وہ رہنمائی کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے راہِ راست حاصل ہوتی ہے۔

میں اس کتاب کو استفادہ کی نظر سے ضرور پڑھوں گا اور بہت سے لوگ بھی اسے پڑھ کر مستفید ہوں گے اور اس کے مؤلف کے لیے دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیق عطاء فرمائے اور دونوں جہانوں میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ انہوں نے امت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور ایک مسلمان بچے کے تربیتی مکتب کو مالدار کردیا۔

میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو پاک صاف نہیں کہتا، سنت نبوی ﷺ کا چشمہ ہمیشہ سے سیراب کرتا رہا ہے اور حوضِ نبوت پر تمام لوگ آتے رہیں گے، خواہ ساری کائنات کے لوگ ہوں، اسلاف نے اخلاف کے لیے بہت کم باتیں چھوڑی ہیں۔

جزی اللّٰہ عنّا نبیّنا وسیّدنا محمّدا ﷺ ما ھو اھلہ .

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ

(سابق) استاذ و رئیس شعبہ فقہ اسلامی و مذاہب
جامعہ دمشق
و رئیس شعبہ فقہ و اصول۔ کلیۃ الشریعۃ
والدراسات الاسلامیۃ۔ جامعہ کویت
١١ ذی القعدہ ١٤٠٤ھ بمطابق ١٩٨٤/٨/٨ء

تقدیم

از:- علامہ شیخ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خیر المعلمین من البشر وسیّد المربیّن والمؤدبین سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

وبعد! ایک نوجوان مومن محمد نور عبدالحفیظ سوید نے مجھے اپنی ایک کتاب کی طرف توجہ دلائی جسے انہوں نے بہ عنوان ''بچوں کے لیے نبوی ﷺ طریقۂ تربیت'' نشر وطباعت کے لیے تیار کیا، جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو مجھے اس کی تیاری سے یہ معلوم ہوا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مضامین جمع کرنے میں کئی سال لگا دیے ہیں، احادیث اور اسلامی اخلاق وتربیت کی کتب سے بہت زیادہ مواد جمع کیا ہے، اور کتاب کے ابواب اور فصول کو اچھے انداز سے مرتب کیا ہے، اور ان کے اس مبارک کام کے انجام دینے کا اصل سبب، اس نبوی ﷺ طریقۂ تربیت کے موافق اسلامی خاندان کی تشکیل اور اس کی رہنمائی کی حرص و خواہش ہے جو اسلامی تربیت میں عملی تشکیل اور قولی توضیح کی صورت میں انجام دی جائے، اس سلسلہ میں انہوں نے بچوں سے متعلق تمام امور کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، جیسے رشتۂ ازدواج کے لیے مسلمان میاں بیوی کا انتخاب، حتیٰ کہ جنین کا مرحلہ تک ذکر کیا ہے، اور بچہ کی ولادت، طفولیت، تمیز، مراہقت، بلوغ اور سن رشد وغیرہ بہت سے امور کتاب میں درج کردیے ہیں، اور موضوع سے متعلق تمام مضامین کے مراجع ومصادر کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ میرے خیال میں مصنف نے اپنی بھرپور طاقت اس کی تیاری میں صرف کردی ہے،

لہٰذا جو شخص بچوں کی تربیت کے بارے میں نبوی ﷺ طریقۂ تربیت سے آگاہ ہونا چاہتا ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے، اسے اس کتاب میں انتہائی مفید زادِ راہ اور عمدہ مضامین ملیں گے جس سے وہ خیر کثیر حاصل کرسکتا ہے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی محمد نور عبد الحفیظ سوید کو اس کام پر اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل سے مزید توفیق عنایت فرمائے، نیز بارگاہِ رب العزت میں التجاء ہے کہ اللہ جل شانہ، اس کتاب کو نافع بنائے اور اس کے ذریعہ ہمارے اسلامی خاندانوں کے قلوب کو بھی منور فرمائے تاکہ وہ اپنے بچوں کی صحیح اسلامی تربیت کے لیے اپنے نبی ﷺ کے مبارک طریقہ کو اپنا سکیں۔

اے اللہ! ہمیں درست راہ دکھا دیجیے اور درست بات دل میں ڈال دیجیے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

انك كريم منّان، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

عبد الرحمن حسن حبنكه الميداني

استاذ: جامعه ام القرىٰ: مكة المكرمه

٢٨ رمضان المبارك ١٤٠٥هـ

تقریظ

از:۔علامہ ومربی شیخ احمد قلاش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ بے مثال تصنیف ہے، اور یہ حقیقت ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعہ بچوں کے دل، سیّد الابرار ﷺ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، پھر تربیت اولاد کے سلسلہ میں مذکور ہر بحث کی اصل مربی اکبر ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے خدا گواہ ہے کہ بہت سے مواقع پر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور کئی بار اس کے پڑھنے سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

پس اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ اپنے بچوں کو اس کی ہدایات کے مطابق ڈھال دیں، کیا ہی اچھا ہو کہ اسلامی تربیت کے مضمون میں اس کتاب کو داخل نصاب کرلیا جائے، بالخصوص پرائمری سکول میں۔

احمد القلاش

تقدیم

از:- ڈاکٹر محمود الطحان

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی امام المربّین سیّدنا ونبیّنا محمّد، وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد: برادرِ مکرم جناب محمد نور سوید نے اپنی بیش بہا کتاب ''بچوں کے لیے نبوی ﷺ طریقۂ تربیت'' کا ایک نسخہ بطور تحفہ عنایت فرمایا اور فرمائش کی کہ میں اس کا مطالعہ بھی کروں اور اس پر مختصر چند کلمات بھی رقم کروں، میں نے کتاب کی ورق گردانی کی اور اس کی فہرست کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں فوائد کثیرہ سے لبریز ہے۔

اس کتاب کے متعلق لائق ذکر بات یہ ہے کہ صاحب کتاب نے مسلمانوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی ہے کہ بچوں کی تربیت کے لیے مکمل تربیتی پروگرام موجود ہے جس کی سیرابی حضور ﷺ کے طریقہ اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ سے ہوئی ہے، نیز یہ کہ مسلمانوں کو اس بات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ وہ ملحدین یا غیر مسلموں کے تربیتی افکار و نظریات کی طرف نگاہ بھی اٹھا کر دیکھیں، کیونکہ ان کے نبی ﷺ کی سنت میں وہ تمام امور موجود ہیں جو انہیں اغیار کی تمام باتوں سے مستغنی کر دینے والے ہیں۔

اس کتاب کی تیاری میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے خوب محنت صرف کی ہے اور سچے جذبے اور مخلصانہ نیت سے اسے مرتب کیا ہے جیسا کہ قارئین کے سامنے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

مؤلف کتاب نے اس میں بچوں کی تربیت کے حوالہ سے جدید چیزیں بھی جمع کی ہیں جو بڑی عجیب ہیں، اس کتاب کی جمع و ترتیب میں مصنف کو کامیابی حاصل ہوئی ہے، انہوں نے ہر

بات کو موقع و محل کے مناسب بیان کیا ہے۔ کتاب کی ترتیب بھی بڑی ممتاز صفات کی حامل ہے، جس سے مصنف کی فکری سلامتی، پاکیزگی عقل اور بلند ذوقی کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ اس کتاب سے کوئی مسلم گھرانہ مستغنی نہیں ہے، گھر کے مکتبہ میں رکھی جائے تاکہ گھر کے لوگ اسے پڑھیں اور اس کتاب میں تمام نبوی ﷺ ہدایات کو عملی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر بلادِ عربیہ و اسلامیہ کی مذہبی وزارتیں اس کتاب کو اپنے سکولوں میں بھی داخل نصاب کرلیں تو بہت اچھا ہوگا، اگر ساری کتاب نہ سہی، اس کی چند فصول ہی سکولوں کے نصاب میں شامل ہو جائیں تو بہت بہتر ہوگا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اسے ان کے میزانِ حسنات میں شامل فرمائے جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد کام آئے گی، بس وہی کامیابی سے ہمکنار ہوگا جو قلب سلیم لے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگیا۔

والحمد لله رب العالمين

محمود الطحان

رئيس شعبه تفسير و حديث

كلية الشريعة، جامعه كويت

كويت ٢١ جمادى الاخرىٰ ١٤٠٨هـ بمطابق

٩ فروری ١٩٨٨ء

طرزِ تحقیق

کتابِ ہذا کا طرزِ تحقیق یہ ہے کہ اس میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ بچوں کے افکار و خیالات کی تربیت و تہذیب کے سلسلہ میں چشمۂ نبوی کو ہی اساس اور بنیاد بنایا جائے۔ راقم السطور کے پیشِ نظر پہلے سے کوئی نظریات یا افکار طے شدہ نہیں تھے کہ ان کی تائید کے لیے احادیث نبویہ ﷺ کی کوئی دلیل تلاش کی گئی ہو اور اس کو ان طے شدہ خیالات پر چسپاں کیا گیا ہو، بلکہ راقم کا حال یہ ہے کہ تربیت اولاد کے سلسلہ میں مغربی کتب کے مطالعہ میں ایک معتد بہ وقت صرف کرنے کے بعد جب اسے کوئی حدیث دستیاب ہوتی تو اس کا دل اس نور سے روشن ہو جاتا تھا جو نور اللہ تعالیٰ نے اس کے دِل میں پیدا کیا، راقم الحروف کو ان مغرب زدہ لوگوں کی تصنیف کردہ کتابوں میں سوائے مختلف آراء اور مذاہب و اقوال کے کچھ حاصل نہ ہوا، وہاں تو ہر شخص اپنے مطلب کی بات کرتا ہے اور اپنا ناقص اور ادھورا تجربہ بیان کرتا ہے، اس کے برعکس احادیث نبویہ میں ہر بات موقع و محل کے مناسب بیان کی گئی ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی، جس سے ہر بات خوب واضح انداز میں معلوم ہوتی ہے اور ان احادیث مبارکہ کے مطالعہ و تحقیق کے ساتھ ساتھ بندے کے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، جس سے بچے نہ ہی اکتاہٹ کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی مشکل محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ درست روی کے ساتھ ساتھ ان کے یقین میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ربط و تعلق بھی استوار ہوتا ہے اور ان احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے اُنہیں ہدایت ملتی ہے۔

حضرت علی کرم کرم اللہ وجہہ نے تمام لوگوں کو چشمۂ نبوی سے فیض یاب ہونے کی ہدایت کی

ہے، دراصل یہی درست روش اور طرزِ عمل ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر یقین کیا کرو کہ وہی سیدھا راستہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ ہے۔'' (رواہ ابویعلی فی مسندہ ۱/۴۴۴، بسند صحیح)

یہ کتاب درج ذیل امتیازات وخصوصیات کی حامل ہے:

۱..... حدیث نبوی ﷺ کو ہی کتاب کے ہر مضمون کی اساس اور بنیاد بنایا گیا ہے، اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ اور دیگر اسلافِ امت کی تطبیقات بیان کی گئی ہیں۔

۲..... اس صاف وشفاف چشمہ سے کتاب کا سارا مواد لیا گیا ہے جو ثبات و دوام کی صفت سے موصوف ہے، جبکہ دیگر مذاہب کا حال اس کے خلاف ہے۔

۳..... رسول اللہ ﷺ کی اقتداء واتباع اور احکامِ خداوندی کی تعمیل وتنفیذ۔

ایک بزرگ سعید بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''جو شخص اپنی ذات پر سنت کو قول اور فعل دونوں اعتبار سے لازم کرتا ہے اس کی زبان سے حکمت و دانائی کی باتیں صادر ہوتی ہیں اور جو شخص خواہش نفس کو اپنا حاکم بناتا ہے اس کی زبان سے بدعات نکلتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ [النور: ٥٤]

''اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔''

۴..... بچوں کے علم میں بہت سے امور ایسے مجہول قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو جاننے اور سمجھنے کے لیے کسی کامل انسان کی ضرورت ہوتی ہے جو ان مخفی امور سے واقف ہو اور ایسی شخصیت رسول اللہ ﷺ کی ہی ہوسکتی ہے، تاکہ بچوں کے مجہول قسم کے امور ہم پر کھل سکیں۔

۵..... یہ کتاب ان مشکلات کا حل پیش نہیں کرتی جن میں والدین یا بچوں کے مربی حضرات مبتلا ہیں یا خود بچوں کی مشکلات کا اس میں حل موجود نہیں ہے، بلکہ اس کا طرز یہ ہے کہ کتاب ایسی غذا پیش کرتی ہے جس سے ان تمام امراض اور مشکلات کا جڑ سے ہی خاتمہ ہوجاتا ہے، یعنی اس نبوی ﷺ تربیت کی غذا فراہم کرنے سے

تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مربی کے ذمہ بس یہ ہے کہ وہ کتاب میں دی گئی غذا کی طرف مراجعت کرے اور اسے اچھے اور خوبصورت انداز میں بچوں کے سامنے پیش کرے، اس سے ان مشکلات کا خاتمہ ہو سکے گا، اور اگر کوئی مسئلہ اجتماعی (معاشرتی) ہو تو اجتماعی بناء (حل) کی طرف رجوع کرے۔

٦ ..... اس کتاب کا مطالعہ ہر طرح کے مربی، والدین اور مسئول (ذمہ دار) کر سکتے ہیں اور اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

٧ ..... اس کتاب میں مشرقی یا مغربی تربیتی مدارس کے ساتھ موازنہ کا ذکر نہیں ہے اور اس کے چند اسباب ہیں: (ا)..... مغربی سکالر اپنی بحث و تحقیق میں ذہنی الجھاؤ کا شکار ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے افکار و نظریات ناقص درجے کے ہوتے ہیں۔
(ب)..... نیز اس کے اقوال اور آراء تضادات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان بچے کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کے تجربات کا میدان بنے یا تختۂ مشق بنے جبکہ اس کے پاس قابل اقتداء پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات موجود ہے۔
(ج) مغربی مصنف کا اعتماد عملی تجربات اور مخصوص نوعیت کے حالات پر ہوتا ہے۔

٨ ..... جس طرح یہ کتاب بچوں کی تربیت و اصلاح کے لیے ہے اسی طرح والدین اور مربی حضرات کی تربیت بھی کرتی ہے اور ان کے مزاج کو سنوارتی ہے اور ان کی ذمہ داری پر بھی ان کو متوجہ کرتی ہے۔

٩ ..... یہ کتاب اس اعتبار سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے کہ اس میں وسیع پیمانہ پر احادیث نبویہ اور عملی صورتوں کے نمونے جابجا ذکر کیے گئے ہیں اور حتی الامکان اپنی (راقم) گفتگو کو کم سے کم لایا گیا ہے، اور سلف صالحین کا کلام بھی لایا گیا ہے۔

١٠ ..... مصنف نے سلف صالحین کی زندگی کے عملی نمونے بھی پیش کیے ہیں تاکہ بات کی مزید وضاحت بھی ہو اور مربی کے سامنے بھی اس کی عملی صورت رہے اور وہ اس سے استفادہ کر سکے اور پھر بچوں کے دل و دماغ میں بھی مناسب موقع پر اس کو نقش

کر سکے، جیسا کہ کہا جاتا ہے "عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمات" یعنی نیک لوگوں کے تذکرے کرنے سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۱۱..... ہر واقعہ اور نقل کردہ مضمون کا باقاعدہ حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

۱۲..... یہ کتاب چھ فصول پر مشتمل ہے پہلی فصل میں والدین اور مربی حضرات کے متعلق ہدایات درج ہیں، دوسری فصل میں ولادت سے لے کر دو سال تک کے مرحلہ کا ذکر ہے، تیسری فصل میں بچہ کی شخصیت کی تعمیر کا بیان ہے جس کا تعلق دو سال کی عمر سے لے کر بالغ ہونے تک سے ہے، پھر چوتھی فصل میں والدین کی فرماں برداری کی ترغیب اور نافرمانی پر تنبیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور پانچویں فصل میں بچوں کی نبوی ﷺ طرزِ تربیت کے مختلف اسالیب کا بیان ہے اور چھٹی فصل میں بچوں کی تادیب وتہذیب کا ذکر ہے۔

۱۳..... علاوہ ازیں یہ کتاب مندرجہ ذیل امور کی بناء پر ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

1..... شمولیت: یعنی یہ کتاب بچوں کی زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتی ہے۔

2..... واقعیت: یعنی یہ کتاب فی الواقع ان ارشادات و ہدایات پر مشتمل ہے جو ہدایات رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیں یا آنحضور ﷺ نے براہِ راست وہ ہدایات بچوں کو دیں، مغربی طرزِ تربیت کا ذکر نہیں کیا گیا جو محض سنے سنائے تجربات پر مبنی ہوتے ہیں۔

3..... عالمیت: یعنی یہ کتاب تمام مسلمان بچوں سے مخاطب ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں رہتے ہوں۔

4..... مساوات: یعنی اس کتاب کا روئے سخن ہر طرح کے بچے ہیں خواہ وہ مال دار ہوں یا نادار، حاکم کے بچے ہوں یا محکوم کے، گورے ہوں یا کالے۔

5 ..... **یکسانیت:** یعنی یہ کتاب بچوں کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے اور ان کو حال و مستقبل میں متوازن زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔

6 ..... **رشتۂ وحدت:** چوں کہ مسلمانوں کے بچے چشمۂ نبوی ﷺ سے فیض یاب ہوتے ہیں، اس لیے اس کتاب سے ان کو فکری و شعوری اور اخلاقی وحدت حاصل ہوتی ہے۔

۱۴ ..... بحث و تحقیق کے چند مراحل ذکر کرتے ہوئے، یعنی جمع و ترتیب، تبویب (باب بندی)، اصولی طرزِ نگارش اور عمدہ ترتیب و ترکیب، اس سے بچوں کی شخصیت کی تعمیر ہوگی اور مشکلات حل ہوں گی اور جب تربیت کے وہ امور ان کے ذہنوں میں پیوست ہوں گے تو ان شاء اللہ العزیز وہ صحیح معنی میں مسلمان بچے کہلائیں گے۔

جب والدین نبوی ﷺ طرز پر بچوں کے سامنے اس پروگرام کو پیش کریں گے تو ان کا رول اور کردار ختم ہوجاتا ہے اور نتیجہ اور انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رہ جاتا ہے۔ یعنی پھر تربیت اولاد کی ذمہ داری سے وہ عہدہ برآں ہوجاتے ہیں، کیونکہ انہوں نے تربیت کے ان اسالیب کو اختیار کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کیا تھا یعنی پیغمبر خدا ﷺ کی اقتداء اور پیروی کا حکم، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الاحزاب: ۲۱]

"تحقیق رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ [النساء: ۸۰]

''جو شخص پیغمبر ﷺ کا کہا مانتا ہے وہ یقیناً اللہ کا کہا مانتا ہے اور جو روگردانی کرے گا تو ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔''

کتاب کے اختتام پر والدین کی سہولت کے لیے چالیس احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے مخاطب والدین ہیں اور اس کے بعد چالیس ایسی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں بچوں کے لیے ارشادات و ہدایات ہیں، تاکہ بچے انہیں یاد کرسکیں۔

۱۵..... آخر میں قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ بندہ اپنی یہ کاوش آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کو تیار کرنے میں دس سال کا عرصہ صرف ہو چکا ہے، اس میں جو بھی درست بات مذکور ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا ثمرہ ہے اور جہاں کوئی غلطی اور نقص نظر آئے وہ دراصل میری کوتاہی کی وجہ سے ہے، بہرکیف! میں اپنی کم مائیگی اور عجز و ناتوانی کے باوجود اپنے مقصد تک پہنچا ہوں اور میں اپنی اس تربیتی کوشش کو بالکلیہ درست اور قطعی قرار نہیں دیتا اور نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا یا رسول ﷺ کا کوئی حکم ہے، اس لیے کہ یہ میری شان نہیں ہے، میرے لیے بس امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ یہ روایت کافی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ امیر لشکر کو تاکیدی حکم دیا کرتے تھے کہ ''جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم پر اتارو تو ایسا نہ کرو بلکہ ان کو اپنے حکم پر اتارو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کیا تم ان کے متعلق اللہ کے حکم کو ٹھیک ٹھیک پورا کر پاؤ گے بھی یا نہیں۔''

دانش مندوں کا قدیم قول ہے کہ ''جو شخص کتاب تصنیف کرتا ہے اسے نشانۂ ملامت بنایا جاتا ہے اگر اچھا لکھتا ہے تو مہربانی کا طالب ہوتا ہے اور اگر بُرا لکھتا ہے تو اسے مطعون کیا جاتا ہے۔'' (الحلل فی اصلاح الخلل)

آخر میں دِلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معاونین اور محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو اس روز اجر جزیل سے نواز دے جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، بس وہی

شخص کامیاب ہوگا جو قلب سلیم لے کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوگیا۔

راقم الحروف ان تمام لوگوں کا بھی شکر گزار ہے جنہوں نے کوئی اچھی نصیحت کی یا کسی غلطی اور قصور پر مجھے متنبہ کیا اور مستفید ہونے والے قارئین سے بھی امید واثق ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے تاکہ فرشتے بھی ان دُعاؤں پر آمین کہیں کہ تمہیں بھی اس کے مثل حاصل ہو۔

كتبه الفقير الى الله تعالىٰ

محمد نور بن عبد الحفيظ سويد

غفر الله له ولوالديه وللمسلمين

كويت ١٢ ربيع الاوّل ١٤٠٤ھ بمطابق

١٥ دسمبر ١٩٨٣ء

کتاب کے عنوانات اور ان کی وضاحت

(۱)..... **منهج**: میم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ بمعنی واضح راستہ، سوچی سمجھی اسکیم، اسی سے ماخوذ ہے لفظ منهاج الدراسة بمعنی نصابِ تعلیم اور منهاج التعلیم بمعنی طریقۂ تعلیم۔ اس کی جمع مناهج آتی ہے۔ (المعجم الوسیط)

(۲)..... **التربية**: تربیت کے اصل معانی تین ہیں: (۱) رَبَا یَرْبُو بمعنی بڑھنا، اضافہ ہونا۔ (۲) رَبٰی یَرْبِیْ، خفی یخفی کے وزن پر بمعنی پرورش پانا (۳) رَبَّ یَرَبُّ، مَدَّ یمدّ کے وزن پر بمعنی کسی کام کو ٹھیک کرنا اور ذمہ دار ہونا۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ: ''رب'' اصل میں تربیت کے معنی میں ہے، اور تربیت کا معنی ہوتا ہے کہ کسی چیز کو درجہ بدرجہ حد کمال تک پہنچانا، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ بطورِ مبالغہ کے استعمال ہوتا ہے، اور امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المفردات'' میں لکھتے ہیں کہ ''رب'' اصل میں تربیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور تربیت کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کی درجہ بدرجہ پرورش کر کے اسے حد کمال تک پہنچانا۔ (اصول التربية الاسلامية واساليبها ص ۱۲)

چنانچہ ان مذکورہ عبارات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ''تربیت'' دراصل بچہ کی تعمیری کاروائی کا نام ہے جو درجہ بدرجہ حد کمال تک پہنچتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تربیت میں اپنی مقدور بھر کوشش صرف کرنا اور ہر چیز کو اس کے مناسب محل اور موقع میں رکھنا اور بچے کو غفلت و لاپرواہی سے دور رکھتے ہوئے اس پر مسلسل نظر اور دیکھ بھال کرنا اور یہ کام درجہ بدرجہ ہو، یعنی جس چیز کا حصول (بالفرض) آج مشکل نظر آتا ہو تو ممکن ہے کہ اس چیز کا حصول کل کو آسان ہو جائے اور حد کمال تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تربیت اس حد

تک کی جائے کہ اس تک پہنچ کر وہ بچہ خود اللہ کی عطا کردہ شریعت پر عمل پیرا ہو جائے اور اپنا محاسبہ خود کر سکے اور تلاوتِ قرآن اور شریعت مطہرہ پر عمل کر کے اپنی مسلسل تربیت کر سکے۔

(۳)..... **النبویّة**: اس سے مراد ہر وہ قول، فعل اور تقریر ہے جس کا صدور سرورِ دوعالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے ہوا ہے اور جس کا تعلق خاص بچوں کی طفولیت کے مرحلہ سے ہے۔

(۴)..... **للطفل**: ''طفل'' کا لفظ بالغ ہونے تک کے بچہ پر بولا جاتا ہے اور مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے یہ لفظ (الطفل) استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع اطفال آتی ہے۔ (المعجم الوسیط)

اطفال کے مرحلہ سے مراد ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک کا زمانہ ہے، لہٰذا اس ابتدائی مرحلہ کا آغاز طفولیت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ [الحج: ٥] ''یعنی پھر ہم نے تم کو طفل کی صورت میں (پیٹ سے) باہر نکالا'' اور انتہائی مرحلہ کا آغاز بلوغ سے ہوتا ہے: جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ [النور: ٥٩] ''جب تمہارے اطفال بلوغ کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کو اجازت لینی چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے اجازت لی۔''

(۵)..... **غلمة**: غلام کی جمع ہے بمعنی نوجوان لڑکا۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غلام اس نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں جس کی مونچھیں نکل آئی ہوں، اور مجازاً مرد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (فیض القدیر ٦/٣٥٤، تفسیر کبیر ٢١/١٥٥)

(٦)..... **الصّبیان**: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''الصبیان'' صاد کے کسرہ کے ساتھ مشہور لغت ہے، ابن درید رحمۃ اللہ علیہ نے صاد کا ضمہ نقل کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم، باب حکم بول الطفل)

لغت کی مشہور کتاب ''مختار الصحاح'' میں ہے کہ ''الصبّی'' کا معنی ہے غلام (لڑکا) اور اس کی جمع صبیة و صبیان آئی ہے اور ''الجاریة'' بمعنی صبیہ (بچی) اس کی جمع

صبایا آتی ہے، جیسے مطیة کی جمع مطایا آتی ہے۔ ابن نجیم نے "الاشباہ والنظائر" میں صبیان کے احکام کے باب کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب تک بچہ شکم مادر میں ہو اسے جنین کہتے ہیں اور جب باہر آئے اور نر ہو تو اسے صبی کہتے ہیں، اور رجل کہتے ہیں جیسا کہ آیت میراث میں (مجازاً) بالغ ہونے تک، پھر انیس سال کی عمر تک کو غلام اور چونتیس سال کی عمر تک شاب، پھر اکاون سال کی عمر تک کھل اور پھر آخر عمر تک کے انسان کو شیخ کہتے ہیں۔ (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر ۳/۳۰۹) لغت کی کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور اصطلاح شریعت میں بلوغ تک کو غلام اور اس کے بعد شاب، پھر تیس سال تک کو فتیٰ، پھر پچاس سال تک کو کھل اور پھر شیخ کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

فصلِ اوّل:

والدین سے متعلق چند ہدایات

۱ ..... تمہید

۲ ..... تربیت کی ذمہ داری

۳ ..... نیک تربیت یافتہ عورت سے شادی کرنے کی کوشش کرنا

۴ ..... بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب

۵ ..... اسلامی شادی کے اہداف و مقاصد

۶ ..... کامیاب مربی کی صفات

۷ ..... والدین کے لیے خوشخبری

۸ ..... اولاد، دُنیا کی رونق ہے

۹ ..... شیطان اور انسان کے درمیان کشمکش

۱۰ ..... والدین کے نیک ہونے کے اولاد پر اثرات

۱۱ ..... نیک اولاد کی اُمید سے صحبت کے وقت دُعا کرنا

۱۲ ..... شادی اور رشتۂ مصاہرت

۱۳ ..... بچہ اس سے پہلے ایک بے حقیقت چیز تھا

۱۴ ..... بچہ کی حقیقت ایک نطفہ کی ہے

۱۵ ..... رحمِ مادر میں صورت گری اور جنین کے تدریجی مراحل پر سرسری نظر

۱۶ ..... بانجھ پن کا نبوی ﷺ علاج

۱۷ ..... اولاد سے اظہارِ برأت پر سزا و عذاب

۱ .....تمہید

بچہ اپنی زندگی میں سب سے پہلے اپنے گھر اور گھر کے افراد کو دیکھتا ہے اور ان کے حالات اور طرزِ زندگی کو دیکھ کر اس کے ذہن پر اس کی صورت نقش ہوجاتی ہے اور وہ اس ابتدائی ماحول کے منظر سے پوری طرح متاثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''بچہ اپنے والدین کے پاس امانت ہوتا ہے اور اس کا پاک دل ایسا خالص جوہر ہوتا ہے جو ہر قسم کے نقش اور صورت سے خالی ہوتا ہے اور جو چیز اس پر نقش ہوجائے اسے قبول کرلیتا ہے اور اسے جس چیز کی طرف مائل کیا جائے وہ مائل ہوجاتا ہے، پس اگر اُسے خیر کا عادی بنایا جائے گا اور خیر کی تعلیم دی جائے گی تو اس کی پرورش اسی کے مطابق ہوگی اور اس کے والدین دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے بلکہ اس کے تمام معلّمین اور مؤدبین سعادت مند ہوں گے اور اگر اُسے شر اور برائی کا عادی بنایا جائے گا اور جانوروں کی طرح مہمل اور بے کار چھوڑا جائے گا تو بدبخت اور برباد ہوگا اور گناہ کا سارا بوجھ اس کے ذمہ دار کی گردن پر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ یا تو اُسے یہودی بنادیتے ہیں یا مجوسی اور یا پھر نصرانی بنادیتے ہیں۔''

''دل و دماغ میں ہر وہ چیز پیوست کی جائے جس سے دین کا اصل جذبہ اور فضیلت حاصل ہو۔'' (انجع الوسائل)

۲ .....تربیت کی ذمہ داری:

''اے بچوں کے کفیل! جب تمہیں بچہ کی تربیت کی ذمہ داری کا احساس نہ ہوگا تو مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم دگنے عذاب میں مبتلا نہ ہوجاؤ اور اس قیمتی جوہر کو بگاڑنے پر عبرتناک سزا سے دوچار نہ ہوجاؤ اور تم اس عام جرم میں سے اپنا مقررہ حصہ حاصل کررہے ہو۔'' (السعادۃ العظمیٰ ص ۹۰)

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیت کی مکمل ذمہ داری

والدین کے کندھوں پر ڈالی ہے، چناں چہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: ''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کے امور کا مسئول (ذمہ دار) ہے، حاکم بھی نگران ہے اور وہ رعایا کے امور کا مسئول ہے اور آدمی بھی اپنے گھر کا نگران ہے اور اپنی رعایا کا مسئول ہے اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اپنی رعایا کے امور کی مسئول ہے اور خادم بھی اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اپنی رعایا کا مسئول ہے اور تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی رعایا کا مسئول ہے۔'' (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارک میں ایک بنیادی ضابطہ بیان فرما دیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اولاد اپنے والدین کے دین کے مطابق پرورش پاتی ہے اور والدین اس پر بڑا گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں کوئی مقطوع الاعضاء دیکھتے ہو؟'' اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [الروم: ۳۰] ''اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کردہ چیز کو بدلنا نہ چاہیے، پس سیدھا اور درست دین یہی ہے۔''

(صحیح البخاری، باب ۸۰، ۹۳، صحیح مسلم، رقم: ۲۲، ۲۵، ابو داود، باب ۱۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے والدین کو اولاد کی تربیت و اصلاح کا حکم دیا ہے اور ان کو اس کی ترغیب دی اور ان کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم: ٦]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو مضبوط فرشتے متعین ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد مبارک ''قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر کی (دین کی) تعلیم دو۔

(مستدرك الحاكم ٤/٤٩٤)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے ان سے باز آؤ۔ (التفسير الكبير ٣٠/٤٦)

امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی ادب سکھائے اور ان کو اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے۔

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کشاف'' میں رقمطراز ہیں کہ ''قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو معاصی ترک کرکے اور طاعات بجالا کر دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو اس طرح بچاؤ کہ جیسے تم اپنا مؤاخذہ اور محاسبہ کرتے ہو اسی طرح ان کا بھی مؤاخذہ کیا کرو۔

معلوم ہوا کہ بچوں کی اصلاح و تربیت کا کام تندہی سے کرتے رہنا اور ان کو اچھے کاموں کا عادی بنانا انتہائی ضروری ہے اور یہی انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ایمان کی طرف دعوت دی اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی وصیت کی۔ وغیرہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بستان العارفین ص ۴۵'' میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ

سے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک بار داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی! تو میرے بیٹے کے لیے بھی ایسا ہو جا جیسے تو میرے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد اپنے بیٹے سے کہو کہ وہ میرے لیے ایسا ہو جائے جیسے تم میرے لیے ہو تو میں بھی اس کے لیے ایسا ہی ہو جاؤں گا جیسے میں تیرے لیے ہوں۔"

یہی وجہ ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "ایھا الولد" میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ تربیت کا مفہوم اس کاشتکار کے کام سے مشابہت رکھتا ہے جو زمین سے کانٹے نکالتا ہے اور کھیت میں سے ناموزوں گھاس وغیرہ اکھاڑ ڈالتا ہے، تاکہ اس کی پیداوار اچھی بھی ہو اور مکمل طور پر بھی حاصل ہو۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس ذمہ داری کو پرزور انداز میں بیان کیا ہے اور اس پر انتہائی کارآمد گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اولاد سے پہلے اس کے والد سے اس کی اولاد کے متعلق باز پرس ہوگی، کیونکہ جس طرح باپ کا اپنے بیٹے پر حق ہے اسی طرح بیٹے کا بھی اس کے باپ پر حق ہے، ارشاد فرمایا:

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [العنکبوت: ۸]

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم دیا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا:

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

[التحریم: ٦]

"تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔"

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تعلیم دو اور اُنہیں ادب سکھاؤ۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي

الْقُرْبٰى﴾ [النساء: ٣٦]

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو اور والدین اور قرابت داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کے درمیان مساوی سلوک کرو۔'' (صحیح الجامع الصغیر: ١٠٤٦)

اس سے پتہ چلا کہ اولاد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حکم والدین کو دیا ہے وہ اس حکم پر مقدم ہے جس میں اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا کہا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيْرًا﴾ [بنی اسرائیل: ٣١]

''اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑی خطا ہے۔''

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''لہٰذا جو شخص اپنی اولاد کو مفید تعلیم دلانے سے غفلت برتتا ہے اور انہیں بے کار چھوڑے رکھتا ہے وہ بہت برا کام انجام دیتا ہے، اور عموماً بچوں کا بگاڑ ان کے والدین کی غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں دین کے فرائض اور سنن کی تعلیم نہیں دلاتے، وہ بچپن میں اُنہیں برباد کرتے ہیں، پھر وہ خود بھی نفع نہیں اٹھاتے اور بڑے ہو کر بھی اپنے ماں باپ کے لیے مفید ثابت نہیں ہوتے، جیسا کہ ایک باپ نے نافرمانی پر اپنے بیٹے کی سرزنش کی تو بیٹا بولا کہ ابا جان! آپ نے بچپن میں میری نافرمانی کی تو میں نے بھی بڑے ہو کر آپ کی نافرمانی کی، آپ نے مجھے بچپن میں ضائع کیا تو میں نے بھی آپ کو بڑھاپے کی عمر میں ضائع اور برباد کر دیا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داری بہت اہمیت کی حامل ہے، قیامت کے روز انسان سے اس کے متعلق سوال جواب ہوں گے۔

چناں چہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز بندے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کہ کیا میں نے تجھے کان، آنکھیں اور مال و اولاد عطا نہیں کیے تھے؟ اور چوپائے اور کھیت تمہاری خدمت میں نہیں لگا دیئے تھے اور تجھے خوشحال اور بلند مرتبہ نہیں بنایا تھا؟ پس کیا تو گمان رکھتا تھا کہ تجھے آج کے دن مجھ سے ملاقات کرنا ہے؟ وہ کہے گا کہ نہیں، اس پر اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے کہ جیسے تم نے مجھے فراموش کر دیا تھا آج میں بھی تجھے فراموش کرتا ہوں۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

''کیا میں نے تمہاری شادی نہیں کرائی تھی؟''

پس انسان کی نادانی اور عقل وشعور کے فقدان پر اس سے بڑی کیا شہادت ہوسکتی ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے، وہ زمانہ جس میں بچہ اپنی عقل کی پختگی کی عمر کو پہنچتا ہے اور اس کا ذہن مختلف چیزوں کا منظر کھینچتا ہے وہ رجولیت کے دائرے کو کیسے منظم اور مرتب کرے گا اور حسن تربیت اسے سردار اور دانش مند کے قابل کیسے بنائے گی۔''

(السعادۃ العظمیٰ ص ۹)

بہرحال! حسن تربیت اولاد کا حق ہے، یہ کوئی ہدیہ یا ہبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی کہ ''اللہ نے اُن کا نام ابرار اس لیے رکھا ہے کہ انہوں نے والدین اور اولاد دونوں سے نیک سلوک کیا اور جیسے تیرے والد کا تجھ پر حق ہے اسی طرح تیری اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے۔'' (الادب المفرد)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''صحیح'' میں مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ

ہر نگران سے اس کی رعایا کی ذمہ داری کے متعلق سوال کریں گے کہ کیا اس نے حقوق کی محافظت کی یا انہیں ضائع کردیا؟ حتیٰ کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔'' (دستور الاسرة فی ظلال القرآن، ص ۱۱۲)

مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہر صاحب رعایا سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کریں گے کہ آیا اس نے اللہ کے حکم کو قائم کیا یا ضائع کردیا؟ یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر کے افراد کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔''

۳ .....تربیت یافتہ نیک عورت سے شادی کرنا:

یقیناً اسلام میں خاندان کے متعلق بھی احکام و ہدایات دیئے گئے ہیں اور مسلمان کی گھریلو ذمہ داریوں پر بھی خوب روشنی ڈالی گئی ہے اور مسلمان گھرانہ، اسلامی معاشرہ کی بنیاد ہے اور وہ ایسے اجزاء ہیں جن سے وہ مرکب ہوتا ہے۔ بچوں کی عملی تربیت ونگرانی میں ایسی نیک بیوی بڑی معاون ہوتی ہے جو اپنے کردار اور ذمہ داری سے واقف ہو اور اسے اچھے انداز سے انجام دیتی ہو، ایسی بیوی اس کام میں بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ معاشرے کی حیات میں اس کا یہ کام ایک تاریخی کردار رکھتا ہے کہ وہ بسا اوقات ایسی اولاد کو جنم دیتی ہے جو معاشرہ کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنتی ہے اور ساری امت کو خیر و بھلائی اور قوت وطاقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

مسلمان کا گھرانہ اس عقیدہ وفکر کا ایک قلعہ ہے جسے اپنی ذات میں بھی اور اندر سے بھی مضبوط ہونا بہت ضروری ہے کہ اس کا ہر فرد اس میں کوئی رخنہ اندازی نہ ہونے دیتا ہو، بصورتِ دیگر دشمن کا لشکر بہ سہولت اس قلعہ میں گھس آئے گا اور کسی حملہ آور کو روکنا بھی ممکن نہ ہوگا۔ مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اس قلعہ کو اندر سے بھی محفوظ بنائے اور اس کی رخنہ بندی بھی کرتا رہے، قبل اس کے کہ وہ اس قلعہ سے کہیں دور چلا جائے۔

اور پھر مسلمان ماں باپ دونوں مل کر اس قلعہ کو محفوظ بنا سکتے ہیں، اکیلا مسلمان باپ یہ

کام نہیں کرسکتا، دونوں بچوں اور بچیوں کی دیکھ بھال کریں گے، مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی معاشرہ کی تشکیل میں کردار ہوتا ہے عورتیں اولاد کی پرورش کی نگران مقرر کی گئی ہیں جو مستقبل کی بنیاد اور ثمرہ ہے۔

اسلام کے مبلغین حضرات کو اس امر کا ادراک کرنا چاہیے اور اس بات کو خوب سمجھنا چاہیے۔

''پہلی کوشش کا رخ اپنے گھر، بیوی اور مال کی طرف ہو پھر اولاد کی طرف، اس کے بعد دیگر افراد کی طرف، اور مسلمان گھرانے کے لیے ان کو صحیح معنی میں مسلمان بنانا بہت ضروری ہے اور اس کا خوب اہتمام کرنا لازمی ہے یعنی جو شخص مسلمان گھرانہ کی بناء پر تعمیر کی خواہش رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے لیے اولاً مسلمان بیوی کی تلاش کرے، ورنہ اسلامی معاشرے کی بنا مؤخر ہو جائے گی اور بنیادیں بھی کمزور ہوں گی اور اس میں شگاف بھی بہت زیادہ پیدا ہوں گے۔''

(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ١٦٣٦)

بہترین بنیاد جس پر کسی عورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے وہ عورت کا نیک و متقی ہونا ہے، ایسی عورت، آنکھوں کی بھی ٹھنڈک اور اپنی ذات اور خاوند کے مال اور اولاد کی تربیت کے معاملہ میں بھی امانت دار ہوتی ہے۔ ایسی عورت اولاد کو کھانے کے ساتھ ایمان کی غذا بھی فراہم کرتی ہے اور دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ اس میں اچھی صفات پیدا کردیتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام کے تذکرے سناتی ہے جس سے اس میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور مرتے دم تک اسلام کی محبت دلوں میں جاگزیں رہتی ہے اور قاعدہ ہے کہ انسان ان ہی صفات پر قائم رہ کر عمر رسیدہ ہوتا ہے جن پر وہ نشوونما پاتا ہے اور والدین کی صفات ان کی اولاد میں ضرور منتقل ہوتی ہیں۔

''عام طور پر اولاد میں تقویٰ و پرہیزگاری کا ظہور والدین یا ان میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہوتا ہے یا چچا یا ماموں کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ ایک ارشادِ

نبوی ﷺ میں اسی پر متنبہ کیا گیا ہے جسے ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے نطفہ کے لیے اچھا انتخاب کرو، کیوں کہ عورتیں اپنے بھائی بہنوں کے مشابہ پیدا ہوتی ہیں۔'' (رحمة الاسلام بالنساء ص ٤٠-٤١)

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے نطفہ کے لیے نیک جگہوں کا انتخاب کرو۔''

''خاوند کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی میں تہذیب و صلاح کو بھی تلاش کرے، کیونکہ یہ چیز تدبیر منزل اور اولاد کی صالح تربیت میں بڑی معین ہوتی ہے اور عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مناسب طریقہ پر جتنے چاہے علوم اور ان میں کمال حاصل کرے اور مرد و عورت شعر کے بیت کی طرح ہیں، شعر کے بیت میں یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ اس کا ایک حصہ تو مضبوط ہو اور دوسرا کمزور۔''

(دراسات فی الشریعة الاسلامیة ص ٩٨)

نیز رسول اللہ ﷺ نے قریش کی عورتوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت و مہربانی اور اپنے شوہروں کا خیال رکھتی تھیں۔ چناں چہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سواری کرتی ہیں وہ قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اولاد پر بچپن میں انتہائی شفیق و مہربان ہوتی ہیں اور شوہر کے معاملہ میں خوب دیکھ بھال کرتی ہیں۔''

عورت کا اپنے بچوں کی عملی تربیت اور اپنے شوہر کی خدمت کرنا ایسی چیز ہے جو اسے بلند درجات تک پہنچا دیتی ہے، اور اسے بلند و باکمال خواتین کی صف میں لا کھڑا کر دیتی ہے اور اس کا یہ عمل جہاد کے برابر ہے جو کوئی مرد کسی معرکہ میں انجام دیتا ہے، نیز مسجدوں میں نماز جمعہ پڑھنے کے برابر ہے۔

جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح مسلم'' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں مسلمان عورتوں کی طرف سے قاصد بن کر آئی ہوں، سب میری طرح ایک ہی بات کہہ رہی ہیں اور میری طرح ان سب کی بھی یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، پھر ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی کی، (لیکن) ہم پردہ نشیں عورتیں گھروں میں محصور ہیں، جبکہ مرد حضرات کو جمعہ کی نماز، جنازے کی نماز اور جہاد وغیرہ میں شرکت کی وجہ سے ہم پر فضیلت حاصل ہوگئی، ہم ان کے مال کی دیکھ بھال کرتی ہیں، ان کی اولاد کی تربیت کرتی ہیں تو آیا ہم اجر وثواب میں ان کے ساتھ شریک ہوں گی یا نہیں یارسول اللہ! (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''کیا تم نے اس عورت کی بات کو سنا، اس سے زیادہ اچھے انداز میں اپنے دین کے بارے میں کوئی سوال کرنے والا دیکھا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نہیں، یارسول اللہ! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء! واپس جاؤ اور ان عورتوں کو جا کر یہ بتاؤ کہ تمہارا اپنے شوہر کے ساتھ حسن اطاعت اور اس کی رضا جوئی اور موافقت کی اتباع ان تمام چیزوں کے برابر ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔''

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ تو بیوی کے انتخاب کو اولاد کا حق قرار دیتے ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے اقتباس کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''اولاد کا اولیں حق یہ ہے کہ اس کی ماں کا انتخاب کرے اور اولاد کے طالب ہونے سے قبل اس بات کا انتخاب کرے کہ وہ خوبصورت، شریف، دیانت دار، پاک دامن، اور اپنے امور کی عقلمند، پسندیدہ اخلاق کی حامل، حسن عقل اور کمالِ

عقل میں آزمودہ اور تمام امور واحوال میں خاوند کی ہم نوا ہو۔"

(نصيحة الملوك ص ١٦٢)

رسول کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب کو برقرار رکھا اور اسے درست قرار دیا، جب انہوں نے اپنی اولاد کے ساتھ اپنی چھوٹی بہنوں کی تربیت کی خاطر بھی ثیبہ (غیر کنواری) سے نکاح کیا۔ چناں چہ ائمہ خمسہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے کنواری عورت سے نکاح کیا ہے یا غیر کنواری (ثیبہ) سے؟ تو انہوں نے کہا کہ کنواری سے نہیں، بلکہ ثیبہ سے نکاح کیا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے کنواری عورت سے کیوں نہیں نکاح کیا کہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں، اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ میں ان بہنوں کی ہم عمر کسی لڑکی سے نکاح کروں جو ان کو نہ ادب سکھا سکے اور نہ ہی ان کی دیکھ بھال کر سکے، اس لیے میں نے ثیبہ سے نکاح کیا تا کہ وہ ان کی بھی دیکھ بھال کرے اور انہیں ادب بھی سکھائے۔" (تيسير الوصول ١/٦٢)

اسی بناء پر شوہر کے حوالہ سے عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صبر وتحمل اور رحم وشفقت کے ساتھ اپنے خاوند کی اولاد کی تربیت بحسن وخوبی بجالائے، خاوند کے سامنے اپنی اولاد پر غصے نہ ہو اور نہ ان کو بُرا بھلا کہے اور نہ ہی بددعائیں دے اور نہ ہی مارے کیونکہ بسا اوقات ان چیزوں سے خاوند کو تکلیف پہنچتی ہے اور بعض اوقات ایسی بددعائیں پوری بھی ہو جاتی ہیں جس سے عظیم نقصان اور آفت ومصیبت آسکتی ہے۔ (المرأة المسلمة ص: ١٥٣)

بہر حال! نیک بیوی ہی حقیقی خزانہ ہے جسے آدمی دنیا وآخرت میں جمع کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ﴾ [التوبه: ٣٤] اس وقت ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے تو آپ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ یہ آیت

سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پس اگر ہمیں معلوم ہو جائے کون سا مال زیادہ بہتر ہے تو ہم اسے ضرور حاصل کریں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل اور بہتر ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ نیک بیوی ہے جو مومن کی اس کے ایمان پر مددگار ہوتی ہے۔''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر اس کا نزول بڑا گراں گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں تمہاری پریشانی دور کرتا ہوں، چنانچہ وہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ آیت آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑی گراں بار ہوئی ہے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے تاکہ تمہارے بقیہ مال پاک کردے اور میراث کی فرضیت اس لیے ہوئی تاکہ تمہارے بعد والے اس کے وارث ہوں'' (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا، پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ''کیا میں تمہیں وہ خزانہ نہ بتادوں جو انسان جمع کرتا ہے وہ نیک بیوی ہے کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اسے خوش کرتی ہے اور جب اسے حکم دیتا ہے تو اس حکم کو بجالاتی ہے اور جب کہیں چلا جاتا ہے (یعنی عدم موجودگی میں) اس کی حفاظت کرتی ہے۔''

اے اللہ مسلمانوں کی بیویوں کو بھی ایسا ہی بنادے کہ وہ نیک وصالح بھی ہوں، خاوند کی انتہائی اطاعت گزار بھی ہوں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی امانت کی دیکھ بھال اور حفاظت کرتی ہوں۔

۴..... بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب:

بچوں کی عملی تربیت میں ان پر خرچ کرنے کا بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے، خصوصاً جب اس تربیت کا سرچشمہ شریعت مطہرہ ہو، جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ (الطلاق: ۷) ''وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔'' لہٰذا اس میں نہ اسراف ہو نہ تبذیر اور نہ ہی بخل و کنجوسی، بلکہ اعتدال اور میانہ روی سے خرچ کیا جائے، بلکہ یہ چیز بھی

نشوونما پانے والے بچہ کی تربیت میں شامل ہے کہ وہ بھی گھر کے معاملات کو اچھے انداز میں مقدور بھر خرچ کے مطابق چلائے گا۔

بہت سی احادیث مبارکہ اولاد پر خرچ کرنے کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور یہ کہ اسے اس عمل پر اجر بھی دیا جاتا ہے بلکہ اسے افضل ترین صدقہ قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک وہ دینار جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، اور ایک وہ دینار جسے تم غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہو اور ایک وہ دینار جسے تم کسی فقیر و مسکین پر خرچ کرتے ہو اور ایک وہ دینار جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو، ان سب میں عظیم ترین وہ ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنے گھر والوں پر جو کچھ خرچ کرتے ہو اس پر تمہیں اجر ملے گا، یہاں تک کہ وہ لقمہ جسے تم اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو، اس پر بھی اجر ملے گا۔''

(مسند ابی یعلی ٢/٨١ بسند صحیح، مسند احمد ١/١٧٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''کم مایہ آدمی کا طاقت کے بقدر خرچ کرنا اور اس کی ابتداء اپنے زیر پرورش بچوں سے کرو۔'' (مستدرك الحاكم ١/٤١٤، مسند احمد ٢/٤-٩٤)

نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسنادِ جید کے ساتھ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو چیز تم اپنے آپ کو کھلاؤ وہ تمہارے لیے صدقہ ہے اور جو چیز تم اپنی اولاد کو کھلاؤ وہ بھی تمہارے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تم اپنی بیوی کو کھلاؤ وہ بھی

تمہارے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تم اپنے خادم کو کھلاؤ وہ بھی تمہارے لیے صدقہ ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص رنج وغم کی حالت میں وفات پاتا ہے تو اس کا مرتبہ اللہ کے ہاں جہاد فی سبیل اللہ میں ہزار بار شمشیر زنی سے زیادہ افضل ہے۔''

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ''رنج وغم کی حالت'' سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا غمزدہ ہو کہ اس کا دل مغموم ہو جس کا سبب عیال (کی کثرت) اور کسب حلال ہو جو کہ اہل کمال کے نزدیک فرضِ عین ہے، تو ایسا شخص ایسی حالت میں ایسے جہاد میں ہزار بار شمشیر زنی سے افضل ہوتا ہے جو کہ عام حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے۔

قضاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحلیۃ'' میں نقل کیا ہے کہ ''حلال مال کی طلب جہاد ہے۔''

اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''حلال مال کی طلب ایک فریضہ ہے۔''

اور دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''حلال مال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''جو شخص طلب حلال میں درماندہ ہو کر فوت ہو جائے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت بچوں کو ضائع اور برباد چھوڑ کر مر جائے۔'' (شرح مسند ابی حنیفہ ص ٦٢)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت بھی اپنے صاحبزادے کو اپنی اولاد کے لیے کسب

حلال کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الزہد'' میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی کسی گلی میں چلے جارہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ایک بچی پر پڑی جو کبھی اٹھتی اور کبھی بیٹھتی تھی، آپ نے کہا کہ ہائے اس کی یہ حالت غیر! یہ بچی کس کی ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اے امیر المومنین! یہ آپ کی ہی ایک بیٹی ہے، آپ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ اپنا مال اس کو نہیں دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم عاجز آگئے کہ جب میں نے اپنے پاس سے اس کو نہیں دیا تو تم خود اس کے لیے کماؤ، جس طرح دوسرے لوگ اپنی بچیوں کے لیے کسب معاش کرتے ہیں؟ خدا کی قسم! تمہارے لیے میرے پاس وہی کچھ ہے جو عام مسلمانوں میں سے کسی آدمی کے لیے ہوسکتا ہے اور میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (فیصلہ کرنے والی) ہے، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔'' (الزھد والرقائق، ص ۳۷۵)

بیوی کے خرچ کرنے پر ثواب کا تذکرہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں موجود عورتوں کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے کھڑے ہوکر فرمایا:

''اے عورتوں کی جماعت! میں نے ناقص العقل اور ناقص الدین ہونے کے باوجود تم سے زیادہ کسی اور کو عقلمند اور ہوشیار آدمیوں کے دلوں (عقلوں) کو اچکنے والا نہیں دیکھا، میں نے دیکھا ہے کہ تم قیامت کے روز (دوسروں سے) زیادہ جہنم میں جانے والی ہو، لہٰذا تم حتیٰ المقدور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو، ان عورتوں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی بیوی بھی موجود تھیں وہ فوراً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس گئیں، اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سنایا۔ پھر اپنے زیورات لیے، ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ تم یہ زیورات کہاں لے جارہی ہو؟ بیوی نے کہا کہ میں اس کے ذریعہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کروں

گی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیرا ناس ہو! ادھر لاؤ، یہ مجھ پر صدقہ کردو اور میرے بچوں پر، ہم اس کے مستحق ہیں، بیوی نے کہا کہ نہیں، جب تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوجاؤں (اور ان سے مسئلہ دریافت نہ کرلوں، تمہیں نہیں دے سکتی) چنانچہ وہ گئیں اور وہاں پہنچ کر اجازت چاہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ زینب ہے، اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ کون سی زینب ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی بیوی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی تو وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس جاکر میں نے وہ بات ان کو بتائی اور پھر اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کچھ زیورات لیے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم والوں میں سے نہ بنادے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ تم یہ زیور مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ کردو، ہم بھی اس کے مستحق ہیں میں نے جواب میں کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل نہ کرلوں گی میں آپ پر صدقہ نہیں کرسکتی، (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ زیور اس پر اور اس کے بچوں پر صدقہ کردو، کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔''

(صحیح ابن خزیمہ ٤/١٠٦) و اسنادہ صحیح)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہما سچ کہتے ہیں: تمہارے شوہر اور تمہاری اولاد تمہارے صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''ہاں، ان دونوں پر خرچ کرنے کا دوہرا اجر ہے، ایک قرابت داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کرنے کا اجر۔''

۵ ..... اسلامی شادی کے اہداف و مقاصد:

اسلامی شادی سے مقصود زوجین کی جنسی تسکین نہیں ہے، گو یہ ثانوی درجہ کا ہدف اور مقصد ہے جو جسم کے محرکات کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے جبکہ اسلامی شادی سے اعلیٰ اہداف و مقاصد مطلوب ہوتے ہیں جن سے اہم ترین یہ ہیں:

۱: **مسلمانوں کی تعداد کو بڑھانا اور رسول اللہ ﷺ کے دل کو خوش کرنا:** چنانچہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے حسن و جمال والی عورت (نکاح کے لیے) ملتی ہے مگر وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے شادی کرلوں'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں'' پھر دوسری بار حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پھر منع فرمایا، تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے شادی کرو کہ میں دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کے بل بوتے فخر کروں گا۔'' (رواہ ابو داود والنسائی)

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور تم شادی کیا کرو کہ میں قیامت کے روز دوسری امتوں پر تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔''

۲: **پاکدامنی اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا:** جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی صدقہ ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو اپنی خواہش کو پورا کرتا ہے تو کیا اس پر بھی اسے اجر ملے گا! آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم مجھے بتاؤ کہ اگر وہ حرام جگہ پر اپنی خواہش کو پورا کرے تو کیا اس پر گناہ کا بوجھ نہ ہوگا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بس اسی طرح اگر وہ حلال جگہ پر اپنی خواہش کو پورا کرے گا تو اس پر اسے اجر ملے گا۔'' (رواہ مسلم والنسائی واحمد)

مسلم نسل کی تخلیق: جیسا کہ عملِ مباشرت کے وقت نیک اولاد کے حصول کی نیت کی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں "باب من طلب الولد للجهاد" کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ایک دن) سلیمان علیہ السلام نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج رات میں ننانوے یا سو بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر عورت ایک شہسوار پیدا کرے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، (اس پر) ان کے ساتھی نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ کہو، لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا، جس کا اثر یہ ہوا کہ صرف ایک عورت (بیوی) حاملہ ہوئی، وہ بھی ادھورا بچہ لائی (جنم دیا)، (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ سب کے سب شہسوار بن کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری'' ۷/۲۷۲ پر "باب من طلب الولد للجهاد" کے تحت رقمطراز ہیں کہ ''یعنی مباشرت کے وقت اولاد کے حصول کی نیت کرے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور اس پر اسے اجر حاصل ہو، اگرچہ یہ بات واقع نہ ہو۔''

ابوالحسن الماوردی رحمۃ اللہ علیہ اسی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جماع کے موقع پر اولاد کی نیت کرے اور شیطان مردود سے پناہ مانگے اور اولاد کے متعلق یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی اولاد عطا فرمائے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ہاتھوں مخلوق کی اصلاح اور حق بات کا قیام اور سچائی کی تائید بندوں کی منفعت اور شہروں کی تعمیر کا سامان ہو۔'' (نصيحة الملوك ص ٦٦)

انسان کی نسل و اولاد کا قائم رکھنا: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوحفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اولاد کے حصول کو ترک نہ کرے، کیونکہ آدمی جب فوت ہو جاتا ہے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔'' (المجمع ٤/٢٥٨)

قابل توجہ امر یہ ہے کہ دورِ حاضر میں دنیائے کفر اور ان کے ہم نوا مسلمان بھی مسلمانوں کو تحدیدِ نسل پر آمادہ کرتے ہیں اور ان کے افکار و خیالات کو بدلتے ہیں جبکہ اس کے بالمقابل کفار کی نسل بڑھانے پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی تعداد کم ہوجائے گی اور کفار کی تعداد زیادہ ہوجائے گی۔ اسی مقصد کی خاطر حضور نبی کریم ﷺ نے نسل بڑھانے پر مسلمانوں کو ابھارا ہے تاکہ مسلمان عزت اور قوت حاصل کرسکیں۔ چناں چہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی گھر میں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو گھر والوں کو وہ عزت ملتی ہے جو اس سے پہلے انہیں حاصل نہیں تھی۔'' (رواہ الطبرانی فی الاوسط، المجمع ۸/۱۵۵)

۶..... کامیاب مربی کی صفات:

چند بنیادی صفات ایسی ہیں کہ مربی ان سے موصوف ہو تو عملی تربیت میں بڑی مدد حاصل ہوسکتی ہے، بشری کمال تو اللہ کے پیغمبروں کو ہی حاصل ہوتا ہے، لیکن انسان اپنی مقدور بھر طاقت اور کوشش کرسکتا ہے کہ حتی الوسع اپنی ذات کو بھی ملحوظ رکھے اور اس کی صورت یہ ہے کہ عمدہ اخلاق اور کریمانہ صفات اپنے اندر پیدا کرے، بالخصوص جب وہ تربیت کے میدان میں پیشوا کی حیثیت رکھتا ہو کہ نئی نسل اُسے اپنا مربی اور اپنا رہبر خیال کرتی ہو۔ ذیل میں ایسی چند صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے حصول کی مربی کو کوشش کرنی چاہیے۔

۱: **تحمل اور بردباری اور آہستہ روی:** امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا: ''تمہارے اندر دو ایسی صفات موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور وہ ہیں حلم و بردباری اور ہر کام میں آہستہ روی اختیار کرنا۔''

یہاں ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے نئی نسل کے اخلاق کی تعمیر میں ان دو صفات، حلم و بردباری اور آہستہ روی کی اہمیت پر خوب روشنی پڑتی ہے:

''عبداللہ بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن مامون کے پاس بیٹھا تھا کہ

اس نے خادم کو آواز دی کہ اے غلام! کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے دوبارہ زور سے آواز دی کہ اے غلام! تو ایک ترکی غلام آیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ کیا غلام کے لیے کچھ کھانا پینا بھی نامناسب ہے؟ جب سے ہم آپ کے پاس سے ہوکر باہر آئے ہیں، آپ یہی چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ اے غلام، اے غلام، (یہ سن کر) مامون نے کافی دیر تک اپنا سر جھکائے رکھا، مجھے یقین ہو چلا کہ وہ مجھے اس غلام کی گردن اڑانے کا حکم دیں گے، تھوڑی دیر کے بعد میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے عبد اللہ! انسان جب اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے تو اس کے خادموں کے اخلاق بگڑنے لگتے ہیں، ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ اپنے خادموں کے اخلاق کی اصلاح و بہتری کے لیے اپنے اخلاق بگاڑ لیں۔''

(تربیۃ الاولاد فی الاسلام ۲/۲۸۵)

۲: **نرم برتاؤ کرنا اور سختی سے اجتناب کرنا:** امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نرم برتاؤ کرنے والے ہیں۔ نرم روی کو پسند کرتے ہیں اور نرم برتاؤ کرنے پر وہ اجر عطا کرتے ہیں جو سخت روی پر عطا نہیں کرتے، نیز جو اس کے ماسوا پر عطا نہیں کرتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور تمام کاموں میں نرم روی کو پسند کرتے ہیں۔'' (متفق علیہ)

نیز ان ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کام میں بھی نرم روی ہوتی ہے وہ کام خوبصورت ہو جاتا ہے اور جس چیز سے بھی نرم روی کو نکال دیا جائے گا وہ چیز عیب دار ہو جائے گی۔'' (رواہ مسلم)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

''جو شخص نرم روی سے محروم رہا وہ ساری خیر سے ہی محروم رہا۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ کو جب کسی گھر کے افراد کے ساتھ خیر و بھلائی کرنا منظور ہوتا ہے تو نرم روی پر ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔''

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ:

''جب اللہ تعالیٰ کو کسی گھرانہ کے ساتھ کوئی خیر و بھلائی کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں نرم روی کو پیدا کر دیتے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم عشاء کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھ رہے تھے کہ دورانِ نماز جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو حسن و حسین رضی اللہ عنہما کود کر آپ ﷺ کی کمر مبارک پر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے جب سر مبارک اٹھایا تو ان کو پکڑا اور آرام سے ایک طرف کو کر دیا، جب دوبارہ سجدہ میں گئے تو ان دونوں نے دوبارہ ایسا ہی کیا، جب نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ نے ایک کو ایک طرف اور دوسرے کو دوسری طرف کر دیا، میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں ان دونوں کو ان کی اماں کے پاس نہ لے جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں'' پھر اچانک بجلی سی چمکی تو آپ ﷺ نے (بچوں سے) فرمایا کہ ''جاؤ اپنی ماں کے پاس'' چنانچہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے چلتے گھر میں داخل ہو گئے۔'' (مستدرك الحاكم ٣/١٦٧)

محترم قارئین! اب ہم ایک انوکھا قصہ بیان کرتے ہیں، تاکہ ہمیں اسلاف کا تعامل اور ان کے تحمل کا پتہ چل سکے، منقول ہے کہ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غلام مٹی کے بنے ایک لوٹے سے ان پر پانی انڈیل رہا تھا کہ اچانک وہ لوٹا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر گر کر ٹوٹ گیا اور پاؤں زخمی ہو گیا، غلام نے فوراً کہا کہ اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ [آل عمران: ١٣٤] ''اور وہ غصہ کو پی جانے والے ہیں۔''

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اپنے غصہ کو پی لیا، پھر اس غلام نے (اگلا جملہ) پڑھا، ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ ''یعنی وہ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہیں۔'' زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری خطا سے درگزر کردیا، غلام نے کہا کہ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یعنی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔'' زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تم اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہو۔''

(تربیۃ الاولاد ۲/۲۸۵)

۳: مہربان دل: ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان قریب العمر تھے، بیس روز تک ہم نے قیام کیا (اس عرصہ میں ہم نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی رحیم اور مہربان پایا، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر جانے کا شوق ہوا ہے تو ہم سے پوچھا کہ گھروں میں کن کو چھوڑ کر آئے ہو؟ ہم نے ساری بات بتائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے گھر واپس جاؤ اور ان میں قیام کرو اور ان لوگوں کو دین سکھاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور فلاں وقت میں فلاں نماز اور فلاں وقت میں فلاں نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جو (عمر میں) بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔'' (متفق علیہ)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر درخت کا ایک پھل ہوتا ہے اور دل کا پھل اولاد ہے، جو شخص اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں رحم کرنے والا ہی داخل ہوگا'' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! رحم تو ہم میں سے ہر ایک کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''رحم یہ نہیں ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنے صاحب (ساتھی) پر رحم کرے بلکہ رحم یہ ہے کہ تمام لوگوں پر رحم کرتا ہو۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک

عورت پر پڑی جس کے ساتھ دو بچیاں تھیں، اس نے ایک کو اٹھا رکھا تھا اور دوسری بچی کو آگے آگے چلا رہی تھی، (اسے دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ مائیں بچے اٹھانے والی اور رحم کرنے والی ہیں اگر ان کا سلوک اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا ہوتا تو ان میں نماز پڑھنے والیاں جنت میں داخل ہوجاتیں۔'' (مستدرك الحاكم ٤/١٧٣)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ دو بچے تھے، آنحضور ﷺ نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں تو اس عورت نے دونوں بچوں کو ایک ایک کھجور دے دی، پھر ایک بچہ رونے لگا تو کھجور کو دو ٹکڑے کیا اور ہر ایک کو آدھی آدھی دے دی (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ مائیں بچوں کو اٹھانے والی ہیں اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی ہیں، اگر ان کا سلوک اپنے خاوندوں کے ساتھ اچھا ہوتا تو ان میں نماز پڑھنے والیاں جنت میں داخل ہوجاتیں۔'' (مستدرك الحاكم ٤/١٧٤)

[۴]: آسان صورت کو اختیار کرنا جبکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کا کہا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں آسان ترین کام کو اختیار کیا جبکہ وہ کام گناہ کا نہ ہو، اگر گناہ کا ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہتے، اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا، البتہ اگر اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔'' (متفق عليه)

[۵]: نرم خوئی اور نرم مزاجی: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسا شخص نہ بتاؤں جس پر دوزخ کی آگ حرام ہے؟ (تو سنو) ہر ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے جو نرم خو اور نرم مزاج ہو۔''

(رواه الترمذي، وقال حديث حسن)

۶: غصہ سے پرہیز کرنا: بچوں کی عملی تربیت میں غصہ اور جنونی اشتعال منفی اثرات رکھتا ہے، بلکہ معاشرتی پہلو سے بھی اس کے اثرات منفی ہوتے ہیں، جب انسان اپنے غیظ و غضب پر قابو پالے تو یہ اس کے لیے بھی فلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا اور اس کی اولاد کے لیے بھی، بصورتِ دیگر معاملہ برعکس ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس آدمی کو جس نے اپنے لیے خاص طور پر وصیت کا سوال کیا تھا، تین مرتبہ یہی جواب دیا کہ "لا تغضب" یعنی غصہ مت کر۔"

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ)

نیز آنحضور ﷺ نے غصہ پر قابو پانے کو اصل بہادری قرار دیا۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔" (متفق علیہ)

نیز مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زین العابدین بن حسن رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کو دو مرتبہ بلایا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا، (جب غلام حاضر ہوا تو) زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟ غلام نے جواب دیا کہ ہاں، سنی تھی، آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے میری آواز پر جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا کہ آپ سے کوئی خطرہ نہیں، میں آپ سے مطمئن اور بے خوف ہوں، اور مجھے آپ کے اخلاق کی پاکیزگی معلوم تھی، اسی لیے میں نے سستی سے کام لیا، (اس پر) زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ الحمد للہ! کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے غلام کو مجھ سے بے خوف رکھا۔ (تربیۃ الاولاد ۲/۳۵۲)

۷: اعتدال اور میانہ روی: حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہر کام میں ناپسندیدہ ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دین کے کاموں میں اعتدال کو پسند کرتے تھے، جب دینی امور میں یہ حال ہے تو زندگی کے باقی امور میں کیا حال ہوگا، جن میں اہم ترین بچوں کی عملی تربیت ہے۔

چنانچہ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمر البدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز میں لیٹ ہو جاتا ہوں، کیونکہ وہ طویل نماز پڑھاتا ہے، پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن جس قدر غصہ میں دیکھا اس سے پہلے کبھی کسی وعظ و نصیحت میں غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم میں سے بعض لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں، تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اسے مختصر نماز پڑھانی چاہیے، کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔'' (متفق علیہ)

۸: وعظ و نصیحت سے نگہداشت کرنا: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زیادہ گفتگو سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ ہر وقت پند و نصیحت کی جائے، جبکہ اس کے برعکس وقفے وقفے سے وعظ و نصیحت کرنا اور اس سے بچوں کی نگہداشت کرنا مفید اور کارآمد ثابت ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جو شخص فقہ کی طلب اور خواہش نہ رکھتا ہو اس سے فقہ بیان نہ کرو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی یہ نکتہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے سمجھا تھا۔

چنانچہ ابووائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ایک بار ہمیں وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، کسی نے ان سے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! میری خواہش ہے کہ آپ ہر روز ہمیں پند و نصیحت کیا کریں، (اس پر) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''مجھے اس بات سے یہ چیز مانع ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہیں ملول خاطر (اکتاہٹ) کروں اور میں وعظ و نصیحت سے تمہاری نگہداشت کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اکتاہٹ کے اندیشہ سے وعظ و نصیحت کے ذریعہ ہماری نگہداشت کیا کرتے تھے۔'' (متفق علیہ)

۷..... والدین کے لیے خوشخبری:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے دوسرے نفع اٹھاتے ہوں اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو ہو۔''

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمر میں اضافہ کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی شخص (کی موت) کو مؤخر نہیں کرتے جب اس کی اجل آجاتی ہے، بلکہ عمر میں اضافہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک اولاد عطا فرمادیں جو اس کے لیے دعائیں کرے اور ان کی دعا قبر میں اس کو پہنچے۔''

(تفسیر ابن کثیر ٤/٣٧٣، کنز العمال ١٦/٢٨١)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الادب المفرد'' میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

''مرنے کے بعد میت کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو میت کہتی ہے کہ اے میرے رب! یہ کیا چیز ہے؟ رب تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کیا ہے۔'' (رواہ الطبرانی فی الاوسط، المجمع ١٠/٢١٠)

ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ:

''بچہ بالغ ہونے تک جو نیکی بھی کرتا ہے وہ نیکی اس کے والد یا والدین کے لیے لکھی جاتی ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ نہ اس بچہ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے والدین کے نامہ اعمال میں۔''

(الفتح الربانی فی ترتیب مسند الامام احمد ٧/٥١)

۸..... اولاد دُنیا کی رونق ہے:

اولاد، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک عطیہ ہے۔ جس کو دیکھ کر انسان کا

دل باغ باغ ہوجاتا ہے، اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل ان سے بات چیت کر کے تروتازہ ہوتا ہے، بس یہ اولاد اس دُنیا کی رونق ہے، بہت سی آیات قرآنی اس امر کی وضاحت کرتی ہیں:

❶ ....﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ [آل عمران: ١٤]

''لوگوں کو خوشنما معلوم ہوتی ہے محبت مرغوب چیزوں کی، عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے، نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی، یہ سب استعمال کی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجامِ کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

❷ ....﴿اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا﴾ [الكهف: ٤٦]

''مال اور اولاد حیاتِ دنیوی کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔''

❸ ....﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ [الحديد: ٢٠]

''تم خوب جان لو کہ دُنیا کی زندگانی کھیل ہے اور دل بہلانا ہے اور بناؤ کرنا ہے اور آپس میں بڑائی کا اظہار کرنا ہے اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے۔''

اسی بناء پر کفار کو دنیا کی اس رونق سے دھوکہ لگا اور وہ مال و اولاد میں ایک دوسرے پر فخر

جتانے لگے اور انہوں نے مال و اولاد کی کثرت کو دیکھ کر سمجھا کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ ان چیزوں کی وجہ سے مسلمانوں پر برتری رکھتے ہیں، لیکن مندرجہ ذیل آیات ان کے بوسیدہ خیالات اور جاہلانہ فخر و مباہات کی تردید کرتی ہیں اور مسلمانوں کو اس بات پر متنبہ کرتی ہیں کہ ایسی کثرت ان کو ذرا بھی فائدہ نہ دے سکے گی اور خدا کے عذاب سے بچا نہ سکے گی۔

4 ....﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

[آل عمران: ١١٦]

''جو لوگ کافر رہے ان کے مال ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

5 ....﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ [التوبة: ٥٥]

''سو ان کے اموال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے۔''

6 ....﴿كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا ۚ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [التوبة: ٦٩]

''(اے منافقو) تمہاری عادت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت مال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا تو تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسے وہ لوگ گھسے تھے اور ان لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں۔''

❼ ....﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ [المؤمنون: ٥٥،٥٦]

''کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔''

❽ ....﴿وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ [سبا: ٣٥-٣٧]

''اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے لیکن اکثر لوگ واقف نہیں اور تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے سو ایسے لوگوں کے لیے ان کے عمل کا دوگنا صلہ ہے اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے۔''

قرآنی آیات انسان کو اولاد کے فتنہ (امتحان و آزمائش) پر آگاہ کرتی ہیں یعنی ایسا نہ ہو کہ اولاد سے ان کی محبت اس درجہ تک ہو جائے کہ احکامِ خداوندی پامال ہونے لگیں اور وہ

اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا سبب بن جائیں، اسی مقصد کی خاطر درج ذیل آیات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

① ....﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [الانفال: ۲۸]

''اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر (موجود) ہے۔''

② ....﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَّاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

[التغابن: ۱۴ تا ۱۵]

''اے ایمان والو تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لیے ایک آزمائش کی چیز ہے اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔''

③ ....﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۠ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

[لقمان: ۳۳]

''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کردے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔''

اور اس آیت مبارکہ میں اس شخص کے لیے وعید اور تہدید آئی ہے جو اولاد کی محبت کو دین وشریعت پر مقدم رکھتا ہو:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [التوبة: ٢٤]

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔''

لیکن اگر اولاد دین وایمان سے دور کوئی راہ اپنالے اور فاسقوں فاجروں کے نقش قدم پر چلنے لگے تو پھر انہیں سدھارنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کی صورت یہی ہے کہ ان بچوں کو جسمانی، نفسیاتی اور اجتماعی ہر لحاظ سے دوسروں سے الگ کر دیا جائے۔

ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[المجادلة: ٢٢]

''جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے برخلاف ہیں خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔''

فتنۂ اولاد میں کفارہ بننے والی چیزیں:

نماز، روزہ، صدقہ خیرات، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا، یہ ایسی چیزیں ہیں جو اولاد کے فتنہ میں پڑنے پر گناہوں سے کفارہ بنتی ہیں، جیسا کہ اس حدیث مبارک میں وارد ہوا ہے:

شیخین رحمہما اللہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث نقل کی ہے:

جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''آدمی کا فتنہ اس کے مال و اولاد اور اس کی ذات اور اس کے پڑوسی میں ہوتا ہے اور نماز، روزہ، صدقہ خیرات، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا اس کے لیے کفارہ بن جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سب کو نیک اولاد عطا فرمائے جو اطاعت خداوندی پر ہماری معاون ہو اور جب ہم بھول جائیں تو ہمیں یاد دلائے اور راہ سے دور ہوں تو ہمیں نصیحت اور ہماری خیر خواہی کرے۔

۹ شیطان اور انسان کے درمیان کشمکش:

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں شیطان اور انسان کے درمیان کشمکش، رسہ کشی اور ٹکراؤ بھی ہوا کرتا ہے، شیطان نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اولادِ آدم کو اللہ کی راہ سے دور رکھنے اور اس

کو اطاعت خداوندی سے برگشتہ کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا اور یہ بات خود اللہ جل شانہ نے ہمیں بتائی ہے، تاکہ ہم حقیقت حال سے آگاہ ہوسکیں، اللہ تعالیٰ نے زمانۂ طفولیت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے، تاکہ شیطان کے اثر سے پہلے ہی اس کی تربیت کرسکیں، وہ زمانہ ایک بنیادی دور ہوتا ہے، اگر والدین اس کو ضائع کردیں تو بڑا نقصان متوقع ہوتا ہے، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت کے لیے اپنی بھرپور جدوجہد صرف کریں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾

[بنی اسرائیل: ٦٢-٦٤]

”کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے، تو بھلا بتایئے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دے دی تو میں بھی چند لوگوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کروں گا، ارشاد ہوا کہ جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا شریک کرلینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔“

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”میں نے اپنے بندوں کو گناہوں سے پاک پیدا کیا، پھر شیاطین نے آکر ان کو

اپنے جال میں پھنسایا اور گمراہ کر دیا۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اولاد کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کی وجہ سے اس نعمت کی محرومی پر ان کا امتحان لیتے ہیں وہ اس لیے کہ ان کے دِل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور اولاد کی خواہش خصوصاً نیک اولاد کی چاہت اور اس کے حصول کے لیے بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑا کر دُعائیں کریں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ [الشوریٰ: ۴۹، ۵۰]

''اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔''

زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ اس مسئلہ (بے اولادی) کا حل یہ نکالتے کہ دوسروں کی اولاد کو اپنا متبنّٰی بنا لیتے تھے، ان کو پالتے پوستے اور ان کی نسبت اپنی طرف کرتے کہ یہ ان کی اولاد ہے۔ ان کے ایسے افکار و خیالات کی تردید کے لیے آیات اتریں کہ بچوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے۔

ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الاحزاب: ٤،٥]

''اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہی اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جائے تو اس سے تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن ہاں جو تم اپنے دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

١٠..... والدین کے نیک ہونے کے اولاد پر اثرات:

والدین چونکہ پرورش پانے والے بچہ کے لیے بہترین نمونہ ہوتے ہیں اس لیے بچوں کے ذہن پر ان کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان والدین کا تقویٰ و پرہیزگاری اور دین خداوندی کی اتباع کی صفت سے موصوف ہونا ایک ایسا وصف ہے کہ اگر وہ تھوڑی سی محنت اور کوشش اور آپس میں تعاون کریں تو وہ بچے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ لیے پروان چڑھ سکتے ہیں، اس آیت کریمہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ [آل عمران: ٣٤]

''یعنی بعضے ان کے بعض کی اولاد ہیں۔''

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات اولاد اس قاعدہ اور اصول سے باہر ہوتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے، نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس طرح ان کے دِل بیدار اور ہوشیار رہیں اور نیک اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑائیں۔

ماں باپ کا نیک ہونا اولاد کے لیے مفید ہوتا ہے۔ دیکھئے! سیّدنا خضر علیہ السلام نے بلا اجرت دیوار تعمیر کی تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اجرت نہ لینے کا سبب دریافت کیا تو خضر علیہ السلام کا جواب یہ تھا:

﴿وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾ [الکھف: ٨٢]

''یعنی ان یتیموں کا باپ نیک تھا۔''

بلکہ فرشتے بھی مومن اور اس کے والدین اور اولاد کے لیے دعائیں کرتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

[غافر: ۸]

''اے ہمارے پروردگار اور ان کو عدن کے باغات میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے نیک باپوں اور بیویوں اور اولاد کو بھی، بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔''

اولاد کی پرورش جب اللہ کی اطاعت اور اس کے دین کی دعوت پر ہوگی تو یہ چیز جنت میں آپس میں ملاقات کا باعث بنے گی۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ۚ كُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ﴾

[الطور: ۲۱]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا۔''

اسی بناء پر ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! میں تیری خاطر ہی کثرت سے نمازیں پڑھتا ہوں۔

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ اولاد کی پیدائش سے پہلے ہی نیک اعمال بجالاتے تھے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک لڑکا عطا فرمائیں گے، وہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے جو عہد و میثاق عالم ارواح میں لیا تھا میں اس کا پابند ہوں اور میں اپنی اولاد کی اس وقت سے نگہداشت کرتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو عالم

شہود (دنیا) میں لے آئے۔"

اس سے پتہ چلا کہ سلف صالحین، نیک اولاد کی کس قدر خواہش اور تمنا رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اولاد نصیب فرمائے کہ وہ ذات سننے والی اور قریب ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: ۳۹] تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ﴿اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ [الطور: ۲۱] اس سے مراد ایمان میں متابعت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آباء واجداد کے نیک ہونے کی برکت سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (حاشية ابن عابدين ۱/۵۳)

ایک روایت میں یوں ہے کہ "اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

> "اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو بھی اس کے ساتھ جنت میں اس کے مقررہ درجہ میں پہنچا دیں گے اگرچہ عمل کے اعتبار سے وہ (اولاد) اس سے کم تھی، پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ [الطور: ۲۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال میں کچھ کمی نہیں کریں گے۔"

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی سے سرگوشی فرما رہے تھے، (یہ دیکھ کر) وہ بیٹھ گئے، سلام بھی نہیں کیا، جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہ سلام کرتے تو ہم اس کا انہیں جواب دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں، یہ شخص ان اسّی لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حنین کے دن ثابت قدمی دکھائی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اور ان کی اولاد کو بھی جنت عطا فرمائی ہے۔ (الاصابہ ۱/۳۱۲)

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نماز میں مجھے اولاد یاد آتی ہے تو میں نماز میں اضافہ کر دیتا ہوں، (کیونکہ) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ سات پشتوں تک نیک آدمی کی نیکی کو محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے:

﴿اِنَّ وَلِيِّ ۦ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾

[الاعراف: ١٩٦]

''اور یقیناً میرا دوست اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں سے دوستی کرتا ہے۔'' (قالہ القرطبی۔ حسن الاسوۃ (٩٤)

١١.....شادی اور رشتۂ مصاہرت:

شادی انسان کو ملنے والی ایک نعمت ربانی ہے اور یہ تمام پیغمبروں کی سنت بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے مذکر و مؤنث کے ملاپ اور جوڑ سے حیاتِ انسانی کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے اسے سنت قرار دیا ہے اور اس ارتباط اور تعلق سے تقدیر الٰہی کا ظہور ہوتا ہے کہ اس نے زوجین کو جمع کر دیا:

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ﴾ [النحل: ٧٢]

''اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اور (پھر) تمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد خبر پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس شادی کی کیفیت اور صورت میں غور و فکر کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے اور یہ زمین پر اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نعمت اور نشانی کی عظمت میں غور کر کے انسان اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس پر ایمان لا سکتا ہے اور اس کے

دین کی تصدیق کرسکتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةًؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

[الروم: ۲۱]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کی بیوی بنائی تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔''

اور یہ عجیب رشتۂ مصاہرت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان مقرر کردیا اور اس سے اپنا خاص کرم اور عنایت کا اظہار کیا اس رشتہ کو اپنی رحمت و مودّت اور سکون کی غذا سے تقویت پہنچائی۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًاؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا﴾ [الفرقان: ٥٤]

''وہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔''

۱۲..... نیک اولاد کی اُمید سے صحبت کے وقت دُعا کرنا:

عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتے وقت یہ دُعا پڑھ لے:

((بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رُزِقْنَا))

اور اس کے نتیجہ میں بچہ ہوا تو شیطان اسے کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''

(اخرجه الشيخان)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اگر کوئی شخص صحبت کے وقت یہ دُعا پڑھ لے:

((اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رُزِقْنَا .))

اور ان کے لیے بچہ مقدر ہوا تو اسے ان شاء اللہ شیطان نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

نیز عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

"جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آتے وقت یہ پڑھے: "باسم الله اللهم بارك لنا فيما رزقتنا ولا تجعل للشيطان نصيبًا فيما رزقتنا" تو امید ہے کہ اگر عورت حاملہ ہوئی تو نیک بچہ پیدا ہوگا۔"

۱۳..... بچہ اس سے پہلے ایک بے حقیقت چیز تھا:

شادی بیاہ کا عمل پایۂ تکمیل کو پہنچنے کے بعد میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے نیک اولاد مانگتے ہیں کہ وہ ذات ان پر نیک و صالح اولاد عطا فرما کر اپنا احسان کرے، جوں جوں اس نعمت اولاد کے حصول میں تاخیر ہوتی جاتی ہے ان کی طلب اور خواہش میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ان کا اصرار بڑھتا جاتا ہے، اس موقع پر قرآن کی ایک آیت ذکر کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پیدائش سے قبل ایک بے حقیقت چیز تھا اور اسے اس دُنیا میں لانے والی ذات اللہ ہی کی ہے، لہٰذا انسان پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کو ہر جگہ مقدم رکھے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾

[الدهر: ١]

"بے شک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔"

۱۴..... بچہ کی حقیقت ایک نطفہ کی ہے:

قرآنی آیات انسان کو اپنی اصلیت کے بارے میں غور و فکر کرنے کی طرف دعوت دیتی ہیں کہ وہ کن اجزاء سے مرکب ہو کر وجود میں آیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اسے

پہچان ہو اور غرور و تکبر نہ کرے، اپنی بڑائی نہ جتائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے اعراض نہ کرے۔

ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ [الطارق: ٥-٧]

''اور انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ﴾ [عبس: ١٧-١٩]

''آدمی پر خدا کی مار، وہ کیسا ناشکرا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے، اس کی صورت بنائی، پھر اس کو اندازے سے بنایا۔''

نیز فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾

[الواقعه: ٥٨،٥٩]

''اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو کیا اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ [الدهر: ٢]

''تحقیق ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلّف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔''

۱۵..... رحم مادر میں صورت گری اور جنین کے تدریجی مراحل پر سرسری نظر:

مرد وعورت کے ملاپ کے بعد جنین کی صورت گری کا آغاز ہوتا ہے اور نر اور مادہ کی تعیین اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور اس کی صورت وشکل بھی وہی بناتے ہیں،

ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ [آل عمران: ٦]

''وہ ایسی ذات ہے جو رحم مادر میں تمہاری صورت بناتی ہے جیسے چاہتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی غالب حکمت والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ [لقمان: ٣٤]

''بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّکُمْ ۚ وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ

وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ﴾ [الحج: ٥]

''اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ بعض پوری ہوتی ہے اور بعض ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کردیں اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک مدت معین تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ اور بعض تم میں وہ بھی ہیں جو مرجاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو نکمّی عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہوکر پھر بے خبر ہوجاتا ہے اور تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

[فاطر: ١١]

''اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے، بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ﴾ [الزمر: ٦]

''وہ تم کو ماں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین اندھیروں میں۔''

حمل کا عمل شروع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس نئے جنین کی نگہداشت کرتا ہے اور حاملہ ماں بسا اوقات ایسی تکلیف جھیلتی ہے جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ [الاحقاف: ١٥]

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے تکلیف میں اس کو اٹھایا۔''

حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بیان کی گئی ہے:

﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الاحقاف: ١٥]

''اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے۔''

پس حمل اور رضاعت دونوں کی مدت تیس ماہ کے مساوی ہوتی ہے کہ مدت رضاعت دو سال اور حمل کا زمانہ چھ ماہ کا ہے۔ اسی پر حضرت علی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں جنین کے ان ہی تدریجی مراحل کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ صادق و مصدوق ہیں)، نے ہم سے بیان فرمایا کہ:

''تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کا مرحلہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن تک بستہ خون بنتا ہے، پھر اتنے ہی دن تک لوتھڑا بنتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیج دیتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے

چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کا رزق، اس کی عمر، اس کا عمل اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا لکھتا ہے۔''

۱۶..... بانجھ پن کا نبوی علاج:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک انصاری آدمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری کوئی اولاد نہیں ہے اور کوئی بچہ نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کثرت سے استغفار اور صدقہ کرو تمہیں اولاد نصیب ہوگی، چنانچہ وہ آدمی کثرت سے استغفار اور صدقہ خیرات کرتا رہا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اس کے ہاں نو لڑکے پیدا ہوئے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارک کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ شاید یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے جس میں نوح علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ [نوح: ۱۰-۱۲]

''پس میں نے (ان سے کہا) کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور مال و اولاد سے تمہاری امداد کرے گا اور تمہیں باغات اور نہریں دے گا۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے کہ:

''جو شخص کثرت سے استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کو دور کرتے ہیں اور مشکل آسان کر دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتے ہیں جہاں سے اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔'' (رواہ احمد والحاکم)

۱۷..... اولاد سے اظہارِ برأت پر سزا و عذاب:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنی اولاد سے نسبت کی نفی کرتا ہے کہ اسے دنیا میں رسوا کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب کے روبرو اسے رسوا کریں گے تا کہ اس کا بدلہ ہوجائے۔'' (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہ فرمائیں گے اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور نہ ہی ان کی طرف دیکھیں گے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے والدین سے اظہار برأت اور ان سے اعراض کرنے والا اور (دوسرا) اپنی اولاد سے اظہارِ برأت کرنے والا۔''

(رواہ احمد والطبرانی)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد صحیح کے ساتھ نیز ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، بغوی رحمۃ اللہ علیہ، ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ خشخاش عنبری کہتے ہیں کہ:

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نہ تم اس پر الزام لگاؤ اور نہ وہ تم پر کوئی الزام لگائے۔''

(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ٩٩٠)

نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثابت قرار دیا کہ ابورمثہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ میں حاضر ہوا، میرے والد نے سلام بحضور ﷺ پیش کیا، ہم کچھ دیر بیٹھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے والد سے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''واقعی ایسا ہے'' انہوں نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ان کی قسم کھانے اور باپ کے ساتھ میری مشابہت ہونے پر مسکرا کر دیئے، پھر فرمایا کہ ''یاد رکھو! تمہارا یہ بیٹا تم پر کوئی الزام نہ لگائے اور تم بھی اس پر کوئی الزام نہ لگاؤ'' پھر آپ ﷺ نے سورۃ النجم کی آیات ۳۸ تا ۵۶ یعنی ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (سے لے کر) ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی﴾ (تک) تلاوت فرمائیں۔

❁❁❁❁

فصلِ ثانی:

ولادت سے دو سال تک کا مرحلہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''جو شخص بچے کی پرورش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لآ الہ الا اللہ پڑھنے لگے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیں گے۔'' (مجمع الزوائد ۸/۱۵۹)

❀.....تمہید: عسرِ ولادت کی دُعائیں [۱] ..... ولادت کے پہلے دن کا عمل ❀.....صدقہ و خیرات کرنا ❀..... وراثت کا استحقاق ❀..... بشارت دینا ❀.....اذان اور اقامت کہنا ❀.....دُعا ❀..... تحنیک [۲] ..... ولادت کے ساتویں دن کا عمل ❀..... نام رکھنا ❀..... بال مونڈنا ❀.....عقیقہ کرنا ❀..... ختنہ کروانا [۳] ..... دو سال تک دودھ پلانا [۴] .....شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم اور اسے پاک کرنے کا طریقہ [۵] .....مسجد میں شیر خوار بچہ کو ساتھ لے جانے کا جواز [۶] ..... بول و براز پر قابو نہ پانے کی صورت میں بچہ کو مسجد میں لے جانے کی کراہت [۷] .....حقِ حضانت (پرورش کا حق) ماں کو حاصل ہے [۸] .....حقِ ولایت باپ کو حاصل ہے

❀❀❀❀

تمہید

عسرِ ولادت کی دعائیں:

بچہ کی پیدائش پر جسمانی اور نفسیاتی دونوں طرح کی تکالیف ہوتی ہیں، اور بچہ کی ولادت کا مرحلہ انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے اور یہ بات میاں بیوی دونوں کے لیے باعث پریشانی ہوتی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی اس صورتِ حال سے دو چار ہوئیں، جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾

[مریم: ۲۲،۲۳]

''پھر وہ اس کے ساتھ حاملہ ہوگئیں پھر اس حمل کو لیے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں پھر دردزہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔''

دردِ زہ کے وقت وہ دُعا پڑھنا مستحب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سکھائی تھی، چنانچہ ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ سند ضعیف کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب بچہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم دونوں جاؤ اور اس کے پاس بیٹھ کر آیت الکرسی اور یہ آیات پڑھو:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الاعراف: ٥٤]

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [یونس: ٣]

اور معوّذتین سورتیں پڑھ کر اسے اللہ کی حفظ و پناہ میں دو۔"

(الکلم الطیب ص ٨٧، عمل الیوم واللیلة ٦٢٥)

نیز ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب عورت پر ولادت کی تنگی ہو تو ایک صاف برتن لے کر اس میں یہ آیت لکھے: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ﴾ [الاعراف: ٣٥] آخر تک، اور یہ آیت بھی لکھے: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ [النازعات: ٤٦] اور یہ آیت بھی لکھے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [یوسف: ١١١] اس کے بعد اسے دھو کر اس عورت کو پلائے اور اس کے پیٹ اور شرمگاہ پر پانی چھڑک دے۔"

(عمل الیوم واللیلة، رقم: ٦٢٤)

ان مشکل گھڑیوں میں عورت کو صدق و اخلاص اور سچی توبہ کے ساتھ پوری طرح متوجہ الی اللہ ہونے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے اس کے لیے ولادت کا مرحلہ آسان کر دیں گے اور درد و الم کو برداشت کرنے کے اسباب فراہم کریں گے۔

شیخ ابن ظفر المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابوالسری منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ دردِ ولادت

میں مبتلا ہوئیں، ان کے پاس ان کی دایہ موجود تھی اور وہ (منصور بن عمار) اس وقت بچے تھے، والدہ نے ان سے کہا کہ جلدی سے اپنے والد کو بلا لاؤ، (جب وہ آئے تو) انہوں نے والدہ سے کہا کہ کیا تم اس مشکل وقت میں مخلوق سے مدد کی خواہاں ہو جو نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی، والدہ کہنے لگیں کہ میں (اس تکلیف سے) ابھی مرجاؤں گی، انہوں نے کہا کہ تم یوں کہو کہ اے اللہ! میری مدد فرما، جب والدہ نے یہ کہا تو اسی وقت بچہ کی ولادت ہوگئی۔''

(انباء نجباء الابناء ص ١٦٣)

اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت انسان پر ہر وقت جاری رہتی ہے، وہ ذات اس کے پہلے مرحلہ پر بھی اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرتی ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ﴾ [عبس: ٢٠] ''پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کردیا۔'' چنانچہ بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور جنین والی زندگی ختم ہوکر طفولیت کی حیات کا آغاز ہوتا ہے پھر اس موقع پر اس کے ولی اور سرپرست (باپ وغیرہ) پر اس کے چند حقوق لازم ہوجاتے ہیں:

١..... ولادت کے پہلے دن کا عمل:

❁: صدقہ وخیرات کرنا:

اس پر ہم ان شاء اللہ فصل ثالث میں گفتگو کریں گے۔

❁: وراثت کا استحقاق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بچہ جب چلّائے تو وراثت کا حقدار ہوگا۔'' (رواہ ابو داود)

نیز سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ:

''بچہ اس وقت تک وارث نہ ہوگا جب تک کہ زور سے نہ چلّائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ چیخے یا چھینکے یا روئے۔'' (سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ١٥٢)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے بیٹے عبد اللہ کی روایت میں اس کو ذکر کیا ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

"شرح السنة" میں مذکور ہے کہ:

''اگر کوئی انسان فوت ہو جائے اور اس کا وارث حمل ہو تو اس کی وراثت کی تقسیم کو موقوف رکھا جائے گا، پس اگر وہ زندہ حالت میں پیدا ہوا تو اس کا وارث ہوگا اور اگر مردہ حالت میں پیدا ہوا تو وارث نہ ہوگا بلکہ دیگر ورثاء وارث ہوں گے اور اگر زندہ پیدا ہو کر پھر مر جائے تو اس کا وارث ہوگا خواہ چلایا ہو یا نہ چلایا ہو بعد ازیں کہ اس میں زندگی کی کوئی علامت پائی گئی ہو جیسے چھینکنا، سانس لینا یا کوئی ایسی حرکت جس سے اس کی زندگی کا پتہ چلتا ہو۔''

(المنتقى من اخبار المصطفىٰ ٢/٤٦٧)

❁: بشارت دینا:

غمی خوشی کے موقع پر اسلامی معاشرہ کے افراد پوری طرح شریک ہوتے ہیں تا کہ اس معاشرہ کی بنیاد مضبوط شکل میں سامنے آئے، لہٰذا ایک نئے بچے کے معاشرے میں آنے پر معاشرہ کے لوگ اسے خوش آمدید کہتے ہیں اور بچہ کے والدین کو خوشخبری دینے میں جلدی کرتے ہیں اور اس طرح وہ فرشتوں کی بشارت کو بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [آل عمران: ٣٩]

''پس ان سے فرشتوں نے پکار کر کہا اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ علیہ السلام کی جن کے احوال یہ ہوں

گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے۔''

بچہ کی پیدائش پر فوری طور پر مبارک باد دینا والدین کے دل کی خوشی کو بڑھا دیتا ہے اور اس سے اسلامی معاشرہ کا باہمی ربط و تعلق بھی مضبوط ہوتا ہے۔

چنانچہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت پر ایک مہمان نے ان کے والدین کو یوں مبارک باد پیش کی کہ:

''اس عطا کردہ نعمت میں برکت ہو اور تم عطا کرنے والے کا بھی شکر بجالاؤ اور یہ بچہ نیک ہو اور جوانی کی عمر کو پہنچے۔'' (تحفة المولود لابن القیم رحمۃ اللہ علیہ)

۵: دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ:

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب بچہ کی ولادت ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہی۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی چند حکمتیں بیان کی ہیں:

1...اذان اسلامی شعائر میں سے ہے۔

2...دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان۔

3...پھر اس اذان سے نومولود کی تخصیص ضروری ہے کہ اس کے کان میں آواز لگائی جائے۔

4...آپ جانتے ہی ہیں کہ اذان کی خاصیت یہ ہے کہ اسے سن کر شیطان بھاگتا ہے اور شیطان ابتدائی مرحلہ میں بچہ کو تکلیف بھی دیتا ہے اور حدیث مبارک میں بھی آیا ہے کہ وہ اسی وجہ سے چیختا ہے۔ (حجة اللّٰه البالغة)

شیخین رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اولادِ آدم میں سے ہر نومولود کو ولادت کے وقت شیطان چوکا دیتا ہے تو وہ چیخنے لگتا ہے سوائے مریم اور ان کے بیٹے کے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ یعنی میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔''

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بچہ کے کان میں اذان دینے کے اسرار و حِکَم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

5...اس کی حکمت یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلے ایسے کلمات اور اس کی آواز پڑے جن میں رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر ہے اور اس شہادت اور گواہی کو سنیں جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے اُسے دنیا میں آتے وقت اسلامی شعائر کی تلقین کی جارہی ہو جس طرح دنیا سے جاتے وقت بھی توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔

6...بچہ کے دل میں اذان کا اثر پہنچے اگرچہ وہ اس کا شعور نہیں رکھتا، اس کے باوجود اس میں اور فائدہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ

7...اذان کے کلمات سن کر شیطان کا بھاگنا جو کہ اس کی پیدائش تک گھات میں بیٹھا ہوتا ہے کہ کب پیدا ہو اور وہ اس کا ساتھی بنے جس میں اس کی آزمائش مقصود ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کردیا ہے، لیکن جب وہ اذان کے کلمات سنتا ہے تو اس کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں اور تعلق کے آغاز ہی میں برافروختہ ہوجاتا ہے۔

8...اس کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے، وہ یہ ہے کہ، اذان دینے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح دعوت الی اللہ اور دین و عبادت کی طرف دعوت کو شیطان کی دعوت پر تقدم حاصل ہوگا، جس طرح اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطرت کو شیطان کی حرکت پر سبقت حاصل ہوتی ہے، علاوہ ازیں اور بھی حکمتیں ہیں۔(احکام المولود)

نومولود خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، بہرصورت وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور نعمت ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو جلدی سے برکت کی خبر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک کمزور جان، کمزور انسان (کے پیٹ) سے نکلی ہے، اور اس کے متولی کی قیامت کے دن تک مدد کی جائے گی اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کی پیشانی کو چومتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں۔''

❁: دُعا کرنا اور شکر ادا کرنا:

حافظ ابویعلیٰ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ بندے کو اولاد کی نعمت سے نوازتے ہیں اور بندہ اس پر کہتا ہے کہ ''ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ'' تو موت کے سوا ہر آفت سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔''

❁: تحنیک:

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے ہاں لڑکا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور چبا کر اس کے تالو کو لگا دی (گٹی دی) اور بخاری شریف میں اتنا اضافہ ہے کہ ''اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی پھر مجھے دے دیا۔''

صحیحین میں ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں تو میں قریب الولادت حالت ہی میں مدینہ منورہ پہنچی، یہاں مقام قبا میں ولادت ہوئی، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی پھر اس کو چبایا، پھر اس میں لعاب ڈالا، پس سب سے پہلی چیز جو بچہ کے پیٹ میں گئی وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا لعاب مبارک تھا، وہ کہتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے کھجور کے ساتھ بچہ کی

تحنیک فرمائی اور پھر برکت کی دعا فرمائی اور یہ بچہ مہاجرین کے ہاں اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا، جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوا، وہ کہتی ہیں کہ اس بچہ کی پیدائش پر لوگ بہت زیادہ خوش ہوئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مشہور تھا کہ یہود نے جادو کر دیا ہے، اب تمہارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بچے لائے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے برکت کی دُعا بھی فرماتے اور اُنہیں تحنیک بھی کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس کے پیشاب پر ڈال دیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں کہ ''برکت کی دُعا بھی فرماتے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بچوں کے لیے دعا فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور برکت کا اصل معنی ہے خیر کا ثابت ہونا اور کثیر ہونا اور ''اُنہیں تحنیک بھی کرتے''

اہل لغت کے نزدیک تحنیک کا معنی یہ ہے کہ کھجور وغیرہ چبا کر بچہ کے تالو کو لگا دی جائے، اس لفظ میں دو مشہور لغات ہیں حَنَّکْتُہ: تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ، اور اس حدیث مبارک میں تشدید کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور لغت ہے۔ بہرحال اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں:

① اس سے معلوم ہوا کہ نومولود کی تحنیک مستحب ہے۔

② نیک لوگوں سے برکت کی دعا لینی چاہیے۔

③ حصولِ برکت کے لیے بزرگوں کے پاس بچوں کو لے جانا مستحب ہے خواہ ولادت کی حالت میں جائے یا بعد میں۔

④ بچوں کے ساتھ حسن معاشرت اور لطف و مہربانی کا سلوک کرنا مستحب ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تحنیک:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ام سلیم رضی اللہ عنہا (ان کی والدہ) کے ہاں لڑکا پیدا

ہوا تو انہوں نے میرے ہاتھ وہ بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ دے دیں، میں اسے لے کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے عبا (چوغہ) پہنی ہوئی تھی اور اپنے اونٹ کو تارکول مل رہے تھے، آنحضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے چند کھجوریں لیں اور ان کو اپنے منہ میں ڈال کر چبایا، پھر اپنا لعاب مبارک جمع کر کے بچہ کا منہ کھول کر اس میں ڈال دیا۔ بچہ اس کا مزہ لینے لگا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کھجور انصار کی پسندیدہ چیز ہے'' پھر اس کے تالو میں لگایا اور اس کا نام عبداللہ رکھا، پس انصار میں اس سے زیادہ اچھا نوجوان نہ ہوا۔

(رواہ احمد فی مسندہ ۳/۸۸ و مختصراً فی ۳/۱۸۸، ومسلم والبخاری)

۲..... ولادت کے ساتویں دِن کا عمل:

❀..... بچہ کا نام رکھنا:

پیدائش کے بعد بچہ کے ساتھ سب سے پہلا نیک سلوک اور اس کا اکرام یہ ہے کہ اسے کسی اچھے نام کے ساتھ آراستہ کیا جائے اور اس کی کنیت بھی عمدہ اور اچھی سی ہو، کیونکہ اچھے نام کا بڑا اثر پڑتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور ان پر یہ امر واجب کیا ہے کہ بندے اس کو اسمائے حسنیٰ (اچھے نام) کے ساتھ پکاریں، ارشاد فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الاعراف: ۱۸۰]

''اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں پس تم ان ناموں کے ساتھ اس کو پکارا کرو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسے اعلیٰ صفات سے موصوف کیا جائے، فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ [بنی اسرائیل: ۱۱۰]

''آپ کہہ دیجیے کہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اولاد کے بھی اچھے نام منتخب کیے اور اس کے بعد محمد بن الحنفیہ کو تعظیماً اور احتراماً اپنا نام عطا کیا۔ (مغنی المحتاج ٤/٢٩٥)

جیسا کہ ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند (١/٢٥٩) میں سند صحیح کے ساتھ محمد بن الحنفیہ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی تھی کہ اب کے بعد کوئی لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام آپ ﷺ کے نام پر اور کنیت بھی آپ ﷺ کی کنیت پر رکھ لے، آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ چنانچہ ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔

(رواه ابوداود والترمذی وابن سعد فی الطبقات والحاکم فی المستدرك)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو وہب الجشمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم انبیاء کے نام رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو ناموں میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے پیارے ہیں اور سب سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے قبیح نام حرب اور مُرّہ ہیں۔''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے آباء واجداد کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا، لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔'' (صحیح ابن حبان)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو ناموں میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے زیادہ پیارے ہیں۔''

طبرانی نے ابو یسرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''تمہارے بہترین نام عبد اللہ، عبد الرحمٰن اور حارث ہیں۔''

(صحیح الجامع ۳۲۶۹)

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عبد اللہ نام کے ۲۲۰ اشخاص ہیں۔ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب کو ملایا جائے تو تقریباً ۳۰۰ آدمی اس نام کے ہوتے ہیں۔

(المنهل اللطيف فی اصول الحديث ص ۲۳۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام ولادت کے دن عبد اللہ رکھا تھا۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دن میں گزر رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ حجر میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی ''اے ام الفضل''! میں نے کہا کہ لبیک یارسول اللہ! (میں حاضر ہوں)، آپ نے فرمایا کہ کیا تو لڑکے کے ساتھ حاملہ ہے؟'' میں نے کہا کہ کیا قریش نے باہم قسم کھالی ہے کہ ان کے ہاں لڑکیاں پیدا نہ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب بچہ ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا، جب بچہ ہوا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبد اللہ رکھا، پھر فرمایا کہ: اسے لے جاؤ، تم اس بچہ کو عقلمند پاؤ گی'' وہ کہتی ہیں کہ میں عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انہیں ساری بات بتائی تو وہ مسکرائے، پھر وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ انتہائی خوبرو اور دراز قد تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو چوما اور اپنی دائیں طرف بٹھایا پھر فرمایا کہ ''یہ میرے چچا ہیں، جو چاہے اپنے چچا کو باپ کا درجہ دے اور یہ میرے باقی ماندہ آباء واجداد میں سے ہیں اور چچا باپ ہی ہوتا ہے۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''آج رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام اپنے باپ

ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

"ہمارے ایک آدمی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا، ہم نے اسے کہا کہ ہم تمہیں ابوالقاسم کی کنیت سے نہیں پکاریں گے، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھ لو۔"

نیز وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام محمد رکھا، اس کی قوم کے لوگوں نے اسے کہا کہ ہم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں رکھنے دیں گے، وہ شخص اپنے بیٹے کو پشت پر اٹھائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا مگر میری قوم کہتی ہے کہ ہم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں رکھنے دیں گے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"تم میرے نام پر نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم ہوں کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔"

سابقہ ایمان والی امتیں اپنے بچوں کا نام اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کے ناموں پر رکھا کرتی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امر کو برقرار رکھتے تھے۔ چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب میں نجران گیا تو انہوں نے مجھ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ پڑھتے ہو: "یَا أُخْتَ هَارُوْنَ" حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے اتنا پہلے کا ہے؟ (پھر کیسے فرمایا کہ ہارون کی بہن)، (راوی فرماتے ہیں کہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میں نے اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"وہ لوگ اپنے نبیوں اور پہلے گزرے ہوئے نیک لوگوں کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھا کرتے تھے۔" (رواہ احمد والترمذی والنسائی) (دیکھئے حسن الاسوۃ ص ۱۳۵)

ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے لیے شہدائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی تجویز کیے اس امید پر کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور درجۂ شہادت حاصل کریں گے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''طلحہ بن عبید اللہ التیمی بھی اپنے بچوں کے نام انبیاء کرام کے ناموں پر رکھتے تھے جب کہ انہیں معلوم تھا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور میں بھی اپنے بچوں کے نام شہداءِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھتا ہوں کہ شاید اُنہیں بھی شہادت کا مرتبہ حاصل ہو۔''

اسی بنیاد پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے بچوں کا نام رکھا، چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کا نام، شہید غزوۂ احد حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نام پر، منذر کا نام، منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے نام پر، عروہ کا نام، عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ کے نام پر، حمزہ کا نام، شہید احد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کے نام پر، جعفر کا نام، شہید غزوۂ موتہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نام پر، مصعب کا نام، شہید احد اور حامل لوا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام پر، عبیدہ بیٹے کا نام، شہید بدر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نام پر، خالد کا نام، شہید مرج الصفر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے نام پر اور عمر کا نام، شہید یرموک حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ (خالد کے بھائی) کے نام پر رکھا۔ (تربیۃ النشء فی ظل الاسلام ص ۱۲۴)

❀..... نام رکھنے کے بعد اپنی کنیت رکھنا:

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوشریح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ان کو لوگ ابوالحَکَم کہا کرتے تھے (ایک مرتبہ) حضورِ اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ:

''حَکَم تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور اسی کی طرف حکم کی نسبت ہوتی ہے'' انہوں نے عرض کیا کہ میری قوم اپنے اختلافی مسائل میں میرے پاس آتی ہے اور میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو دونوں فریق راضی ہوجاتے ہیں، (اس لیے مجھے

ابوالحَکَم کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بات کتنی اچھی ہے! کیا تمہارے بچے بھی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ (جی ہاں) شریح، مسلم، عبد اللہ میرے بچے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان میں بڑا کون ہے، میں نے کہا کہ شریح، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ''تم ابوشریح ہو''۔ (جامع الاصول ۱/۳۷۳)

حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے دُعا بھی فرمائی۔ ''شرح السنۃ'' میں ہے کہ الحَکَم اس حاکم کو کہتے ہیں کہ جس کا حکم ٹالا نہ جاتا ہو اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ﴾ [الرعد: ٤١]

''یعنی اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے۔''

اور اس میں یہ بھی ہے کہ:

''آدمی اپنے بڑے بیٹے کے نام پر کنیت رکھے، اگر اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو بڑی بیٹی کے نام پر کنیت رکھ لے، یہی حکم عورت کا بھی ہے کہ وہ اپنے بڑے بیٹے کے نام پر کنیت رکھے گی، اگر اس کا بیٹا نہ ہو تو بڑی بیٹی کے نام پر رکھ لے۔''

(شرح السنة ٦/٤٩٤)

بلکہ نومولود بچہ کی کنیت رکھنا بھی درست ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ازراہِ مزاح ایک چھوٹے بچے کو کنیت کے ساتھ پکارا، فرمایا کہ:

''اے ابوعمیر! تیرے نغیر کا کیا ہوا۔'' (رواہ مسلم)

❀..... برے اور غیر شرعی نام شیطان سجھاتا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب حواء علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو ابلیس ان کے پاس چکر لگاتا تھا، حوا علیہا السلام کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، شیطان نے کہا کہ اس بچے کا نام عبد الحارث رکھو تو یہ زندہ

رہے گا، چنانچہ حوا علیہا السلام نے عبد الحارث نام رکھا تو وہ زندہ رہا، حالانکہ یہ بات شیطان نے ان کے دل میں ڈالی تھی۔''

❀.....وہ نام جن کا رکھنا برا ہے:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اپنے لڑکے کا نام یسار نہ رکھو اور نہ ہی رباح اور نجیح اور افلح رکھو۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہیں رافع، برکت اور یسار نام رکھنے سے منع کرتا ہوں۔''

(جامع الاصول ۱/۳۷۱)

❀.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برے نام تبدیل کر دیا کرتے تھے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُرا نام تبدیل کر دیا کرتے تھے۔'' (حوالہ بالا)

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برّہ نام بدل کر زینب رکھ دیا تھا، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برّہ رکھا تھا زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، میرا نام بھی برّہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اپنے آپ کو پاک صاف (نیک) نہ کہو، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے'' پوچھا گیا کہ پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نام زینب رکھ لو۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ نام تبدیل کر کے جمیلہ رکھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بشیر بن میمون رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ان کے چچا اسامہ بن الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ایک آدمی کا نام اصرم تھا، جو کہ ایک وفد میں موجود تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ اصرم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نہیں) بلکہ تیرا نام زرعہ ہے۔''

❀.....اچھا نام منتخب کیا جائے؟

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اچھا نام منتخب کرنے کے سلسلہ میں تین امور کی رعایت رکھی جائے۔

۱۔ وہ نام اہل دین کے ناموں سے ماخوذ ہو، جیسے انبیاء و مرسلین اور صالحین، اور اس میں نیت ان کی محبت، ان کے ناموں کا احیاء اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کی کرے، جیسا کہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور اس جیسے نام بہت محبوب ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جاننا چاہیے کہ مقاصد شریعہ میں سے عظیم مقصد یہ ہے کہ اللہ کا نام لوگوں کی تمام ضروریاتِ زندگی میں شامل ہو تا کہ تمام چیزیں حق کی طرف دعوت دینے والی ہوں، نومولود بچہ کا نام بھی اس کے مطابق رکھنے میں بھی توحید کا اشارہ ہے، نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کا نام اپنے معبودوں کے نام پر رکھا کرتے تھے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آدابِ توحید کو قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تو نام تجویز کرنے میں بھی اس طرح کی بات ضروری ہوئی اور دو نام (عبداللہ اور عبدالرحمٰن) دیگر ناموں کی بہ نسبت اس لیے زیادہ پسندیدہ ہیں کہ ان ناموں میں بندہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کی طرف ہے، نیز اس لیے کہ یہ دو نام بہت مشہور بھی ہیں اور ان کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا جبکہ دیگر ناموں کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے، اس طرح آپ یہ راز معلوم

کر سکتے ہیں کہ بچہ کا نام محمد اور احمد رکھنا کیوں مستحب اور بہتر ہے اور کچھ لوگ اپنے بچوں کا نام اپنے قابل تعظیم اسلاف کے نام پر رکھنے میں دلدادہ ہوتے ہیں اور یہ بات دین کی تعظیم اور گویا کہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بچہ اہل دین میں سے ہے۔'' (حجة الله البالغة)

☆ وہ نام زبان پر ہلکا ہو اور تلفظ میں بھی آسان ہو۔

☆ وہ نام معنوی اعتبار سے بھی اچھا ہو اور بچہ کے حال کے بھی مناسب ہو اور اس کے طبقہ اور مرتبہ والوں میں مشہور ہو۔ (نصيحة الملوك ص ١٦٦)

❀..... بال مونڈنا:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بالوں کا وزن کر کے اس کے بقدر چاندی صدقہ کی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اس بچہ کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔'' چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم یا ایک درہم سے کچھ کم تھے۔''

اس حدیث مبارک پر روشنی ڈالتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''چاندی صدقہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ جب بچہ حالت جنین سے حالت طفولیت کی طرف منتقل ہوا تو یہ ایک نعمت خداوندی ہوئی جس کا شکر بجالانا ضروری ہے، اور شکر کی بہترین صورت وہ ہے کہ جس سے اس کے عوض اور بدل ہونے کا علم ہو، لہٰذا جب جنین کے بال اس جنین والی حالت کے باقی ماندہ تھے، اور اس کا دور کرنا طفولیت کی پرورش کے استقلال کی علامت ہے، تو لازم ہوا کہ ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا جاتا اور چاندی کی تخصیص اس

بناء پر ہے کہ سونا ایک تو مہنگا ہوتا ہے، مالدار شخص ہی اس کو حاصل کرسکتا ہے اور بچہ کے بالوں کے وزن کے بقدر دیگر سامان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔''

(حجة الله البالغة)

❀.....عقیقہ کرنا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے خواہ نر ہوں یا مادہ کوئی حرج نہیں۔''

اصحابِ سنن نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ہر لڑکا اپنے عقیقہ میں محبوس ہوتا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اور اسی دن اس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ:

''عقیقہ حق (ثابت) ہے، لڑکے کی طرف برابر کی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔'' (صحیح الجامع رقم: ٤١٠٦)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''لڑکے کی طرف سے دو عقیقے (جانور) اور لڑکی کی طرف سے ایک عقیقہ (جانور) ہے۔'' (ایضاً، رقم: ٤١٣٢)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ:

''عقیقہ (کا جانور) ساتویں روز یا چودھویں دن یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔''

(رواه الطبرانی فی الکبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کی طرف سے اونٹ ذبح کرتے تھے۔

چونکہ سلف صالحین عقیقہ کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے اس بناء پر وہ شخص جس کے پاس مال نہ ہو کہ اپنے بچہ کا عقیقہ کر سکے تو وہ چڑیا ذبح کر لے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ الموطا میں محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے اپنے والد کو سنا کہ وہ عقیقہ کو مستحب قرار دیتے تھے خواہ ایک چڑیا کے ساتھ ہو۔''

اس کو نقل کرنے کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے نزدیک تو عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ جو عقیقہ کرنا چاہتا ہو وہ بکری ذبح کرے گا اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث، اور عقیقہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اس پر عمل کرنا، اور لوگ اس پر ہمیشہ سے عمل کرتے آئے ہیں، پس جو شخص اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کرے تو اس کا حکم قربانی جیسا ہے لہٰذا اس میں بھی کانا جانور، لاغر یا بیمار یا جس کے دانت ٹوٹ ہوئے ہوں، جائز نہ ہوں گے، اور اس کا گوشت یا کھال فروخت کرنا ممنوع ہوگا اور اس کی ہڈیاں توڑنا جائز نہیں ہیں، اور گھر کے لوگ اس کا گوشت کھا سکتے ہیں اور اسے صدقہ بھی کر سکتے ہیں اور بچہ کو اس جانور کا خون کچھ بھی نہ لگایا جائے۔'' (موطا امام مالك، كتاب العقيقة)

اور اس عقیقہ کے حکم کا سبب یہ ہے کہ عرب کے لوگ اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک عقیقہ ایک لازمی امر کی حیثیت رکھتا تھا اور لازمی سنت تھا، اور اس میں بہت سے مصلحتیں تھیں جیسے دینی، شہری اور نفسیاتی مصلحتیں، تو اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو باقی اور برقرار رکھا اور اس پر خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کی رسومات کو بدل دیا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

''ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں لڑکے کی پیدائش پر بکری ذبح کر کے اس کا خون بچہ

کے سر پر ملتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو ہم لڑکے کی پیدائش پر اس کی طرف سے بکری ذبح کرتے تھے اور اس کے سر کے بال مونڈتے اور اس کے سر پر زعفران ملتے تھے۔'' (رواه الحاكم في المستدرك ٤/٢٣٨)

شربینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''بچہ کے سر پر جانور کا خون ملنا مکروہ اس لیے ہے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا فعل ہے لیکن یہ کام حرام نہیں ہے کیونکہ ''المجموع'' میں حدیث صحیح منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لڑکے کے ہونے پر عقیقہ ہے پس تم اس پر خون بہادو اور اس کے بالوں کو دور کردو'' بلکہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو مستحب کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پھر اس کو دھو دیا جائے، ان کی دلیل یہی حدیث مبارک ہے اور بچہ کے سر پر زعفران اور خلوف (خوشبو) ملنا مسنون ہے جیسا کہ المجموع میں اس کی تصحیح کی گئی ہے۔''

(شرح المحتاج ٤/٢٩٤)

عقیقہ کی حکمتیں:

① اشاعت نسب: اس لیے کہ بچہ کے نام ونسب کی اشاعت ضروری ہے تاکہ اس کے بارے میں ناپسندیدہ بات کوئی نہ کہے، اور یہ بات اچھی نہیں ہے کہ وہ گلی کوچہ میں اعلان کرتا پھرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس طرح اچھے انداز میں لوگوں کو خبر دی جائے۔

② جذبہ سخاوت کو اپنانا اور بخل کے جذبے کو ترک کرنا۔

③ نصاریٰ کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو زرد رنگ کے پانی سے رنگتے تھے جسے وہ معمودیہ کہتے ہیں، اور کہتے تھے کہ اس طرح بچہ پکا نصرانی بن جاتا ہے، اسی اسی مشاکلت کے ساتھ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ [البقرہ: ١٣٨] لہٰذا ان کے فعل کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے بھی مستحب ہوا کہ وہ بھی ایسا کام کریں جس سے بچہ کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہو اور ملت ابراہیمی کی بھی اتباع ہوجائے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

اعمال کی بھی پیروی ہو، اور ان کے اعمال میں مشہور تر عمل جو پھر ان کی نسل میں بھی (قربانی کی شکل میں) جاری رہا، وہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عمل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ ایک عظیم قربانی کو اس کا فدیہ بنا دیا اور ان کے احکام میں مشہور تر حکم حج کا ہے جس میں حلق اور ذبح دونوں ہوتے ہیں لہٰذا اس میں بھی ان حضرات کے عمل کی مشابہت حاصل ہوگی، ملت ابراہیمی کی تعظیم کی خاطر اور اس بات کے اعلان کے لیے کہ اس بچہ کے ساتھ بھی وہی عمل کیا گیا ہے جو اس ملت کے اعمال کا حصہ ہے۔

④ بچہ کی پیدائش کے آغاز میں عقیقہ کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے (گویا کہ) اپنے بچہ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا، اور اس عمل میں تسلیم و انقیاد کے سلسلہ کو چلانا ہے۔

⑤ یہ ایک قربانی ہے کہ اس عمل کے ذریعہ دنیا میں اس کے آتے وقت ہی قرب حاصل کیا جاتا ہے اور بچہ کو اس سے بے حد فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ اس کے لیے دُعا کرنے، مقامات عبادت میں اس کو لے جانے اور اس کی طرف سے دوسرے اعمال کرنے سے اس کو فائدہ ہوتا ہے۔

⑥ بچہ کی گردن آزاد ہوتی ہے، کیونکہ وہ اپنے عقیقہ میں محبوس ہوتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچہ والدین کی شفاعت سے محبوس (روکا گیا ہوتا) ہے۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچہ اپنے عقیقہ میں محبوس ہوتا ہے اور فرمایا کہ شفاعت سے محروم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بچہ کی طرف سے قربانی کرنے کو شیطان کے تسلط سے آزدی کا سبب قرار دیا ہے کہ وہ بچہ دنیا میں آتے وقت شیطان کے زیر اثر ہوتا ہے اور وہ اس کی کوکھ پر چوکا لگاتا ہے پس یہ عقیقہ شیطان کے حبس و قید سے خلاصی اور فدیہ کا ذریعہ بنتا ہے کہ اس سے پہلے وہ شیطان کی قید میں تھا اور اپنے آخرت کے اعمال میں سعی کرنے سے مانع تھا تو گویا وہ شیطان

کو اس چھری سے ذبح کرنے میں محبوس تھا جو چھری اللہ نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کی ہے اور اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ چند لوگوں کے سوا آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی بیخ کنی کرے گا، اس لیے وہ پیدائش کے وقت بچہ کی گھات میں ہوتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اسی وقت اس کے ساتھ اپنی دشمنی کا آغاز کر دیتا ہے اور اسے اپنے زیر اثر رکھنے اور اپنے جال میں پھنسانے کی شدید کوشش کرتا ہے اور اسے اپنے منجملہ دوستوں میں شامل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے، اکثر نومولود اس کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ﴾ [بنی اسرائیل: ٦٤]

''اور ان کو مال و اولاد میں شریک کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ﴾ [سبا: ٢٠]

''شیطان نے اپنا خیال و گمان سچ کر دکھایا۔''

معلوم ہوا کہ بچہ اس میں گرفتار ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے والدین کو حکم دیا کہ وہ قربانی دے کر اس کو اس چنگل سے نجات دلائیں، پس جب اس کی طرف سے قربانی نہیں کی جاتی تو وہ اس میں گرفتار رہتا ہے۔

ساتویں دن کی تخصیص کی حکمت:

اب ایک سوال باقی ہے کہ ساتویں روز کی تخصیص میں کیا حکمت ہے؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ:

''بچہ کی پیدائش اور عقیقہ کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے، کیونکہ گھر والے شروع سے بچہ اور زچہ کی صلاح و بہتری میں مشغول ہوتے ہیں، اس لیے اس وقت اُن کو کسی کام کی تکلیف نہیں دی گئی جس سے ان کی مشغولیت میں اضافہ ہو، نیز بسا اوقات انسان کو بڑی تگ و دو کے بعد جانور دستیاب ہوتا ہے، اگر

پہلے دن ہی عقیقہ کا حکم ہوتا تو گھر والوں کے لیے بہت مشکل پیدا ہو جاتی، سات دن کی مدت بہت مناسب ہے۔''

اور بالوں کا دور کرنا حجاجِ کرام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کے لیے ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے اور نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ پیدائش سے پہلے تو اس کا نام رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی (اور اب اس کی ضرورت ہے)۔(حجة الله البالغة ٢/١٤٤)

''اور عقیقہ، نومولود کے مال سے کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ عقیقہ ایک تبرع ہے، اگر اس کے ولی نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوگا، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع میں اسے نقل کیا ہے۔'' (شرح المحتاج ٤/٢٩٣)

❀.....ختنہ کروانا:

ختنہ کا لغوی معنی ہوتا ہے آلۂ تناسل کے سرے پر موجود کھال کا کاٹنا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ سپاری کا گول سرا کاٹنا یعنی آلۂ تناسل کی کاٹی ہوئی وہ جگہ جس پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ:

((اذا التقى الختانان فقد وجب الغسل .))

(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ١٢٦١)

''یعنی جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

ختنہ کروانے کی ترغیب میں احادیث مبارکہ:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ چیزیں فطرت میں سے ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں تراشنا، مسواک کرنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور ختنہ کرانا۔''

صحیحین میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ختنہ مردوں کے لیے سنت اور عورتوں کے لیے عزت کی چیز ہے۔''

اسلام میں بچہ اور بچی کے ختنہ کا حکم بڑی اہمیت کے ساتھ دیا گیا ہے جس کا آغاز ساتویں روز کیا جاتا ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور ختنے کرائے۔''

سب سے پہلے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا اسّی سال کی عمر میں ختنہ ہوا، جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''ابراہیم علیہ السلام کا اسّی سال کی عمر میں ختنہ ہوا۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ:

''ابراہیم علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے مہمان کی ضیافت کی اور پہلے آدمی ہیں جنہوں نے پائجامہ پہنا اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے ختنہ کرایا۔''

پھر ان کے بعد باقی تمام پیغمبروں اور ان کے ماننے والوں میں ختنہ کا عمل جاری رہا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

ختنہ کرانا تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے اور ان کی اتباع اور اقتداء تمام لوگ کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چار چیزیں انبیاء و مرسلین کی سنت ہیں: ختنہ کرانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ:

''میں اس دن مختون (ختنہ شدہ) تھا، لوگ بالغ ہونے سے پہلے بچوں کا ختنہ نہیں کرتے تھے۔''

مستدرک حاکم ۳/۵۳۴ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت میں پندرہ سال کا تھا اور مختون تھا۔''

اس ختنہ پر کھانے کی دعوت، جسے ''اعذار'' کہتے ہیں، مستحب ہے، لیکن لڑکی کے ختنے کے موقع پر اس کی ستر پوشی کے سبب ایسا نہ کیا جائے۔ (القوانين الفقهية ص ٢١٤)

اسلام میں ختنہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں تو اس پر ختنہ کرنا واجب ہے اور غسل کرنا اس پر اس کے علاوہ ہے۔

جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عثیم بن کلیب کے حوالہ سے ان کے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم اپنے جسم سے کفر کے بال اتارو اور ختنہ کراؤ۔''

حرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسائل میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اسلام لائے اسے ختنہ کرانا چاہیے، اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہو۔''

اس اہمیت اور تاکید کی بناء پر غیر مختون شخص کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔

چنانچہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے سالم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

''غیر مختون شخص کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔''

اور اسی اہمیت کے پیشِ نظر ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ [البقرہ: ۱۳۸] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ختنہ کرانا ہے، جسے صبغہ کہا گیا ہے، اس لیے کہ نصاریٰ اپنے بچوں کو پانی میں رنگتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سے یہ پاک ہوگیا ہے، جیسے مسلمانوں کے لیے ختنہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''صِبْغَةَ اللّٰهِ'' یعنی اللہ کے دیے ہوئے رنگ کو لازم جانو، نہ کہ نصاریٰ کے رنگ کو جو وہ اپنے بچوں کو دیتے ہیں اور اس صبغہ سے مراد ملت ابراہیمی ہے۔

(تاویل مشکل القرآن ص ۱٤۹)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے ختنہ کے احکام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''بہر حال ختنہ کرانا، جس کا ذکر اگرچہ جملہ سنتوں میں ہو چکا ہے، یہ بہت سے علماء کے نزدیک واجب ہے، کیونکہ یہ دینی شعائر میں سے ہے اور اس سے مسلمان اور کافر میں امتیاز ہوتا ہے کہ جب مقتولین میں دونوں طرح کے لوگ موجود ہوں تو مختون کا جنازہ پڑھا جائے گا اور اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کیا جائے گا۔'' (تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

۳ ..... دو سال تک دودھ پلانا:

اسلام نے جب مرد و عورت کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کیا اور دونوں کو ایک خاندان میں جمع کیا اور صالح معاشرہ قائم کرنے کے لیے ہر ایک پر کچھ حقوق اور ذمہ داریاں مقرر کی ہیں، پس خاوند پر مال خرچ کرنے اور بیوی پر اپنے نومولود کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ڈالی وہ بچہ جس کے ہاتھ بیش بہا نعمت اور راحت و سکون کے حصول کے لیے اپنی ماں کی چھاتی کو ڈھونڈتے ہیں، کہ وہ محبت و شفقت کے ساتھ ماں کا دودھ غذا کے طور پر حاصل کرے اور اس کی چھاتیوں سے دودھ کو نوش کرے جسے خالق نے تیار کر دیا ہے بلکہ ماں کی چھاتی میں دودھ

کا کارخانہ پیدا کردیا ہے، ماں خواہ مال دار ہو یا نادار، تاکہ اس انوکھے جہاں میں اس نومولود شیرخوار کی پرورش کا بندوبست ہوسکے۔

عرب کے ہاں بھی دودھ پلانے کا رواج تھا بلکہ ان سے بھی پہلے تمام لوگوں کی عادت چلی آرہی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا ہے کہ:

﴿وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ﴾ [القصص: ١٢]

''اور ہم نے ان پر دودھ پلانے والیوں (کا دودھ) حرام کردیا تھا۔''

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی پرورش بھی اسی طرح ہوئی ہے کہ حلیمہ سعدیہ نے ان کو دودھ پلایا۔ اس طرح وہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں بن گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رضاعت کے کچھ احکام بندوں کو دیئے ہیں:

ارشاد فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ [النساء: ٢٣]

''تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجی اور بھانجی اور تمہاری رضاعی مائیں اور رضاعی بہنیں حرام کردی گئی ہیں۔''

مصنوعی طریقہ پر دودھ پلانے کا رواج اس دور میں ہی ہوا ہے اس سے پہلے تو کوئی جانتا نہیں تھا، لیکن اب دوبارہ لوگ اسی اصلی اور فطری طریقہ کی طرف لوٹنے لگے ہیں، جو مسلمان اسلامی احکام کا پابند ہوتا ہے اسے قدرتی طریقہ رضاعت چھوڑ کر مصنوعی طریقہ اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، وہ تو اللہ کے دین پر چلتا ہے، اور اس کے سرچشمہ سے سیراب ہوتا ہے۔

قرآنی آیات میں ماں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر صورت میں اپنا دودھ بچہ کو پلائے، خواہ اس

کے تعلقات اپنے شوہر کے ساتھ اچھے نہ ہوں بلکہ اسے اپنے خاوند سے طلاق بھی ہوگئی ہو پھر بھی اس پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ اسے دودھ پلائے، یہ دراصل اس شیر خوار بچہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف بھی ہے اور اس کے حق کی رعایت اور خیال بھی ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿وَ الْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة: ٢٣٣]

''یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو رضاعت کو پورا کرنا چاہے۔''

شیر خوار بچہ کے سلسلہ میں مطلقہ ماں پر بھی دودھ پلانا واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے، اور اس کو عورت کی طبیعت پر نہیں چھوڑا جس کے ازدواجی حالات خراب ہوئے تو اس کا نقصان اس ننھے بچہ پر آئے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی کفالت خود فرماتے ہوئے دودھ پلانے کی ذمہ داری اس کی ماں پر لگا دی، اللہ تعالیٰ کی ذات لوگوں سے زیادہ مہربان اور ماں باپ سے زیادہ رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نومولود کی خاطر اس کی ماں پر فرض کر دیا کہ وہ پورے دو سال تک اسے دودھ پلائے، اس لیے کہ وہ ذات جانتی ہے کہ بچہ کے لیے یہ زمانہ صحت وتندرستی اور فکری و نفسیاتی ہر اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آج کل اس پر بحثیں جاری ہیں کہ بچہ کی صحت اور ذہنیت ہر دو اعتبار سے درست نشو ونما کے لیے دو سال کی مدت انتہائی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان اور کرم ہے کہ مسلمان قوم نے اس بات کو اپنے تجربات سے بھی ثابت کر دیا اور اسے خوب سمجھ لیا، انسانی تحقیق اتنی طویل مدت کے لیے اس بچہ کو جہالت کے منہ میں دینے کے لیے تیار نہ تھی، اور اللہ کی ذات اپنے بندوں پر خصوصاً ان کمزور اور رحمت و عاطفت کے حاجت مند بچوں پر بڑی رحیم اور مہربان ہے۔

اسلام نے صرف اس پر اکتفاء نہیں کیا کہ ماں باپ کی جدائی کے بعد اس بچہ کی

رضاعت کا بندوبست کر دیا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر فرمایا کہ اگر اس کی ماں بدکار بھی ہے تو اس پر حدِ زنا کے اجراء کو مؤخر کر دیا جائے جب تک کہ وہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے دودھ پی کر رضاعت کی مدت کو مکمل نہ کر لے۔

یہ بھی درحقیقت اس بچہ پر اللہ کی رحمت و مہربانی ہے اور اس کے ساتھ اس بات کی بھی حرص ہے کہ وہ جسمانی اعتبار سے مضبوط و توانا ہو اور اس کی نشوونما صحت و تندرستی کے ساتھ ہو، بیمار نہ ہو۔

مسند احمد (۵/ ۳۴۸) میں غامدیہ عورت کا قصہ مذکور ہے جس سے زنا کا ارتکاب ہو گیا تھا، حضورِ اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ:

''واپس جاؤ، یہاں تک کہ تم بچہ جنم دو'' جب اس نے بچہ جنم دیا تو اسے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ بچہ میں نے جنم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''واپس جاؤ اور اسے دودھ پلاؤ یہاں تک کہ اس کا دودھ چھڑا لو'' جب اس نے دودھ چھڑا لیا تو پھر بچہ کو لے کر آئی جس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اب میں نے اس کا دودھ بھی چھڑا لیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس بچہ کے بارے میں حکم دیا کہ کسی مسلمان کو دے دیا جائے، پھر اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس کے لیے گڑھا کھودا گیا.....'' اس کے بعد راوی نے حدیث رجم ذکر کی۔

ماہر طبیب ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ بھی قدرتی طریقہ رضاعت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''یہ بات ضروری ہے کہ بچہ کو حتی الامکان ماں کا دودھ پلایا جائے، کیونکہ ماں کی چھاتی کا بچہ کے منہ میں ڈالنا بے حد مفید ہے کہ اس سے بہت سے امراض دور ہوتے ہیں۔''

ڈاکٹر حضرات بھی یہ کہتے ہیں:

''ماں کا دودھ سب سے بہتر ہے کہ تمام بچوں کے لیے سب سے زیادہ یہی موافق ہوتا ہے بشرطیکہ ماں کو کوئی مرض وغیرہ نہ ہو جس سے دودھ خراب ہو جائے۔''

مزید برآں یہ کہ اس میں ماں اور بچہ دونوں کی صحت کی حفاظت بھی ہے اور فائدہ اور سلامتی بھی ہے۔ اس دور میں ڈاکٹر حضرات حکیموں پر سبقت لے گئے ہیں کہ بچہ کو ماں کا دودھ ہی پلانا چاہیے کہ اس طرح ماں بھی متعدد امراض جیسے چھاتی کا کینسر وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دودھ چھڑانے تک بچہ کا وظیفہ (الاؤنس) مقرر نہیں کرتے تھے لیکن پھر بعد میں اس سے رجوع کرلیا اور بچہ کی پیدائش سے لے کر مدت رضاعت تک (ایک لمبے عرصہ) کے لیے وظیفہ مقرر کردیا، ایک رات وہ گشت کر رہے تھے کہ بچہ کے رونے کی آواز آئی، آپ نے بچہ کی ماں سے کہا کہ اسے دودھ پلاؤ، اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بچہ کے لیے وظیفہ مقرر نہیں کیا کرتے جب تک کہ وہ دودھ نہ چھوڑ دے، اس لیے میں نے اس کا دودھ چھڑادیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، تم اسے دودھ پلاؤ، امیر المؤمنین اس کا وظیفہ ضرور مقرر کریں گے، پھر اس کے بعد بچہ کا وظیفہ پیدائش کے وقت ہی مقرر کردیا۔
(مصنف عبد الرزق ۵/۳۱۱)

اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ثابت ہوگیا کہ ﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ [بنی اسرائیل: ۳۱] یعنی ہم ہی ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔''

ماں کے دودھ کی خصوصیات:

بچہ جب حالت جنین میں ہوتا ہے تو وہ اپنی ماں کی غذا سے ہی پرورش پاتا ہے اس لیے دنیا میں آتے ہی اس کی غذا ماں کا دودھ ہونا چاہیے اور یہ قدرتی اور طبعی طور پر رضاعت کا قوی سبب ہے، اس قدرتی طریقہ رضاعت کی بعض اطباء نے حکمتیں اور خصوصیات بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1 ..... بچہ جراثیم سے پاک صاف ستھرا دودھ پیتا ہے۔

۲..... وہ دودھ نہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور نہ گرم۔ بلکہ درمیانہ ہوتا ہے۔

۳..... اور یہ دودھ ہر وقت دستیاب ہوتا ہے۔

۴..... جمع کرنے سے خراب نہیں ہوتا۔

۵..... شیر خوار بچہ کے معدے کے انتہائی مناسب ہے۔

۶..... بچہ کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

۷..... جراثیم کے خلاف قوتِ مدافعت پیدا کرتا ہے۔

۸..... ماں کی چھاتی سے براہِ راست دودھ پینا بچہ کو بھی اور اس کی ماں کو بھی موٹاپے کے مرض سے بچاتا ہے۔

۹..... اور اس سے ماں اور بچہ کے درمیان محبت وشفقت بڑھتی ہے۔

دودھ پلانے کے دوران عورت کو اچھی نیت رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو طلب کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے اس کو بہت نفع ہوگا۔

جیسا کہ مروی ہے کہ عمرو بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی، یہ کہا کہ ''تم اپنے بچہ کو اس طرح دودھ نہ پلاؤ جس طرح کوئی جانور اپنے بچہ کو پلاتا ہے جو اس پر اپنی شفقت کا اظہار کرتا ہے بلکہ تم اس کو اس طرح دودھ پلاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر وثواب کی طالب ہو اور یہ خواہش رکھو کہ تمہارے دودھ پلانے سے ایک ایسا انسان پرورش پائے جو بڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے اور اس کی عبادت و بندگی بجالائے۔'' (نصيحة الملوك ص ١٦٦)

رضاعت کے دوران جو امور ناپسندیدہ ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت حاملہ ہو، کیونکہ حمل سے عورت کا دودھ بگڑ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں شیر خوار بچہ قدرتی رضاعت سے محروم ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل کے دوران دودھ پلانے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کی وجہ سے بچہ کے نقصان کا ذکر فرمایا۔ (رواه ابوداود والنسائی)

بچہ کے نقصان اور بگاڑ سے مراد ''غیلہ'' ہے یعنی حمل کے دوران بچہ کو ماں کا دودھ پلانا کہ اس سے عورت کا دودھ خراب ہوتا ہے (جس کا بچہ کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے)۔

۴..... شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم اور اسے پاک کرنے کا طریقہ:

صحیح مسلم میں شیر خوار بچہ کے پیشاب کے دھونے کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ منقول ہیں، چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں بچوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور تحنیک بھی فرماتے، (ایک دن) ایک بچہ لایا گیا اس نے آپ ﷺ کے (کپڑوں پر) پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوا کر پیشاب پر ڈال دیا، اور اس کو نہیں دھویا۔

② ان ہی سے مروی ہے کہ ایک شیر خوار بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، اس نے آپ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر انڈیل دیا۔

③ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی کہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، اس نے اس بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں رکھا (اس نے پیشاب کر دیا تو) آپ ﷺ نے پانی چھڑک دیا اور کچھ نہیں کیا۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور اپنے کپڑوں پر اس کو چھڑک دیا اور اسے خوب نہیں دھویا۔

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نضح ماء (پانی کو چھڑکا دینا) کو اختیار کیا ہے اور حنفیہ اور مالکیہ کے مذہب میں اس کا دھونا ضروری ہے، البتہ بچہ کے پیشاب کا ناپاک ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم، باب حکم بول الطفل الرضیع و کیفیة غسله)

۵..... مسجد میں شیر خوار بچہ کو ساتھ لے جانے کا جواز:

ماں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچہ کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جائے تاکہ وہ

جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، جبکہ اسے اس کی رغبت ہو اور خاوند نے اسے اجازت دے دی ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھوٹے بچوں پر شفقت اور مہربانی اور ان کی ماؤں کو پریشانی سے بچانے کی خاطر اپنی نماز میں تخفیف فرمایا کرتے تھے اور نماز جلدی ادا فرمالیتے تھے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کی ماں کی پریشانی کے اندیشہ سے نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔''

نیز مروی ہے کہ ایک دن آنحضور ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین کی تلاوت فرمائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے بچہ کے رونے کی آواز سنی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی ماں پریشان نہ ہو (اس لیے میں نے مختصر نماز پڑھائی)۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ''البدائع'' میں اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اس سے پتہ چلا کہ امام کو چاہیے کہ نمازیوں کے حالات کی رعایت کرے، نیز اس لیے کہ لوگوں کے حالات کی رعایت کرنا تکثیرِ جماعت کا بھی سبب ہے، لہٰذا یہ اس کے لیے مستحب ہوگا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ ماں کے ساتھ کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو مختصر سی سورت پڑھتے۔'' (رواہ ابن خزیمة فی صحیحه ۳/۵۰ و رواہ مسلم)

ان ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں بسا اوقات نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ طویل نماز پڑھنے کا ہوتا ہے لیکن بچہ کے رونے کی آواز سن کر اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کے رونے سے مبادا

اس کی ماں کو پریشانی لاحق ہوگی۔" (ایضاً و رواہ البخاری و مسلم)

مسند احمد (۳/۱۸۸) کی روایت میں اس طرح منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"(ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران بچہ کی آواز سنی تو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تخفیف کردی پس ہم سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ پر شفقت کی خاطر ایسا کیا ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ نماز میں اس کے ساتھ اس کی ماں بھی ہے۔"

۶..... بول و براز پر قابو نہ پانے کی صورت میں بچہ کو مسجد میں لے جانے کی کراہت:

یہ ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جس میں بچہ از خود قضائے حاجت پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ خود اس کے لیے بیت الخلاء جاسکتا ہے بلکہ وہ اپنی حاجت والدین کو بھی نہیں بتا سکتا تو ایسے بچہ کو مسجد میں نہ لایا جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو منع فرمایا ہے کہ وہ ایسے مرحلہ میں بچوں کو مسجد میں نہ لے جائیں۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی مساجد کو بچوں سے دور رکھو۔" (سندہ ضعیف)

۷..... حق حضانت (پرورش کا حق) ماں کو حاصل ہے:

بچپن میں بچوں کی پرورش کا اہتمام، جسے فقہ کی اصطلاح میں "حضانت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ ایک ایسا کام ہے جسے عورتیں ہی انجام دے سکتی ہیں، کیونکہ صبر و برداشت اور محبت و شفقت ان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اسی لیے اس مسئلہ میں عورتوں کو مردوں پر ترجیح دی گئی ہے، لہٰذا حق حضانت میں ماں، اس کے باپ پر مقدم ہوگی اور دادی، اس کے باپ اور دادے اور اس کی جانب کے دیگر مردوں پر مقدم ہوگی۔" (دیکھئے: احکام المرأۃ فی

الفقه الاسلامی ۱۴۹، ۱۵۰)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرا یہ بیٹا ہے جس کے لیے میرا پیٹ برتن اور چھاتی مشکیزہ ہے اور گود زمین ہے اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور مجھ سے یہ بچہ چھیننا چاہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''تم اس کی زیادہ حق دار ہو جب تک کہ نکاح نہ کرو۔''

۸.....حق ولایت باپ کو حاصل ہے:

اولاد کی دیکھ بھال، ان کی نگرانی اور مال کا تصرف اور ہنر و پیشہ اور تعلیم کے لیے ان کی رہنمائی، اسی طرح فیصلے اور اجرائے حدود کے امور، جنہیں فقہ کی اصطلاح میں ''ولایت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ ایسے امور ہیں جن میں مردوں کو عورتوں پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے، اور انہیں مرد حضرات ہی عورتوں کی بہ نسبت زیادہ بہتر انجام دے سکتے ہیں، کیونکہ قوت و طاقت اور ثابت قدمی وغیرہ صفات ان کی جبلت میں رکھ دی گئیں ہیں اس میں عورتوں کا کچھ بھی حق نہیں ہے۔

فصلِ ثالث:

تربیّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف انداز

❁ تمہید

بابِ اوّل: والدین اور مربّیین کے لیے تربیت کے بنیادی اصول

بابِ دوئم: بچوں کی فکری تربیت کے اصول

بابِ سوئم: بچوں کی نفسیاتی تربیت کے بنیادی اصول

"بہت سے لوگ اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ بچہ بھی امت کا ایک فرد ہے، بس فرق یہ ہے کہ وہ لباس طفولیت میں مستور ہے، اگر وہ لباس اس سے ہٹا دیا جائے تو وہ ذمہ دار مردوں کی صف میں کھڑا نظر آئے گا، لیکن سنت اللہ کچھ یوں جاری ہے کہ اس پر پڑے ہوئے پردے درجہ بدرجہ تربیت کے ذریعہ ہی دور ہوں اور وہ تربیت تدریجی انداز میں عمدہ حکمت عملی اور تدبیر سے انجام دی جائے۔"

(شیخ محمد خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ) از:- سعادۃ العظمی ص ۹۰

تمہید

بچوں کی تربیت کے یہ مختلف اسالیب، احادیث نبویہ ﷺ سے استنباط اور بچوں اور ان کے والدین کے ساتھ براہِ راست رسولِ اکرم ﷺ کی گفتگو کے نتیجہ میں اخذ کیے گئے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں اس کے متعلق وافر ہدایات اور معلومات موجود ہیں کہ مغرب یا مشرق کی تقلید کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، ان کثیر ہدایات کی بدولت والدین اور مربّیین حضرات بچوں کی ذہنی فکری اور نفسیاتی ہر اعتبار سے تربیت کر سکتے ہیں، اور اس استنباط کے دوران کچھ احادیث ایسی ہیں کہ ان میں تکرار بھی ہوا ہے لیکن وہ تکرار ایسا نہیں ہے جس سے طبیعتیں اُکتا جائیں بلکہ اس حدیث سے ایک نیا پہلو اجاگر ہوتا ہے اور ان تربیتی اسالیب کی تحقیق و جستجو کے بعد واضح ہوا کہ یہ اسالیب پانچ بنیادی اصولوں پر منقسم ہوتے ہیں جن میں سے ہر اصول سے بچوں کے لیے تربیت نبوی ﷺ کے مختلف انداز کے قواعد متفرع ہوتے ہیں۔

چنانچہ پہلا بنیادی اصول وہ ہے جس کا تعلق والدین اور مربّیین حضرات سے ہے کہ اپنی اخلاقی اور فکری صلاح کے لیے ان پر کون سے قواعد کا التزام ضروری ہے اور دوسرا اصول بچوں کی فکری تربیت کے مختلف انداز سے متعلق ہے کہ والدین اور مربّیین حضرات بچوں کی فکری اور ذہنی تربیت کس طرح کر سکتے ہیں اور ان بچوں کی شخصیت کی تعمیر اور عقلی مدارک کو کس طرح فروغ دیا جا سکتا ہے۔

اور تیسرا اصول بچوں کی نفسیاتی تربیت کے مختلف انداز سے متعلق ہے کہ والدین اور

مربّین حضرات بچوں پر کیسے اثر انداز ہو سکتے ہیں اور باہم اعتماد سازی کی فضا کو کیسے ہموار کر سکتے ہیں اور اعلیٰ و افضل چیز کے حصول کے لیے ان کی شخصیت کی تعمیر کس طرح کر سکتے ہیں اور چوتھا اصول والدین کی فرماں برداری کی ترغیب اور ان کی نافرمانی کی ترہیب (تنبیہ) کے مختلف اسالیب سے متعلق ہے۔ اس کا ذکر مکرر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ والدین کی فرماں برداری کا معاملہ تو محدود ہے لیکن نافرمانی ایسی چیز ہے جس کا اثر متعدی ہوتا ہے کہ بچے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اور محروم کو کچھ حاصل نہیں ہوتا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا باب انتہائی وسیع ہے کہ انسان جس قدر بھی فرماں برداری کر لے وہ اپنے آپ کو اس میں کوتاہی کرنے والا ہی خیال کرتا ہے اور اس کا یہ احساسِ کوتاہی ہی اسے مزید فرماں برداری اور حسن سلوک کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک لوگوں میں سے بنا دے۔ (آمین)

اور پانچواں اصول بچوں کی تربیت و تادیب سے متعلق ہے کہ بچوں کو مارنے کا طریقہ کیا ہے، کب مارا جائے اور کن جگہوں پر مارنا جائز ہے اور کن چیزوں سے مارنا چاہیے؟ نیز یہ کہ بچوں کی پٹائی کی مثال دوا اور نمک جیسی ہے کہ اس میں کمی بیشی سے بچہ کی سرکشی اور نافرمانی کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، لہٰذا انتہائی توجہ اور اہتمام کی ضرورت ہے۔

یہ ایک معمولی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ سے توفیق کی امید کی جاتی ہے، جو بات صحیح اور درست ثابت ہوئی وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوگا اور جو درست نہ ہوئی اس کا سبب میرا ذاتی قصور ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید کی جاتی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ میرا طریقہ استنباط احادیث مبارکہ سے براہ راست ہدایات لینا ہے، ایسا نہیں ہے جیسے بعض لوگ مغربی یا مشرقی طرز و طریقہ کو اختیار کر کے پھر اس پر کوئی شرعی دلیل ڈھونڈتے ہیں۔

میرے خیال میں ان کا یہ عمل دراصل لوگوں کو بے وقوف بنانے والا عمل ہے۔ وقت

کے ساتھ ساتھ اس طرز وطریقہ کا غلط اور بے بنیاد ہونا خود ہی معلوم ہوجائے گا۔ جس میں دین وشریعت کو تناقضات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو کہ درحقیقت غلط ہے اور شریعت مطہرہ اس سے بری ہے، ہمارے لیے سلف صالحین کے طرزِ اسلوب کا اتباع ہی کافی ہے جس میں کتاب وسنت کو بنیادی سرچشمے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اسلاف کا عمل، قرآن وسنت کے احکامات کی عملی تطبیق اور صورت ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

بابِ اوّل

والدین اور مربّیین کے لیے تربیت کے بنیادی اصول

پہلا اصول ..... اسوۂ حسنہ

دوسرا اصول ..... اصلاح وتربیت کے لیے مناسب وقت کی تعیین

تیسرا اصول ..... بچوں کے درمیان عدل ومساوات

چوتھا اصول ..... بچوں کے حقوق کی پاس داری

پانچواں اصول ..... دعائیں کرنا

چھٹا اصول ..... بچوں کے لیے کھلونے وغیرہ خریدنا

ساتواں اصول ..... نیک کاموں میں بچوں کی معاونت کرنا

آٹھواں اصول ..... حد سے زیادہ ملامت اور عتاب کرنے سے اجتناب کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تعلیم دو، آسانی برتو، سختی نہ برتو، خوشخبری سناؤ، نفرتیں نہ پھیلاؤ اور جب غصہ آئے تو خاموشی اختیار کرو۔"

(رواہ احمد والبخاری فی الادب)

پہلا اصول:

اُسوۂ حسنہ

بچوں کے ذہنوں پر اسوۂ حسنہ کا بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، اس لیے کہ بچے عام طور پر اپنے ماں باپ کی تقلید کیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ماں باپ ان میں بڑے پختہ آثار پیدا کرتے ہیں، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''بچہ کے والدین اسے یہودی یا مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔''

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے والدین کو ترغیب دی ہے کہ وہ بچوں کے معاملات میں صدق وسچائی کی صفت میں عمدہ نمونہ بن کر پیش ہوں، چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص بچہ سے کہے کہ ادھر آؤ (یہ چیز لے لو) پھر اسے کچھ نہ دے تو یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں رونق افروز تھے، والدہ نے کہا کہ ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں، آنحضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ''تم اسے کیا چیز دینا چاہتی ہو''؟ انہوں نے کہا کہ میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دیکھو! اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو (تمہارے نامہ اعمال میں) جھوٹ بولنے کا گناہ لکھا جاتا۔'' بچے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کے اخلاق وعادات کو دیکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں، لہٰذا اگر وہ اپنے ماں باپ کو سچ بولنے والا پائیں گے تو ان کی نشوونما صدق اور سچائی کی صفت پر ہوگی، اسی طرح باقی امور کا حال ہے۔

دیکھئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب وہ بچے تھے اور انہوں نے اپنے سامنے آنحضور ﷺ

کو نمازِ تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فوری طور پر آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے رات اپنی خالہ کے ہاں گزاری (میں نے دیکھا کہ) حضورِ اکرم ﷺ رات کے ایک حصہ میں اُٹھے، اور مختصر وضو فرمایا، ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے، پھر نماز شروع فرمادی، میں بھی اٹھا اور آپ ﷺ کی طرح وضو کیا اور آ کر حضور ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر دیا، پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھی..... الحدیث''

آپ نے دیکھا کہ بچہ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح اس نے آنحضور ﷺ کو کرتے دیکھا تھا، پھر اسی طرح نماز کے لیے کھڑا ہو گیا..... بچوں کے ذہنوں پر اسوۂ حسنہ یوں اثر انداز ہوا کرتا ہے۔ والدین سے اسوۂ حسنہ بن کر بچوں کے سامنے پیش ہونے کا مطالبہ اس لیے کیا گیا ہے کہ بچے ان کے طرز و طریق اور گفتگو کے انداز کو دیکھتے ہیں اور اس کا سبب دریافت کرتے ہیں اور والدین کو اس کا جواب دینا ہوتا ہے۔

جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! میں روزانہ صبح کے وقت دیکھتا ہوں کہ آپ یہ کلمات پڑھتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ.))

آپ صبح و شام تین مرتبہ اسے دہراتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے)! والد صاحب نے فرمایا کہ بیٹا! میں نے یہ کلمات، رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا تھا پس میں آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کو بہت پسند کرتا ہوں۔

اسی بناء پر والدین سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ حتی المقدور اپنے اخلاق و اعمال کو اللہ

تعالیٰ کے احکامات اور اس کے رسول ﷺ کی سنتوں کے مطابق بنائیں، کیونکہ صبح و شام بلکہ ہر لمحے بچے ان کی حرکات کو نوٹ کرتے رہتے ہیں۔

محمد قطب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''ہوش مند اور غافل کے بارے میں بچوں کے اخذ اور ادراک کی قوت عموماً ہمارے خیال سے بہت زیادہ ہوتی ہے اور ہم اسے چھوٹی سی مخلوق سمجھتے ہیں جس میں کوئی ہوش وحواس موجود نہ ہو۔'' (منهج التربية الاسلامية ٢/١١٧)

دوسرا اصول:

اصلاح وتربیت کے لیے مناسب وقت کی تعیین

بچوں کی اصلاح وتربیت کے لیے والدین کا مناسب موقع اور وقت کا انتخاب ایک ایسا عمل ہے جس کا نصیحت کے کارگر اور مفید ثابت ہونے میں بڑا اہم رول اور کردار ہے، بلکہ یہ چیز عملی تربیت کی جدوجہد کو آسان بھی بناتی ہے، کیونکہ بچوں کے دل ایک حال پر نہیں رہتے، کبھی متوجہ ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے، لہٰذا اگر والدین بچوں کی قلبی توجہ کے موقع پر ان کی اصلاح اور تربیت کرسکیں تو یقیناً وہ اپنی عملی تربیت میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرپائیں گے۔

بچوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے مناسب ترین موقع اور وقت کی تعیین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ بڑے باریک بیں تھے کہ آپ ﷺ بچوں کے افکار اور اخلاق و عادات کی درستگی کے لیے اس نکتہ سے بڑا فائدہ اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی صحیح سمت پر رہنمائی کے لیے اساسی طور پر تین اوقات پیش فرمائے ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) تفریح، راستہ اور سواری کا موقع:

جامع ترمذی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''میں ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے (سواری پر) سوار تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لڑکے.....الحدیث''

اس سے پتہ چلا کہ یہ پیغمبرانہ ہدایات سفر کے دوران دی گئیں جبکہ دونوں چلے جا رہے تھے، پیدل یا سواری پر یا کسی بند کمرے میں یہ ہدایات نہیں دی گئیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ ہدایات کھلی فضا میں دیں جس وقت بچہ کا ذہن کسی چیز کو قبول کرنے کے لیے بہت زیادہ تیار اور متوجہ ہوتا ہے اور نصیحت و ہدایت کو قبول کرنے کے لیے بہت قوی ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم (۳/۵۴۰) میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ یہ سفر سواری پر ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک خچر، حضور اکرم ﷺ کو کسریٰ کی طرف سے بطور ہدیہ دیا گیا تھا، آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے، بالوں کی بنی رسی بھی ساتھ تھی، پھر آپ ﷺ نے مجھے بطورِ ردیف کے اپنے پیچھے سوار کیا، پھر تھوڑی دور لے کر چلے تھے کہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

> ''اے لڑکے! میں نے کہا کہ جی میں حاضر ہوں، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم اللہ (کے حقوق یا دین) کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا.....الحدیث''۔

بلکہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ راستہ میں چلتے ہوئے بچے سے خفیہ انداز سے بات کیا کرتے تاکہ وہ اس بات کو ذہن نشین کرلے، کیونکہ اس سے بھی بچہ بات کا اثر قبول کرتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

> ''ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر سوار کیا، پھر مجھ سے خفیہ انداز سے بات فرمائی کہ میں وہ بات کسی سے بیان نہ کروں اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی حاجت کے لیے جو چیز بطور پردے کے زیادہ پسند تھی وہ بلند جگہ یا کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا۔''

(۲) کھانے کا وقت:

کھانے کے وقت بچہ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی عادت پر چلتے ہوئے ناشائستہ

حرکات کیا کرتا ہے اور بسا اوقات کھانے کے آداب کی خلاف ورزی کرتا ہے پس اگر والدین کھانے کے دوران اس کے پاس نہ بیٹھے ہوں اور اس کی غلطیوں کی اصلاح نہ کریں تو بچہ میں وہ نفرت آمیز بری عادات باقی رہتی ہیں نیز اس طرح والدین، بچوں کی تعلیم و تہذیب کے لیے مناسب وقت اور موقع کو بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور ان کی غلطیوں کو ملاحظہ فرماتے تھے اور اس کی اصلاح اس طریقہ پر فرماتے تھے کہ بچوں کے دل و دماغ اس سے پوری طرح متاثر ہو جاتے تھے اور وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا،

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں حضور ﷺ کی زیر پرورش ایک بچہ تھا، میرا ہاتھ (کھانے کی) پلیٹ میں بے جا حرکت کرتا تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا۔

ابوداؤد، ترمذی اور صحیح ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''بیٹا! قریب ہو جاؤ، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (صحیح الجامع رقم: ۲۵۱)

اس روایت میں آپ نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھ بچہ کو کھانا کھانے کی دعوت دی اور وہ بھی پوری نرمی اور محبت سے کہ ''قریب ہو جاؤ'' اس کے بعد اسے کھانے کے آداب تلقین فرمائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ دعوتوں میں اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، بالخصوص ان دعوتوں میں جن میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے، تاکہ ان بچوں کو بھی کھانے کے آداب معلوم ہوں اور انہیں مفید علم بھی حاصل ہو، اس طرح درجہ بدرجہ

ان میں رجولیت کی صفات پیدا ہوں گی۔

سنن دار قطنی (۲۸۵/۴) میں عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے، جب قبر پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کھودنے والے کو فرما رہے ہیں کہ ''سر کی جانب سے کشادہ کرو اور پاؤں کی جانب سے کشادہ کرو۔'' جنازے سے فراغت کے بعد قریش کی ایک عورت کا داعی (دعوت دینے والا) ملا اور اس نے عرض کیا کہ فلاں عورت آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو (کھانے پر) بلاتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ اس عورت کے (گھر) پہنچے، جب ساری قوم بیٹھ گئی تو کھانا لایا گیا، نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھانے میں رکھا اور دوسروں نے بھی کھانا شروع کر دیا، دریں اثناء کہ آپ ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ (راوی) کہتے ہیں کہ بچے بھی اپنے باپوں کے ساتھ بیٹھے تھے، بچوں کے باپوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لقمہ کو چبا رہے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے بیٹے کے ہاتھ مارا تو اس کے ہاتھ سے ہڈی گر گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں محسوس کرتا ہوں کہ بکری کا گوشت اس کے مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا ہے'' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: ''پھر مجھے میرے اپنے والد اپنے ساتھ لے گئے پس ہم (بچے) اپنے باپوں کے سامنے اسی طرح بیٹھے جس طرح بچے بیٹھا کرتے ہیں۔ اور ایک تیسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''میں اپنے والد کے ساتھ آنحضور ﷺ کے ہمراہ نکلا اور میں اس وقت چھوٹا لڑکا تھا.....اس کے بعد راوی نے ساری حدیث ذکر کی۔''

(۳) بیماری کا وقت:

بیماری سے بڑے بڑے سنگدل لوگوں کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں پھر بچوں کا کیا حال ہوگا جن کے دل تو ہمیشہ نرم ہی رہتے ہیں۔ بیماری کے وقت بچہ کے اندر دو بڑی طبیعتیں اپنے اخلاق و عادات اور اعتقادات کی درستگی کے لیے جمع ہو جاتی ہیں، ایک طفولیت کی فطری

طبیعت اور دوسری مرض کے دوران رقت قلب کی طبیعت، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک یہودی بچہ سے ملاقات فرمائی جو کہ بیمار تھا اور اس کو اسلام کی طرف دعوت دی اور یہ ملاقات اس بچہ کے لیے ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

''ایک یہودی لڑکا، حضور اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ ایک دن بیمار ہوگیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھے، پھر فرمایا کہ ''اسلام قبول کر'' وہ اپنے والد کی طرف دیکھنے لگا جو کہ اس وقت اس کے پاس کھڑا تھا۔ والد نے اسے کہا کہ ابوالقاسم (ﷺ) کی اطاعت کرو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا، پھر آنحضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے وہاں سے واپس آئے کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس بچہ کو دوزخ سے نجات دلا دی۔''

آپ نے غور کیا کہ وہ بچہ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کی کیسے خدمت کرتا رہا، اس وقت تک آپ ﷺ نے اسے اسلام کی طرف دعوت نہیں دی، لیکن جب دعوتِ اسلام کے لیے مناسب وقت اور موقع ملا تو اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی بیمار پرسی فرمائی (پھر اسے اسلام کی طرف دعوت دی)، ہمیں بھی چاہیے کہ حضور ﷺ کے طریقہ دعوت کو اپنائیں اور اس سلسلہ میں صبر و تحمل اور مناسب وقت اور موقع کو دیکھیں، تاکہ مناسب موقع کے وقت بچہ کی نیک فطرت میں اضافہ ہو۔ لہٰذا بچوں کی راہنمائی اور ان کی شخصیت کی تعمیر کے لیے والدین کے پاس بنیادی طور پر یہ تین اوقات ہیں: (۱) سیر و تفریح کا وقت (۲) کھانے کا وقت (۳) بیماری کا وقت۔ اس کے علاوہ بھی ایسے اوقات اور مواقع ہوسکتے ہیں جن کو والدین اپنے بچوں کے لیے مناسب سمجھتے ہوں۔

تیسرا اصول:

بچوں کے درمیان عدل و مساوات

والدین کے لیے بچوں کی تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے یہ تیسرا اصول ہے، تاکہ وہ اپنے مقصود کو حاصل کرسکیں، وہ تیسرا اصول ہے بچوں کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنا۔ اس چیز کو بچوں کے نیک اور فرماں بردار ہونے میں بڑا گہرا دخل ہے۔

ہمارے لیے یہ بات جاننا ہی کافی ہے کہ بچہ کا محض یہ شعور اور خیال کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک اس کے بھائی کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے اور اس کا اس سے زیادہ اکرام کرتا ہے، اس بچہ کو بدمزاج اور بدخلق بنا دیتا ہے، والدین اس کا پھر مقابلہ نہیں کرسکتے، اور حسد کی بناء پر والدین اس کی لگام بھی نہیں کھینچ سکتے، جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حال ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے والد کا قلبی میلان یوسف علیہ السلام کی طرف ہے تو انہوں نے اپنے باپ پر غلط روی کا الزام لگایا،

جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ﴾ [یوسف: ۸]

''جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں جبکہ ہم جماعت ہیں، بے شک ہمارے والد کھلی غلطی میں مبتلا ہیں۔''

برادرانِ یوسف کے اس شعور کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے بھائیوں اور والد کے حق میں ایک ناپسندیدہ عمل کا ارتکاب کیا، چنانچہ فرمایا:

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ

اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾

[یوسف: ۹، ۱۰]

''تم یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی جگہ پھینک کر آؤ اس طرح تمہارے باپ کا چہرہ تمہارے لیے خاص ہو جائے گا اور تم اس کے بعد نیک قوم بن جاؤ گے، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو (بلکہ) اسے کسی گہرے کنویں میں پھینک دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھا لے گا اگر تم کو کرنا ہے۔''

یوں ان بھائیوں نے اپنے جھوٹے نابالغ بھائی کے خلاف سازش تیار کی، حالانکہ وہ معصوم اور بے گناہ تھا، صرف بات یہ تھی کہ اس کے والد دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت اس سے محبت کا اظہار زیادہ کرتے تھے، یہ بات بھائیوں کے لیے حسد اور فریب کاری کا ذریعہ بن گئی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک ماں باپ بچوں کے درمیان مادی اور معنوی دونوں اعتبار سے عدل و مساوات کا لحاظ نہیں رکھیں گے ان کی کوئی نصیحت اور ہدایت ثمر بار اور مفید ثابت نہ ہو سکے گی، اسی لیے ان کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے سامنے کسی کی جانب اپنے قلبی میلان کا اظہار نہ کیا کریں۔

اس سلسلہ میں رسولِ اکرم ﷺ نے ایک حدیث مبارک میں ہمارے لیے اس کو واضح فرما دیا ہے، چنانچہ شیخین رحمہما اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ) نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد ان کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں لے گئے اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو خصوصی طور پر عطیہ دیا ہے، آنحضور ﷺ نے پوچھا کہ ''کیا تم نے اس کی طرح اپنے تمام بچوں کو بھی عطیہ دیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ''نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے تم ناانصافی کی بات پر گواہ مت بناؤ'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ وہ فرماں برداری میں برابری اختیار کریں''؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''پھر ایسا نہ کرو''۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''کیا تم نے اپنے تمام بچوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا

ہے؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کا سلوک کرو'' اس کے بعد میرے والد واپس چلے آئے۔

سنن دار قطنی (۴۲/۳) کی روایت میں اس طرح منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیا اس کے علاوہ بھی تیری کوئی اولاد ہے؟'' انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''کیا تم نے ان کو بھی اسی طرح دیا ہے جس طرح اس کو دیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ جیسا انسان اس پر گواہ نہیں ہوتا، بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل ومساوات قائم کرو جیسا کہ اسے پسند ہے کہ تم اپنی ذات میں عدل وانصاف قائم کرو۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو۔'' (سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ١٢٤٩)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عطیہ کے سلسلہ میں اپنے بچوں کے درمیان عدل کرو، جیسا کہ تم پسند کرتے ہو کہ وہ (بچے) حسن سلوک اور فرماں برداری میں تمہارے درمیان عدل کا برتاؤ کریں۔'' (رواه ابن ابی الدنيا فی كتاب العيال ١٧٢/١)

شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث مبارکہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ:

''ان احادیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ اولاد کے درمیان عدل ومساوات کا برتاؤ نہ کرنا حرام ہے، علاوہ ازیں بچوں کے معاملہ میں ایک دوسرے کے درمیان امتیاز کرنا یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ان کے درمیان عداوت، کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے اور یہ بات قطع رحمی کا سبب بنتی ہے۔''

(تحقيق القضية فی الفرق بين الرشوة والهدية ص ٢١٧)

ہمارے اسلاف اس نکتہ کا خوب ادراک رکھتے تھے، اس لیے وہ اپنے بچوں کے درمیان عدل و مساوات کا برتاؤ کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ بوسہ لینے میں بھی عدل کا لحاظ رکھتے تھے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت بھی ہو، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے بیٹے اور بیٹی کے درمیان بوسہ لینے کے معاملہ میں بھی عدل و مساوات برتنے پر خبردار کیا ہے۔

چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ

''ایک آدمی حضورِ اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو بوسہ دیا اور اسے اپنی گود میں بٹھالیا، پھر اس کی بیٹی آئی تو اسے پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا (اس کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم نے ان کے درمیان عدل نہیں کیا۔''

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''یہ کام جائز نہیں، خواہ جلی ہوئی روٹی ہی کیوں نہ ہو، ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا معنی نقل کرتے ہیں۔''

(حوالہ بالا، ص ۲۱۸)

کیا پورے روئے زمین پر کوئی ایسا تربیتی ادارہ ہے جو بچوں کا بوسہ لینے اور اُنہیں گود اور پہلو میں بٹھانے کے معاملہ میں بھی عدل و مساوات کی تعلیم دیتا ہو؟ یہ صرف مشکوٰۃِ نبوت ہے جہاں سے ایسی تربیت ملتی ہے۔

بسا اوقات بچوں کے درمیان لڑائی جھگڑا بھی ہوجایا کرتا ہے تو ایسی صورت میں حسد و کید سے ان کو دور رکھنے کی خاطر ان کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنا اور حق بات کا اثبات اور باطل کا ابطال ضروری ہوتا ہے۔ دیکھیے! رسول اللہ ﷺ نے ایسے دو بچوں کے درمیان، جو آپس میں لڑ پڑے تھے، فرق کیا اور ان کے غلط افکار کی اصلاح اور درستگی فرمائی اور ان کے بڑوں کو مختلف طریقوں سے ظلم کے دفعیہ کی تعلیم دی، کیونکہ جب ظلم دور ہوگا تو اس کی جگہ عدل خود بخود آجائے گا۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے، ایک لڑکا مہاجرین کا تھا اور دوسرا انصار کا، مہاجر لڑکے نے آواز لگائی کہ مہاجرو! میری مدد کو آؤ، اور انصاری نے بھی آواز لگائی کہ انصارو! میری مدد کرو، اس دوران حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا کہ ''یہ کیا ماجرا ہے، زمانۂ جاہلیت کی سی آوازیں''! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسی بات نہیں ہے، بلکہ دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے ہیں، ایک نے دوسرے کی سرین پر لات ماری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں، آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اگر ظالم ہے تو اسے ظلم سے منع کرے کہ یہی اس کی مدد کرنا ہے اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے۔''

بچے جب آپس میں لڑ رہے ہوں تو ان کے درمیان فرق کرنا بھی عدل میں شامل ہے، کیونکہ ان میں ایک ظالم اور دوسرا مظلوم ضرور ہوگا، اسی بناء پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (ایک دن) میں نے ابوعبد اللہ (احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا کہ مکتب کے بچوں کے پاس سے گزرے جو آپس میں لڑ رہے تھے تو آپ نے ان کے درمیان فرق کیا (کہ یہ ظالم اور یہ مظلوم ہے)۔(الآدب الشریعة والمنح المرعية ١/١٨٢)

آخر میں ہم انصاف کرنے والے والدین اور مربّیین کو دنیا میں تربیتی اہداف و مقاصد کے حصول کے علاوہ قیامت کے روز اخروی اجر و ثواب کی خوشخبری بھی سنائے دیتے ہیں کہ انہیں نور کے منبر حاصل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں میں سے بنائے اور عدل و مساوات کے اصول پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں انصاف کرنے والے لوگ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں

گے جو اپنے حکموں میں اور اپنے اہل و عیال اور دوسرے امور میں عدل وانصاف سے کام لیا کرتے تھے۔"

ایک اہم سوال باقی رہ گیا کہ بچوں کے درمیان تفضیل (ترجیح دینا) کب جائز ہوتی ہے؟

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی تو یہ ہے کہ اولاد کے درمیان تفضیل حرام ہے جب تک کہ اس کا کوئی داعیہ موجود نہ ہو یا تفضیل کا کوئی مقتضی موجود نہ ہو، کیونکہ اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔(المغنی لابن قدامة ٥/٦٠٤)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کسی بچہ کو کسی خصوصیت کے سبب ترجیح دیں جیسے وہ محتاج ہو یا اپاہج اور نابینا یا کثیر العیال ہو یا علم دین میں مشغول ہو یا کوئی اور وجہ فضیلت اس میں پائی جاتی ہو یا کسی بچہ کو اس کے فاسق یا بدعتی ہونے کی بناء پر عطیہ نہ دیں یا اس لیے نہ دیں کہ یہ اسے لے کر نافرمانی والے کام میں صرف کرے گا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ تخصیص میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ محتاج ہو اور اگر بلا وجہ محض اس کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لیے عطیہ دے گا تو مکروہ ہے۔(تحقیق القضیة فی الفرق بین الرشوة والهدیة ص ٢١٨)

چوتھا اصول:

بچوں کے حقوق کی پاسداری

بچوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کی جائز بات کو پورا کرنا ایسی چیز ہے جو ان کے دل و دماغ میں مثبت فکر کو پیدا کرتی ہے اور وہ اس سے سمجھتے ہیں کہ زندگی لین دین کا نام ہے۔ نیز اس طرح بچے حق بات کو قبول کرنے کے عادی بنیں گے، جب ان کے پیش نظر اس کا اچھا نمونہ بھی ہوگا، اور اُنہیں اپنے حقوق کے مطالبہ کے لیے واضح راستہ ملے گا، جب کہ اس کے برخلاف صورت میں وہ آگے بڑھنے کی بجائے پسپائی کا ہی شکار رہیں گے۔

غور کیجیے کہ ایک حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے سے، جو

آپ ﷺ کی دائیں جانب بیٹھا تھا، اجازت لی کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو کر بڑے کو اپنا حق دے دے جو آپ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھے تھے، لیکن وہ بچہ تیار نہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پس خوردہ کے حصول میں کسی کو بھی اپنے آپ پر ترجیح دے، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ برتن اس کو دے دیا تاکہ وہ اپنے حق سے پوری طرح فائدہ اٹھالے۔

صحیح بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پینے کی چیز پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا، اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب دوسرے بزرگ حضرات بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ ''کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان بزرگوں کو برتن دے دوں''؟ اس لڑکے نے کہا کہ نہیں، یارسول اللہ! میں آپ ﷺ سے بچے ہوئے اپنی حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے (پانی کا برتن) اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔''

اور رزین کی روایت میں اضافہ ہے کہ:

''وہ لڑکا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔'' (جامع الاصول ٥/٨٤)

ایک مرتبہ ایک لڑکا (اپنی حق تلفی کا خیال لیے ہوئے) معرکۂ احد سے قبل آنحضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے حبیب اور مصطفیٰ ﷺ سے کہنے لگا کہ یارسول اللہ! آپ نے میرے چچا زاد بھائی کو معرکہ میں جانے کے لیے قبول فرمایا۔ حالاں کہ میرا اس سے مقابلہ (کشتی) ہو تو میں اسے پچھاڑ لوں گا، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے سامنے باہم کشتی کرنے کا امر فرمایا تو وہ اپنے چچا زاد بھائی پر غالب آ گیا اور اس نے اس کو پچھاڑ دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی کہ وہ مشرکین کے ساتھ لڑنے میں ایک مسلمان سپاہی کے طور پر میدانِ جہاد میں نکلے۔

کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو مقام و منزلت اور جاہ و مرتبت اور جنود و لشکر کی کثرت

کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سے افضل ہو؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، آنحضور ﷺ تو چھوٹے بچوں کے حقوق کا بھی خیال رکھتے تھے اور ان حقوق کی پاسداری کرتے تھے، اس طرح آپ ﷺ نے ہمیں بھی تعلیم دے دی کہ ہم بھی چھوٹے بچوں کے حقوق کو ان کے سامنے اپنی بڑائی جتائے بغیر قبول کیا کریں۔

ممکن ہے کہ بچوں کے حقوق سے پہلو تہی برتنے اور ان سے چشم پوشی کرنے والے لوگ، اس کے لیے کوئی حیلہ و تدبیر ڈھونڈیں، ان کی راہنمائی کے لیے مذکورہ ذیل حدیث ذکر کی جاتی ہے:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اور دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے چند مفید جامع کلمات سکھا دیجیے (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

> ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور قرآن کے احکام پر عمل کرتے رہو اور جو حق بات پیش کرے اسے قبول کرو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اور غلط بات پیش کرنے والے کو رد کرو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا (بلکہ) اگرچہ وہ دوست اور قریبی ہی کیوں نہ ہو۔''

اگر چھوٹی عمر کا لڑکا عالم و قاری ہو تو اس کا یہ بھی حق ہے کہ اسے امام و قائد بنایا جائے۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں مہاجر بن حبیب الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اکٹھے بیٹھے تھے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حدیث بیان کرو، ہم تمہاری تابعداری کریں گے، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جب سفر میں تین آدمی ہوں تو جو ان میں بڑا قاری ہو وہ ان کو نماز پڑھائے اگرچہ وہ عمر میں سب سے چھوٹا ہو اور وہی ان کا امیر ہوگا۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ وہ (کم عمر) تمہارا امیر ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے امیر

بنایا۔ سب کو یہ معلوم ہی ہے کہ "اقرؤھم" (حدیث مذکور میں موجود لفظ) کا معنی یہی ہے کہ جو نماز کے مسائل و احکام اور تلاوت قرآن میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک بار) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ حاضر ہونے کی اجازت طلب کی مگر انہیں مشغول پا کر واپس چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا تم نے عبد اللہ بن قیس کی آواز کو نہیں سنا؟ انہیں اندر آنے کی اجازت دو، پس جب انہیں بلایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا (کہ واپس چلے گئے)؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس پر ثبوت پیش کرو، ورنہ میں سزا دوں گا؟ چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انصار کی مجلس میں گئے (اور ان سے اس حدیث کا ثبوت پوچھا تو) انہوں نے کہا کہ اس پر تو صرف ایک چھوٹا لڑکا ہی گواہ ہے، ابوسعید اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات مجھ پر مخفی تھی، بازاروں کے معاملات نے مجھے اس سے غافل رکھا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

> ''اس کے ہمراہ قوم کا سب سے کم عمر لڑکا ہی کھڑا ہوسکتا ہے، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سب سے کم عمر ہوں، اس نے کہا کہ پس تم اس کو لے جاؤ۔''

ایک اور روایت میں اس طرح منقول ہے کہ:

> ''تمہارے ساتھ ہمارا کم عمر لڑکا ہی کھڑا ہوسکتا ہے، اے ابوسعید! اٹھو۔''

اے میرے برادرِ مسلم! غور کیجیے کہ امیر المؤمنین نے ایک کم عمر لڑکے یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حق بات کی گواہی کس طرح قبول فرمائی! ہمیں ان کی اقتداء اور پیروی کرنی چاہیے۔

سلف صالحین کا بھی معمول تھا کہ وہ چھوٹے بچوں کی ہر طرح کی حق بات کو قبول کیا کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھوٹے بچہ کی بات سے نصیحت حاصل کی، ایک مرتبہ آپ نے ایک بچہ کو مٹی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ مٹی میں گرنے سے بچو" بچہ نے امام کبیر سے کہا کہ آپ کو چاہیے کہ آپ گرنے سے بچیں، کیونکہ ایک عالم کا سقوط پورے عالم (جہاں) کے سقوط کو لازم ہوتا ہے (یعنی ایک عالم اگر لغزش کھاتا ہے تو اس کا نقصان پورے عالم کو پہنچتا ہے) بچہ کی اس بات سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، اس کے بعد آپ کا معمول یہ ہوگیا کہ جب تک پورے ایک مہینہ تک اپنے شاگردوں کے ساتھ مسئلہ کی تحقیق نہ کر لیتے کوئی فتویٰ جاری نہیں فرماتے تھے۔ (مقدمہ حاشیہ ابن عابدین)

حضرت مسعر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چلا جارہا تھا کہ لاعلمی میں ایک بچہ آپ کے پاؤں کے نیچے آ گیا، اس بچے نے کہا اے بزرگ! کیا آپ کو قیامت کے دن کے قصاص (بدلہ وانتقام) سے ڈر نہیں لگتا؟ (یہ سن کر) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی، میں وہاں کھڑا رہا، یہاں تک کہ آپ کو ہوش آیا تو میں نے عرض کیا کہ اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ! اس بچہ کی بات سے آپ کے دل نے بہت اثر لیا ہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اس نے مجھے تلقین کی ہے۔ (مناقب ابی حنیفة ص ٤٠٦)

ابن ظفر المکی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سری بن مغلس السقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ صاحب کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ [مریم: ٨٦] پھر پوچھا کہ استاذِ محترم! اس آیت میں "ورد" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم، پھر یہ آیت پڑھی: ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ [مریم: ٨٧] پھر پوچھا کہ استاذ مکرم! اس میں "عهد" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت ختم کی پھر کہا کہ استاذ جی! جب آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے تو لوگوں کو کیوں دھوکہ دے رکھا ہے؟ اس پر استاذ صاحب نے ان کو مارا، سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ استاذِ محترم! کیا آپ کے لیے جہالت اور غرور ہی کافی نہ تھا کہ آپ نے اس پر ظلم و

زیادتی کا بھی اضافہ کر دیا۔ (یعنی مجھے مارا بھی) استاذ صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا اور آئندہ تادیبی کاروائی سے توبہ کی اور علم کے حصول میں لگ گئے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جہالت کی غلامی سے اسی (سری سقطی) نے آزادی دلائی ہے۔ (انباء نجباء الابناء ص ١٤٦)

اگر ہم مزید ایسے واقعات ذکر کریں تو یقیناً ہمارے سامنے راستے واضح ہوتے جائیں گے اور ایسے بچوں کے کلام سے مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔

چنانچہ (ایک روز) ایک بچہ یعنی حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کسی خلیفہ وقت کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہاں بہت سارے اہل علم موجود ہیں، اس بچہ نے بات کرنا چاہی مگر اس نے اس کو ڈانٹ دیا، اور کہا کہ کیا یہ بچہ ایسے مقام پر بات کرے گا؟ بچہ بولا کہ اگر میں بچہ ہوں تو کیا ہوا؟ سلیمان علیہ السلام کے ہدہد سے تو چھوٹا نہیں ہوں اور نہ ہی آپ سلیمان علیہ السلام سے بڑے ہیں۔ جب اس ہدہد نے کہا تھا کہ ﴿اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ﴾ [النمل: ٢٢] یعنی ''میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو بھی معلوم نہیں'' پھر اس بچہ نے کہا کہ اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو فیصلہ سمجھایا تھا، اگر معاملہ بڑے چھوٹے کا ہوتا تو داؤد علیہ السلام اس کے زیادہ حقدار تھے۔

(تذکرۃ الاباء وتسلیۃ الابناء ص ٦٤)

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، جو اس وقت پروان چڑھنے والے بچہ تھے، کی بات کو قبول کیا تھا، دیکھو ایک چھوٹا بچہ، بڑے جلیل القدر امام کی اصلاح کیسے کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا حال پڑھ لو کہ جب وہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور لوگوں کے وفود اس منصب جلیل پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کو مبارک باد پیش کرنے آئے تو ایک وفد میں موجود لڑکے نے آگے بڑھ کر بات کرنا چاہی تو خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کیا اس وفد میں تم سے عمر میں بڑا کوئی نہیں ہے جو مجھ سے بات کرے؟ (اس پر) وہ لڑکا بولا کہ امیر المؤمنین! اگر معاملہ بڑی عمر کا ہوتا تو جو آپ سے عمر میں بڑا ہے وہ اس منصب پر فائز ہوتا۔ اے امیر المؤمنین! کیا آپ جانتے نہیں کہ انسان اپنے دو چھوٹے اعضاء، زبان اور دل، کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے (اس پر) خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے لڑکے!

مجھے مزید نصیحت کرو، چنانچہ اس لڑکے نے مزید وعظ و نصیحت کی حتیٰ کہ ان کو رُلا دیا۔

(مواقف حاسمة بين العلماء والحكام ص ٦٤)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بڑی بڑی شخصیات اور عظیم ہستیاں جو علم و معرفت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں؛ بچوں کی نصیحت آمیز باتوں کو (صدق دل سے) قبول کیا کرتی تھیں اور انتہائی تواضع اور انکساری سے ان کی باتوں کو سنا کرتی تھیں اور ان کی آراء سے مستفید ہوتی تھیں اور وہ بچے ان کے افکار و خیالات اور طرز و طریق کی اصلاح کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلائے اور حق بات کو چھوٹے بڑے ہر ایک سے قبول کرنے کی توفیق دے۔

پانچواں اصول:

دُعائیں کرنا

والدین کے لیے بچوں کی تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ان کے لیے دعائیں کرنا ہے اور اس کے لیے مقبول گھڑیوں کی جستجو اور تلاش ہے، جنہیں سرورِ دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا ہے، کیونکہ والدین کی دُعا اللہ کے ہاں قبول ہوا کرتی ہے، نیز دُعا سے عاطفت و رحمت کا جذبہ مزید اُبھرتا ہے اور والدین کے دلوں میں بچوں کی رحمت و شفقت جاگزیں ہوتی ہے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بچوں کی صلاح و بہتری اور ان کے مستقبل کی فلاح و بہبود کے لیے خوب گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں، اور یہ انبیاء و مرسلین کی سنت بھی رہی ہے، جیسا کہ کتاب کے شروع میں کچھ آیات ذکر ہوئیں۔

بناء بریں ہم دیکھتے ہیں کہ جو باپ یا ماں اپنے بچوں کو بددعا دیتے ہیں وہ انتہائی خطرناک ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اس بددعا میں بچہ کے مستقبل کی بھی تباہی ہے اور والدین کے لیے بھی ہلاکت کا سامان ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ماں باپ کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بددعا دیں، اس لیے کہ یہ بات اسلامی اخلاق کے بھی منافی ہے اور تربیت نبوی ﷺ

کے بھی خلاف ہے، بلکہ اس طرح ماں باپ منہاجِ نبوت سے بھی دور ہوتے جاتے ہیں۔
ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تو مشرکین طائف کو بھی بددعا نہیں دی بلکہ فرمایا کہ:

''مجھے اللہ سے امید ہے کہ ان کی نسل سے ضرور ایسا شخص پیدا ہوگا جو اللہ کی عبادت کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امید اور آرزو کو پورا بھی فرمایا۔

بچوں کو بددعا دینے کی ممانعت:

سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم اپنے آپ کو بھی بددعا نہ دیا کرو اور اپنی اولاد کو بھی بددعا نہ دیا کرو اور اپنے خادموں کو بھی بددعا نہ دو اور اپنے اموال کو بھی بددعا نہ دو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہو اور دعا قبول ہو جائے۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی، عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اس نے اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کی، حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تم نے اسے بددعا تو نہیں دی تھی، اس نے کہا کہ ہاں، ایسا ہی ہے، عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر تم نے خود اس کو بگاڑا ہے۔ (الاحیاء ۲/۲۱۷)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بجائے اس کے کہ بددعا دے کر بچوں کے بگاڑ کا سبب بنیں، بچوں کے لیے دعائیں کر کے ان کی صلاح و بہتری کا سبب بنیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انکے عمل، مال اور اولاد سب میں برکتیں عطا فرمائیں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور پھر دعا دی کہ "اللّٰھم علّمه الحکمة" کہ اے اللہ! اس بچہ کو حکمت سکھا دے۔''

ایک روایت میں "علّمه الکتاب" کے الفاظ آئے ہیں یعنی اسے کتاب اللہ سکھا دے، اور بخاری و مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اللّٰھم فقهه فی الدین" یعنی اے

اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما دے۔'' مسند احمد میں اس کے بعد "وعلّمه التاويل" کے الفاظ بھی آتے ہیں یعنی ''اور اسے تفسیر کا علم عطا فرما۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دُعا کی برکت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما بڑے ہو کر حبر الامّۃ اور ترجمان القرآن بنے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ایک بچہ کو اس کی نصرانی ماں سے بچانے کے لیے دُعا کا انداز اختیار کیا تاکہ وہ بچہ اپنے مسلمان باپ کو ترجیح دے۔ اس سے نبوی اسلوب تربیت کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے جس سے غیر اسلامی اسالیب تربیت محروم ہیں۔

چنانچہ مصنف عبد الرزاق (۷/۱۶۰) میں عبد الحمید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ان کے دادا، اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے دادا مسلمان ہو گئے لیکن ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، پس وہ اپنے نابالغ چھوٹے بچہ کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں لے کر آئے، آنحضور ﷺ نے باپ کو ایک طرف اور اس کی ماں کو دوسری طرف بٹھایا اور بچہ کو اختیار دیا، پھر فرمایا کہ "اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ" یعنی اے اللہ! اس بچہ کو ہدایت سے نواز دے، (یہ سن کر) بچہ اپنے باپ کی طرف چلا آیا۔ (رواه احمد والنسائی ایضًا)

معلوم ہوا کہ کفر کی بہ نسبت والدین کی نافرمانی کا درجہ کم ہے اور اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے اس کا علاج دعا سے فرمایا۔ نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دُعا ایسی چیز ہے جو نافرمانی کی جڑیں تک اکھاڑ پھینکتی ہے؟ بشرطیکہ والدین خلوص کے ساتھ دُعا کریں اور مسلسل دعا میں لگے رہیں خواہ سفر کی حالت میں ہوں۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سفر کے ارادے سے اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے، پھر یہ دعائیں پڑھتے:

((سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي

الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ))

(رواه ابن خزيمة في صحيحه ٤/١٣٨-١٤١)

مائیں بہت خواہش مند ہوتی تھیں کہ ان کے بچے رسول اللہ ﷺ کی مبارک دعائیں حاصل کر کے دنیا و آخرت کا حصّہ پالیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ، اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ سے دُعا کی درخواست کی، چنانچہ شیخین رحمہما اللہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کا خادم انس رضی اللہ عنہ ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمادیں، حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو بڑھا دے اور جو کچھ تو نے اس کو دے رکھا ہے اس میں برکت عطا فرمادے۔"

بخاری میں یہ روایت اس طرح آتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (میری والدہ) ام سُلَیم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں، میری والدہ نے مجھے آدھے ڈوپٹے سے مجھ ڈھانکا ہوا تھا، پھر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا بیٹا انس ہے، میں آپ ﷺ کے پاس لائی ہوں، آپ ﷺ کی خدمت کرے گا، آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمادیں، چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کے مال واولاد میں اضافہ فرما"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ (اس کی برکت سے) میرا مال بھی کثیر مقدار میں ہے اور آج میرے بچے اور بچوں کے بچے تقریباً سو سے زیادہ ہو چکے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوخلدہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث مبارک سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کی بیس برس تک خدمت انجام دی ہے اور حضور ﷺ نے ان کو دعا بھی دی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک

باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اس باغ میں ایک خوشبو دار پودا تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ عبد اللہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، وہ اس وقت بچے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست مبارک پھیرا اور ان کو بیعت نہیں فرمایا۔ اور ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست مبارک پھیرا اور ان کو دُعا دی، وہ اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔''

(رواهما الحاكم في مستدركه ٣/٤٥٦)

ابوحمزہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کریں تو انہوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ میری عمر پانچ یا چھ سال کی تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے اور میری اولاد کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔''

(مستدرك الحاكم ٣/٢٥٩)

بعض شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارا بیٹا نافرمان ہے ہماری بات نہیں سنتا؟ اس کا جواب وہی ہے جو سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں کے لیے فرمایا تھا کہ ''سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ'' یعنی میں اپنے رب سے تمہارے لیے معافی کی درخواست کروں گا۔

چھٹا اصول:

بچوں کے لیے کھلونے وغیرہ خریدنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں جن کھلونوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امر کو برقرار رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کو کھلونے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان کھلونوں کو بہت پسند بھی کرتے ہیں۔

نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوعمیر کو دیکھنا جو اپنی چڑیا سے کھیل رہا تھا، اس بات کی دوسری دلیل ہے کہ بچوں کو کھیل وغیرہ کے لیے ایسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جس سے

ان کو تسلی ہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک پلا تھا جس سے وہ تسلی پاتے تھے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سحری کا ایک وقت مقرر تھا جس میں مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا کرتا تھا اور جب میں آتا تو اجازت لے کر حاضر ہوتا تھا، اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتا تو سبحان اللہ کہہ کر اندر آجاتا اور اگر فارغ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ ایک رات میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی، پھر فرمایا کہ ''فرشتہ میرے پاس آیا یا فرمایا کہ جبریل علیہ السلام آئے، میں نے کہا کہ اندر آجائیں۔ اس نے کہا کہ گھر میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے میں اندر نہیں آسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے کچھ نہ ملا، اس نے کہا کہ (پھر) دیکھو، میں نے دیکھا تو حسین رضی اللہ عنہ کا پلا تھا جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک چارپائی کے پائے کے ساتھ بندھا ہوا تھا، پھر اس نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں، ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کوئی مورتی یا کتا یا جنبی شخص موجود ہو۔''

(مسند ابی یعلیٰ ۱/۴۴۵)

لیکن یہ کھلونے بچوں کے لیے کون خریدے گا؟ واضح ہے کہ والدین ہی ان کے لیے کھلونے خریدیں گے جو ان کی عمر اور طاقت کے مناسب ہو، اس طرح بچوں کے عقل وشعور میں رفتہ رفتہ ترقی ہوگی اور وہ کھلونے ان کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوں گے، البتہ والدین کے لیے کھلونوں کی خریداری کے وقت ان امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے: وہ کھلونا ایسا ہو جو بچوں کے لیے جسمانی صحت اور نشاط وچستی پیدا کرنے کے لیے مفید ہو اور وہ کھلونا اس نوعیت کا ہو جو نئی ایجادات کی ضرورت کو پورا کرتا ہو اور وہ اس نوعیت کا ہو کہ اس کے پرزوں کو الگ کرنا اور جوڑنا ممکن ہو اور وہ کھلونا اسلاف کے اخلاق وکردار اور طور وطریق کی تابعداری کی حوصلہ افزائی کرتا ہو۔ ایسی صورت میں وہ کھلونا تربیتی اعتبار سے مناسب اور مفید ہوگا۔

ساتواں اصول:

نیک کاموں میں بچوں کی معاونت کرنا

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کے اسباب بچوں کو فراہم کرنا ایسی چیز ہے جس سے ان کو نیک کاموں میں معاونت حاصل ہوتی ہے اور اس سے وہ کسی کام کے بجالانے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں، بچوں کو مناسب ماحول اور فضا فراہم کرنا ان کو اس بات کی طرف راغب کرتا ہے کہ وہ از خود راہِ راست پر چلیں، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ والدین نے کامیابی کے حصول میں ان کی معاونت کرکے ایک بہت بڑا تحفہ پیش کردیا ہے۔

سازگار فضا و ماحول اور اسباب کی فراہمی کی اہمیت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ والدین کے لیے دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں اور رضا نازل فرمائے کہ جو اپنے بچوں کی نیک کاموں میں صحیح معاونت کرتے ہیں۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس والد پر اپنی رحمت فرمائے جو نیکی کے کام میں اپنے بچوں کی معاونت کرتا ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''نیک کاموں میں اپنی اولاد کی مدد کیا کرو جو چاہتا ہو کہ اس کی اولاد نافرمانی سے باز آجائے۔''

اس سلسلہ میں والدین کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو نافرمانی سے نکالیں اور اس کے لیے وعظ و نصیحت اور حکمت و دانائی اور طویل عرصہ درکار ہے۔

آٹھواں اصول:

حد سے زیادہ ملامت اور عتاب کرنے سے اجتناب کرنا

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بچوں کے کاموں میں زیادہ عتاب اور ملامت نہیں فرماتے تھے اور ضرورت سے زیادہ ان کو توبیخ و تنبیہ نہیں فرماتے تھے۔

دیکھئے! حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے دس سال مسلسل آنحضور ﷺ کی خدمت کی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے انداز تربیت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے کوئی کام کیا ہو اس پر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے کیوں کیا یا میں نے کوئی کام نہ کیا ہو تو اس پر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے دس سال حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت کی ہے، آپ ﷺ نے مجھے کوئی حکم دیا ہو اور میں نے اس کو بجالانے میں سستی کی ہو یا وہ کام کیا ہی نہ ہو تو آپ ﷺ نے کبھی مجھے ملامت نہیں کیا اور اگر گھر کا کوئی فرد مجھے ملامت کرتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ اسے چھوڑ دو۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس انداز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دل میں زندگی کی روح اور دزدیدہ نگاہی کا بیج بو دیا، بلکہ یہ ایک ایسی مؤثر چیز ہے جو ماں باپ کو ملامت و عتاب اور کثرت سے بچوں کے عیوب کے اظہار سے احتراز کرنے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے فرمایا، جس نے اپنے بیٹے کے کسی کام پر اس پر عیب لگایا تھا،

''تمہارا بیٹا در حقیقت تمہارے ہی ترکش کا ایک تیر ہے۔''

یعنی جب باپ اپنے بیٹے پر کوئی عیب یا الزام لگاتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنے اوپر الزام لگاتا ہے، کیونکہ وہی اس کی پیدائش کا سبب بنا ہے اور وہ اس بات کے لائق تھا کہ اس کی تربیت میں جلدی کرتا۔

شمس الدین الانبابی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "ریاضة الصبیان وتعلیمهم وتأدیبهم" میں اسی نکتہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"بچوں پر ہر وقت طعن و ملامت زیادہ نہ کیا کرے، کیونکہ یہ چیز اس کے لیے ملامت (الزام تراشی) اور بُرے افعال کے ارتکاب کو آسان بنا دیتی ہے۔"

(التربیة فی الاسلام ص ۱۳۰)

باب دوم:

بچوں کی فکری تربیت کے بنیادی اصول

پہلا اصول	.....	واقعات بیان کرنا
دوسرا اصول	.....	براہِ راست واضح گفتگو کرنا
تیسرا اصول	.....	ذہنی سطح کے مطابق بات کرنا
چوتھا اصول	.....	نرمی سے بات کرنا
پانچواں اصول	.....	تجرباتی عملی طریقہ اختیار کرنا
چھٹا اصول	.....	آنحضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ

إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ [لقمان: ۱۳-۱۹]

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میرے اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کرو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کرتا ہو پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے، بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

پہلا اصول:

واقعات بیان کرنا

بچوں کی فکری اور عقلی بیداری کے لیے قصہ گوئی بڑا اہم رول ادا کرتی ہے اور یہ چیز بچوں کی فکری تربیت میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے کہ قصہ گوئی میں بچوں کے لطف و لذت کا سامان موجود ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ کے اندر وافر مقدار میں نبوی واقعات موجود ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے بڑے تمام حاضرین مجلس کے سامنے بیان فرمایا، اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم پوری توجہ کے ساتھ ان قصوں کو سنتے تھے، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ ان کے سامنے زمانہ ماضی میں پیش ہونے والے مختلف واقعات بیان فرمایا کرتے تھے تاکہ حاضرین مجلس بھی اور قیامت تک آنے والے تمام لوگ ان واقعات سے عبرت وموعظت حاصل کریں۔

اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ نبوی ﷺ قصے اور واقعات، ثابت شدہ حقائق پر مبنی ہیں جو گذشتہ زمانہ میں رونما ہوئے اور وہ قصے بے بنیاد کہانیوں اور خرافات سے پاک ہیں اور ان قصوں سے بچوں کے اندر تاریخ پر اعتماد کا جذبہ بھی اُبھرتا ہے جیسا کہ ان قصوں سے ان میں مختلف جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ایسا اسلامی شعور اجاگر ہوتا ہے جس کا چشمہ خشک نہیں ہوتا اور ایسا گہرا احساس پیدا ہوتا ہے جس میں بلادت کا نام ونشان نہیں ہوتا۔

> ''باعمل علماء اور بیدار مغز صلحاء کے واقعات بیان کرنا ایسی چیز ہے جو دلوں میں عمدہ چیزوں کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اعلیٰ اور عظیم مقاصد کے حصول میں آنے والی مشکلات اور مصائب کے برداشت کرنے کا بہترین سبب ہے اور یہ چیز پرعزم اور قربانی دینے والے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب پیدا کرتی ہے تاکہ اعلیٰ درجات اور اشرف مقامات حاصل ہوسکیں۔''

اسی بناء پر بعض علماء کہتے ہیں کہ ''واقعات، اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے

جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر شاہد ہے:

﴿وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[یوسف: ۱۱۱]

''اور ہم آپ سے پیغمبروں کی خبریں اس لیے بیان کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ان میں حق بات اور مومنوں کے لیے وعظ و نصیحت کی بات آ گئی ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''میری نظر میں علماء کے واقعات اور ان کے محاسن بیان کرنا فقہ کی کثیر معلومات کو جمع کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، اس لیے کہ وہ واقعات لوگوں کے آداب ہیں۔''

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [یوسف: ۱۱۱]

''کہ ان قصوں میں عقلمند لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔''

اب ہم آگے چل کر کچھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واقعات اور قصے بیان کریں گے جیسے اصحابِ اخدود کا قصہ، جریج عابد کا قصہ، غار والوں کا قصہ، اویس قرنی کا قصہ، بلکہ اس موقع پر مزید نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قصے بیان کیے جائیں گے تاکہ وہ قصے، والدین اور مربیین وغیرہ کے لیے زادِ تربیت بن سکیں اور وہ قصے یہ ہیں:

۱ سیّدنا ابراہیم اور اسماعیل اور ان کی والدہ علیہم السلام کا قصہ

۲ حضرت الکفل کا قصہ

۳ ایک گنجے، ابرص، اور اندھے کا قصہ

[۴] ایک ہزار دینار قرض لینے والے شخص کا قصہ

[۱] سیّدنا ابراہیم، اسماعیل اور ان کی والدہ علیہم السلام کا قصہ:

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں پٹکا باندھنے کا طریقہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے، سب سے پہلے انہوں نے پٹکا اس لیے باندھا تھا تاکہ سارہ علیہا السلام کی ناراضگی کو دور کریں پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام ساتھ لے کر نکلے۔ اس وقت ابھی آپ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور بیت اللہ کے قریب ایک بڑے درخت کے پاس جو زمزم کے اوپر مسجد الحرام کے بالائی حصے میں تھا، انہیں لاکر بٹھا دیا، ان دنوں مکہ کسی بھی انسان کے وجود سے خالی تھا اور ہاجرہ کے ساتھ پانی بھی نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں حضرات کو وہیں چھوڑ دیا، اور ان کے لیے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوئے اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس بے آب وگیاہ وادی میں جہاں کوئی بھی متنفس موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے بار بار اس جملے کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے آخر ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں، اس پر ہاجرہ علیہا السلام بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، چنانچہ وہ واپس آگئیں اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوگئے جب وہ مقام ثنیہ پر، جہاں سے یہ لوگ آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے تو آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے ان الفاظ میں دعا کی آپ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کی ''میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس وادی غیر ذی..... زرع میں ٹھہرایا ہے'' قرآن مجید کی آیت (یَشْکُرُوْنَ) تک آپ کے دعائیہ کلمات نقل ہوئے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں۔ آخر جب مشکیزہ کا سارا پانی ختم ہوگیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کے صاحبزادے بھی پیاسے رہنے لگے، وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا لخت جگر پیاس کی شدت سے پیچ وتاب کھا رہا ہے یا کہا کہ زمین پر لوٹ رہا ہے، وہ وہاں سے ہٹ

گئیں، کیونکہ اس حالت میں انہیں دیکھنے سے دل بے چین ہوتا تھا۔ صفا پہاڑی وہاں سے سب سے زیادہ قریب تھی وہ اسی پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کوئی متنفس نظر آتا ہے، لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھالیا اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے، لیکن کوئی نظر نہ آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کے لیے سعی اسی وجہ سے شروع ہوئی۔ جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا، خاموش! یہ خود اپنے ہی سے وہ کہہ رہی تھیں اور آواز کی طرف انہوں نے کان لگا دیے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو، کہا، کیا دیکھتی ہوں کہ جہاں آبِ زمزم کا کنواں ہے وہیں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کر دیا یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی ظاہر ہو گیا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اسے حوض کی شکل میں بنا دیا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں، جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ ابل پڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ! ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کر لیتا، بیان کیا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے خود بھی وہ پانی پیا اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا، اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے ضیاع کا خوف ہرگز نہ کرنا، کیونکہ یہیں خدا کا گھر ہوگا، جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے، اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر

لے جاتا، اس طرح وہاں شب و روز گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا کہ قبیلہ جرہم کے چند گھرانے، مقام کداء کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا۔ انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی ہم اس وادی سے گزرے، یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ پایا، آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے، وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا، چنانچہ انہوں نے واپس آکر پانی کی موجودگی کی اطلاع دی، اب یہ سب لوگ یہاں آئے۔ بیان کیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس وقت پانی پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں، ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں گی؟ ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا کہ ہاں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے تھے، بنی آدم کی موجودگی کے باعث انس و دل بستگی تو تھی ہی، چنانچہ ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوالیا اور سب لوگ بھی یہیں آکر قیام پذیر ہوگئے۔ اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آکر آباد ہوگئے اور بچہ جوان ہوا ان سے عربی سیکھ لی، جوانی میں اسماعیل علیہ السلام ایسے تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں اور سب سے زیادہ آپ بھلے لگتے، چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کردی، پھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال ہوگیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوڑے ہوئے سرمایہ کو دیکھنے تشریف لائے۔ اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے۔ اس لیے آپ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی ترشی میں گزر اوقات ہوتی ہے، اس طرح انہوں نے شکایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو

بدل ڈالیں پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے انہوں نے کچھ انسیت سی محسوس کی اور فرمایا کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک بزرگ اس اس صورت کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے میں نے انہیں بتایا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری معیشت کا کیا حال ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی ترشی سے ہوتی ہے، اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں کچھ نصیحت بھی کی تھی؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں، مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کردوں، اب تم اپنے گھر جاسکتی ہو۔ چنانچہ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی اور بنو جرہم ہی میں ایک دوسری عورت سے شادی کرلی، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں نہیں آئے پھر جب کچھ دنوں کے بعد تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی وہ اپنے گھر موجود نہیں تھے۔ آپ ان کی بیوی کے یہاں گئے اور ان سے اسماعیل علیہ السلام کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا ہمارے لیے روزی تلاش کرنے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کا کیسا حال ہے؟ آپ نے ان کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے۔ انہوں نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت، آپ نے دریافت فرمایا اور پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی، ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی، اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرمایئے، ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا، اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف گوشت اور پانی پر خوراک میں انحصار، مداومت کے ساتھ مکہ کے سوا اور کسی خطۂ زمین پر بھی موافق نہیں، ابراہیم علیہ السلام نے جاتے ہوئے ان سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ

اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں، ایک بزرگ بڑی اچھی وضع وشکل کے آئے تھے، بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی، پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا اور میں نے بتادیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے گزر بسر کا کیا حال ہے؟ تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں، اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا کی جی ہاں۔ آپ کو انہوں نے سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے، چوکھٹ تم ہو اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔ پھر جتنے دن اللہ تعالیٰ کو منظور رہا ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں نہیں تشریف لائے پھر جب تشریف لائے، تو دیکھا کہ اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں اپنے تیر بنا رہے تھے، جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو سروقد کھڑے ہوگئے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہی طرزِ عمل ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، ''اسماعیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے جو حکم آپ کو دیا ہے آپ اسے ضرور انجام دیجئے۔ انہوں نے فرمایا اور تم بھی میری مدد کرسکو گے؟ عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی مقام پر ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی، اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر لائے اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے رکھ دیا، اب ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگے، اسماعیل علیہ السلام پتھر دیے جاتے تھے اور یہ دونوں حضرات یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ''ہمارے رب'' ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے بہت جاننے والے ہیں۔'' فرمایا کہ دونوں حضرات تعمیر کرتے

رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے "ہمارے رب ہماری طرف سے یہ قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے بہت جاننے والے ہیں۔"

۲ ابرص، گنجے اور اندھے کا قصّہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک ابرص، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ پہلے ابرص کے پاس آیا، اور اس سے پوچھا، تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد، کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں، بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور جلد بھی اچھی ہوگئی، فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ اونٹ یا اس نے گائے کا کہا۔ اسحاق عبد اللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ ابرص اور گنجے دونوں میں ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال، اور موجودہ عیب میرا ختم ہوجائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آگئے۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اسے گائے حاملہ دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بصارت دے دے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت اسے واپس کردی، پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں، فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے۔ ابرص کے اونٹوں سے اس کی

وادی بھر گئی، گنجے کے گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی، پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی ہیئت وصورت میں ابرص کے یہاں آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مقصد برآری کی توقع نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا۔ ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں، اس نے فرشتے سے کہا کہ حقوق اور بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں برص کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کیا کرتے تھے، ایک فقیر اور قلاش! پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو پشت ہا پشت سے چلی آرہی ہے، فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا، اپنی پہلی اسی ہیئت وصورت میں آیا اور اس سے وہی درخواست کی، اس نے بھی وہی ابرص والا جواب دیا، فرشتہ نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اپنی اُسی پہلی صورت میں، اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام اسباب ووسائل ختم ہو چکے ہیں، اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے مقصد برآری کی توقع نہیں، میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بصارت دی، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بصارت عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومفلس تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا، تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ بخدا! جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے لو، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا، فرشتہ نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا، اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض۔

۳ ایک ہزار دینار قرض لینے والے شخص کا قصہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ

فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے فرد سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والے بولے کہ گواہ کی حیثیت سے تو بس اللہ کافی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ، قرض مانگنے والے بولے کہ ضامن کی حیثیت سے بھی بس اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سچی بات کہی تم نے، چنانچہ ایک متعین مدت کے لیے انہیں قرض دے دیا، یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری کشتی وغیرہ کی تلاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس متعینہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکیں جو ان سے طے پائی تھی۔ لیکن کوئی سواری نہیں ملی، آخر انہوں نے ایک لکڑی لی اور اس میں ایک سوراخ بنایا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط جو ان کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف تھا، اس میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے کر آئے۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ضامن کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی تھا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ گواہ کی حیثیت سے کافی ہے تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا تھا اور میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک پہنچا سکوں، لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی، دریا میں بہا دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعے اپنے شہر جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا۔ اسی تلاش میں آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لیے لے لی، پھر جب اُسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی، کچھ دنوں بعد وہ صاحب جب اپنے وطن پہنچے تو قرض خواہ کے یہاں آئے اور دوبارہ ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش

کر دیے اور کہا کہ بخدا میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن اس دن سے پہلے جبکہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا، مجھے اپنی کوششوں میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ کوئی چیز بھی میرے نام آپ نے بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا، بتا تو رہا ہوں آپ کو، کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا قرض ادا کر دیا جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس ہو گئے۔

۴ حضرت الکفل علیہ السلام کا قصہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''گذشتہ امت میں ایک آدمی گزرا ہے جس کا نام الکفل تھا۔ وہ بڑا سخی تھا، ایک عورت کے پاس آیا جو ضرورت مند تھی اور اس کو بہت زیادہ دولت عطا کی اور ایک روایت کے مطابق ساٹھ دینار دیے۔ جب اس نے اس عورت سے خواہش پوری کرنا چاہی تو وہ عورت کانپنے لگی اور رونے لگی، اس آدمی نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ اس نے کہا میں نے یہ کام پہلے کبھی نہیں کیا اور میری ضرورت اور حاجت مندی نے ہی مجھے اس کام پر اُکسایا ہے۔ اس آدمی نے کہا: کیا تمہارے اندر خدا کا خوف موجود ہے۔ جبکہ میں اس کے زیادہ لائق ہوں۔ جاؤ چلی جاؤ جو کچھ دیا وہ بھی تمہارا ہے اور خدا کی قسم میں اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس رات اس آدمی کا انتقال ہو گیا، اس کے دروازے پر لکھا تھا: اللہ تعالیٰ نے کفل علیہ السلام کی مغفرت کر دی۔ لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور اس وقت کے پیغمبر کو بھی اس کی شان و مقام کی خبر دی گئی۔''

ایسے نبوی قصوں، قرآنی واقعات اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو پڑھ کر اور سن کر

بچے ایمانی ماحول اور فضا میں زندگی گزارتے ہوئے اپنے یقین میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

دوسرا اصول:

براہِ راست واضح گفتگو کرنا

بچوں سے براہِ راست گفتگو کرنا اور ان کے سامنے حقائق کو بیان کرنا اور فکری معلومات کو ان کے ذہن نشین کرنے کی خاطر مرتب کرنا ایسی چیز ہے جو بچوں میں بات کے قبول کرنے کی استعداد کو بہت زیادہ بڑھا دیتی ہے، لیکن ادھر ادھر سے جمع کردہ باتیں (جن میں کوئی ترتیب وغیرہ نہ ہو) بچوں کی اصلاح و تربیت میں کوئی کردار اور رول ادا نہیں کرتیں۔ ہمارے محبوب پیغمبر ﷺ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ ہم اکثر و بیشتر مواقع میں بچوں کے ساتھ واضح اور براہِ راست گفتگو کریں۔

جامع ترمذی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کے پیچھے (سواری پر سوار) تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں'' اب اس جملہ میں آنحضرت ﷺ اپنے موضوع کو بیان کرنے کے لیے نشوونما پانے والے بچہ سے فرماتے ہیں کہ ''میں تمہیں سکھاتا ہوں'' پھر آپ ﷺ اسے مختصر اور مفید کلمات سکھاتے ہیں جو نہ طویل ہیں اور نہ ہی اتنے مختصر کہ اصل موضوع میں خلل انداز ہوں، یہ ہے بچہ کی فکری طبیعت کی رعایت کے لیے کلام کو مرتب اور مربوط انداز میں پیش کرنا، جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ کلمات مختصر مگر معانی وافکار کو جامع اور حاوی ہوں۔

جب ہم ان کلمات میں غور کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمات بچوں کی موجودہ اور آئندہ آنے والی زندگی میں اساسی اور بنیادی فکری ضوابط اور اصول کی وضاحت کرتے ہیں۔ لیجئے! ان کلمات کو پڑھئے اور غور کیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے اور جب تم

سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور اچھی طرح جان لو کہ اگر تمام لوگ تجھے کسی چیز کے ذریعہ نفع پہنچانا چاہیں تو صرف اسی چیز کے ساتھ نفع پہنچا سکتے ہیں جس کو اللہ نے تمہارے لیے (تقدیر میں) لکھ دیا ہے، اور اگر تمام لوگ کسی چیز کے ساتھ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو صرف اس چیز کے ساتھ نقصان پہنچا سکتے ہیں جس کو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلمیں اٹھالی گئیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

آپ نے اس براہِ راست گفتگو کے حسن کو ملاحظہ کیا، جس کا آغاز ''اے لڑکے'' کے جملہ سے ہوا جو بچوں کو متنبہ اور بیدار کرتا ہے اور اس سے وہ دوسروں کی بات کو پوری توجہ سے سماعت کرتے ہیں۔

جیسا کہ نوجوان طبقہ ''اے نوجوان'' کی ندا سنتا ہے تو وہ بھی یوں ہی محسوس کیا کرتا ہے۔

پھر آپ نے دیکھا کہ کیسا جامع اور حاوی قسم کا مضمون ہے جو بچوں کے ذہن کو پوری طرح اپیل کرتا ہے! کیا آپ نے بچوں کی ذہنی اور فکری تعمیر کے لیے ایسے قواعد وضوابط کہیں پڑھے یا سنے ہیں، جو بچوں کی زندگی میں مرکزی کردار کے حامل ہوں؟ رسول اللہ ﷺ اپنے براہِ راست خطاب کے ذریعہ بچوں کی عملی طریقہ کی طرف راہنمائی کیا کرتے تھے تاکہ وہ قلبی امراض جیسے حسد، بغض اور کینہ وغیرہ سے نجات حاصل کرسکیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''بیٹا! اگر تم صبح وشام اس حال میں گزار سکو کہ تمہارے دل میں کسی کے لیے کینہ وغیرہ نہ ہو تو ایسا ضرور کر، اے بیٹے! اور یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت کو زندہ کرتا ہے تو تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا اور جو مجھے زندہ کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

رسولِ کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں ان کے ساتھ انتہائی اطمینان بخش طریقہ

اختیار کیا اور معلومات کو یوں مربوط شکل میں پیش فرمایا کہ ہر بچہ ان کو یاد کرسکتا ہے اور بآسانی سمجھ سکتا ہے، آپ ﷺ کا ''اے بیٹے'' کے پُر تاثیر جملہ اور پرسکون اور سازگار فضا میں گفتگو فرمانا ایسا انداز ہے جس سے بچے بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔

تیسرا اصول:

ذہنی سطح کے مطابق بات کرنا

بچہ کوئی بھی ہو بہرحال اس کی ذہنی استعداد کی ایک حد ہوتی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرسکتا اور اس کا فکر و شعور ابھی نشوونما کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے اور والدین اور مربّیین کے لیے اس حقیقت (کہ بچے ابھی عقلی طور پر نشوونما پا رہے ہیں) کا ادراک ایسا امر ہے جس سے بہت سی مشکلات ان کے لیے آسان ہوجاتی ہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے بات کب کرنی ہے اور کون سے الفاظ استعمال کرنے ہیں اور ان کے سامنے کس قسم کے افکار و خیالات پیش کرنے ہیں۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ واقعہ بدر سے قبل جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک قریشی چرواہے کا غلام پکڑا اور اس سے لشکر کی تعداد پوچھی تو صحیح صحیح جواب نہ دینے پر انہوں نے اسے مارا، حتیٰ کہ پھر وہ غلام، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس غلام سے یوں پوچھا کہ ''وہ لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں'' غلام نے کہا کہ نو دس کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے'' آنحضرت ﷺ نے بھانپ لیا کہ اس غلام کو ہزاروں کا عدد معلوم نہیں ہے۔ البتہ اس کی عقلی اور فکری طاقت دہائیوں کا ادراک کرسکتی ہے لیکن وہ کتنی دہائیاں ہیں؟ دس اونٹ ہیں تو یہ چیز تو ہر بچہ بھی بتا سکتا ہے، معلوم ہوا کہ کوئی بڑی تعداد ہوگی۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک بار رسولِ کریم ﷺ نے ایک بچی کو حبشی زبان میں آواز دی جسے وہ سمجھتی تھی، اگر کسی اور زبان میں بلاتے تو آپ ﷺ کی غرض کو نہ سمجھ پاتی۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں لکھا ہے کہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالد بنت خالد (جو کہ ملک حبشہ میں ان کے والد کی ہجرت کے وقت پیدا ہوئی تھیں اور اس وقت چھوٹی بچی تھیں) کو بلایا، پھر اسے قمیض پہنائی اور فرمایا کہ "اے ام خالد! یہ قمیض سَنَا ہے، حبشی زبان میں سنا، خوبصورتی کو کہتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

"میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر مبارک سے چھپاتے جب کہ میں مسجد میں حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی، یہاں تک کہ میں ہی وہ عورت ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملول خاطر ہونے والی ہوں، پس تم نوعمر بچی کا اندازہ کرلو جو کھیل وغیرہ کی شوقین ہو۔ نسائی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "عید کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیلنے کے لیے سیاہ فام لوگ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کے اوپر سے ان کو دیکھتی تھی، حتیٰ کہ میں ہی وہ ہوں جو واپس چلی آئی تھی۔"

ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے! جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوجاتی یا کوئی بات بھول جاتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اس پر سرزنش کرتے تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو بچوں کی قدرت و طاقت اور اس کی حدود کا ادراک رکھنے والے تھے، فرمادیتے کہ "رہنے دو، اسے چھوڑ دو، اگر مقدر میں ہوتا تو ضرور ہوجاتا" مطلب یہ ہے کہ بچہ ایک محدود جسمانی اور فکری قوت کا مالک ہوتا ہے اس سے اس کی قدرت و طاقت سے بڑھ کر کام لینا ٹھیک نہیں ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو بچوں کی عقلی اور فکری طاقت کے مطابق ہی ان سے ہنسی مزاح فرمایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مزاح ایسی چیزوں کے ساتھ فرماتے جو ان کے لیے محسوس ہوتیں اور جن چیزوں کو وہ جانتے پہچانتے ہوتے، اس کی دلیل وہ مزاح ہے جو

آپ ﷺ نے ابوعمیر کے ساتھ فرمایا کہ ''اے ابوعمیر! تیرے نُغیر کا کیا ہوا'' وہ نغیر ایک چھوٹی سی چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ چھوٹا بچہ کھیلا کرتا تھا۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ کی ذہنی سطح سے اونچی کوئی بات کی جاتی ہے تو بسا اوقات اس میں بدلحاظی، مخالفت اور کند ذہنی جیسی چیزیں جنم لیتی ہیں، جیسے آپ سے کوئی شخص کوئی بات کہے لیکن ایسی زبان اختیار کرے جسے آپ نہ سمجھتے ہوں اور آپ اسے جواب نہ دیں تو وہ شخص آپ کو زدوکوب شروع کردے گا، کیا یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے۔ چھوٹے بچوں کا بھی یہی حال ہے۔

چوتھا اصول:

نرمی سے بات کرنا

نرم گفتاری ایک ایسی چیز ہے جو بچہ کے عقل وحواس کو ترقی دیتی ہے اور امور و واقعات کے حقائق کو معلوم کرنے میں اس سے ان کے نشاط میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ بچوں کو بحث و مباحثہ کی تربیت دینا، والدین کو تربیت وتعمیر کی چوٹی تک پہنچا دیتا ہے، نیز اس وقت بچہ اپنے حقوق کو بیان کرنے پر قادر ہوجاتا ہے اور پھر وہ ان باتوں کے متعلق پوچھنے کی قدرت رکھتا ہے جس سے وہ پہلے ناواقف ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں فکری صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بڑوں کی مجلس میں بیٹھنا شروع ہوجاتا ہے اور اس کا وجود بھی اس مجلس میں بامعنی ہوتا ہے اور بڑوں کے دل میں اس کی فکری آراء کی جگہ ہوتی ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے گھر میں اپنے والدین کے ساتھ گفتگو کے طور طریقے اور آداب سیکھے ہیں اور اپنے والدین سے اس کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ لوگ اپنے بچوں کو ہمیشہ خاموشی اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں اور ان کا اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے دوسروں کو پتہ چلے کہ ان میں اخلاقی تہذیب اور بلند آداب وغیرہ موجود ہیں تو یہ بات بہت اچھی ہے بشرطیکہ وہ بچے اپنے خیالات کا اظہار کرنے پر قدرت رکھتے ہوں اور انتہائی اخلاق و آداب کے ساتھ گفتگو کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ انتہائی نرم لہجہ میں بات کرتے تھے، جیسا کہ پہلے بھی یہ روایت گزری کہ جس میں آپ ﷺ نے غلام سے لشکر کی تعداد بڑے پر لطف انداز سے دریافت فرمائی جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے مارا بھی تھا مگر اس نے جواب نہیں دیا۔

اسی طرح ایک نوجوان جو زنا کاری میں مبتلا ہونا چاہتا تھا، آپ ﷺ نے بڑے پر لطف انداز میں اس سے گفتگو فرمائی کہ اس نوجوان کے دل میں زنا کی شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ اسی طرح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی پہلے گزری کہ جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے جس میں ان کی نمازِ تہجد کے پڑھنے کا ذکر تھا۔

اسی طرح کی ایک روایت مزید ذکر کی جاتی ہے جس میں آنحضور ﷺ بڑے لطیف اور عمدہ پیرایہ میں ایک بچہ یعنی ابن عباس سے گفتگو فرماتے ہیں، لیجئے! ملاحظہ کیجئے!

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے (ایک مرتبہ) اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شب گزاری کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت ملاحظہ کروں، چنانچہ (رات کے وقت) رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور یہ الفاظ ادا فرمائے: "نامت العیون وغارت النجوم وبقی الحی القیّوم" یعنی آنکھیں سوگئیں، ستارے چھپ گئے اور زندہ و جاوید ذات قائم و باقی ہے۔ پھر آل عمران کی آخری آیات پڑھیں یعنی "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" [آل عمران: ۱۹] اس کے بعد ایک مشکیزہ کی طرف بڑھے جو فضا میں لٹک رہا تھا، اس سے وضو فرمایا، پھر نماز شروع کردی، میں نے بھی وضو کیا اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے میرا کان اور ایک روایت کے مطابق میرے بال پکڑے اور مجھے اپنے پیچھے کی جانب سے گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کردیا، میں دوبارہ اپنی جگہ آگیا، آپ ﷺ نے دوبارہ مجھے اسی طرح دائیں جانب کردیا، یہ بات تین مرتبہ ہوئی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "اے لڑکے! جس جگہ پر میں نے تجھے کھڑا کیا تھا تم اس جگہ کیوں نہیں کھڑے ہوئے"؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بھلا آپ ﷺ کے برابر (کھڑا) کوئی ہوسکتا ہے! آپ ﷺ نے دعا دی کہ "اللّٰھم فقھہ

فی الدین وعلمه التأویل" یعنی اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے تفسیر کا علم عطا فرما۔" (بدائع الصنائع ۱/۲۵۸)

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ رات کے آخر حصہ میں نماز پڑھ رہے ہیں، پس میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے مجھے پکڑا تو اپنے برابر کھڑا کردیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تمہیں کیا ہوا، میں تمہیں اپنے برابر کرتا ہوں اور تم پیچھے کو ہٹتے ہو"؟ میں نے کہا کہ کسی کی کیا شان کہ وہ آپ ﷺ کے برابر میں نماز پڑھے، آپ تو اللہ کے رسول ہیں، حضور ﷺ کو ان کی یہ بات بہت پسند آئی، آپ ﷺ نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وفہم میں ترقی عطا فرمائے۔ (مستدرك الحاكم ۳/۵۳٤)

ایک اور بچہ جو معرکہ میں شریک ہونا چاہتا تھا آپ ﷺ نے اس کی بات پورے اطمینان اور سکون سے سنی اور اس کے ساتھ انصاف کیا،

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میری والدہ بیوہ ہوئیں اور میں مدینہ منورہ آیا تو لوگوں نے انہیں نکاح کا پیغام دیا، میری والدہ نے کہا کہ میں صرف اس آدمی سے نکاح کروں گی جو میرے اس یتیم بچہ کی کفالت کا بار اٹھائے گا، چنانچہ ایک انصاری نے ان سے نکاح کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہر سال انصار کے لڑکے بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش ہوتے جو پختہ عمر کا ہوتا اسے لے لیتے، پس ایک سال میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے ایک لڑکے کو لے لیا مگر مجھے واپس کردیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے اسے تو لے لیا مگر مجھے مسترد کردیا، حالاں کہ اگر اس کے ساتھ میری کُشتی ہوجائے تو میں اسے ضرور پچھاڑ سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم اس کے ساتھ کُشتی کرو" چنانچہ میں نے اس کے ساتھ کشتی کی تو میں نے اسے پچھاڑ دیا (گرادیا)، پھر آپ ﷺ نے مجھے قبول فرمالیا۔ (مستدرك الحاكم ۲/٦۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی منہاجِ نبوت پر چلا کرتے تھے۔

ایک باپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹے سے معاملہ کی حقیقت معلوم کی اور فرمایا کہ تم نے اپنے باپ کی نافرمانی کیوں کی؟ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! اولاد کے اس کے باپ پر کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہی کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی ماں کا انتخاب بھی اچھا کرے اور یہ کہ اسے کتاب اللہ کی تعلیم دلائے، بیٹے نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی کام نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ تم نے اپنے بیٹے کی نافرمانی (بدسلوکی) کی ہے قبل اس کے وہ تیری نافرمانی کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہم امور میں بچوں کے ساتھ بھی مشاورت کیا کرتے تھے۔

غور کیجئے کہ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں، دنیا کی ایک بہت بڑی مملکت کے سربراہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوتِ حق کا بھی اندازہ لگایئے، لیکن اس کے باوجود وہ اہم معاملات میں ان بچوں کے ساتھ بھی مشاورت کرتے جن کو عام لوگ خاطر میں نہیں لاتے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے اور امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مذاکرات کرتے تھے۔

لیجئے! ایک بچہ کی پر لطف گفتگو ملاحظہ کیجئے اور اس کی رائے کو اسی طرح سماعت کیجئے جس طرح پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سماعت کیا:

''جب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو اطراف و اکناف سے مختلف وفود اپنی حاجتیں لے کر اور مبارک بادی کی غرض سے آئے، ان وفود میں اہل حجاز کا ایک وفد بھی تھا، اس میں ایک ہاشمی نوعمر لڑکا گفتگو کے لیے آگے بڑھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم سے بڑی عمر کا کوئی آدمی بات کرے، لڑکا بولا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی اصلاح فرمائے، انسان کا مقام اس کے دو چھوٹے اعضاء یعنی دل اور زبان کی وجہ سے وابستہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی

بندے کو بولنے والی زبان اور یاد رکھنے والا دِل عطا فرمائے تو وہ بات کرنے کا حقدار ہوتا ہے اور جو اس کی گفتگو کو سنتے ہیں انہیں اس بات کی اہمیت معلوم ہے، اے امیر المؤمنین! اگر کسی معاملہ کا دارومدار انسان کی عمر پر ہوتا تو ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ سے زیادہ اس منصب کے اہل ہیں، (یہ سن کر) عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم نے سچ کہا، ٹھیک ہے جو کہنا چاہتے ہو کہو، لڑکے نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی اصلاح فرمائے، ہم مبارک بادی کے پیامبر ہیں نہ کہ مصیبت کے، ہم آپ کے پاس اللہ کے اس احسان کی وجہ سے حاضر ہوئے ہیں جو احسان اس نے آپ کی بدولت پر ہم کیا ہے، کسی چیز کی رغبت یا خوف ہمارے آنے کا سبب نہیں ہے، کیونکہ ہم آپ کے پاس اپنے علاقوں سے آئے ہیں اور آپ کے عدل و انصاف کی وجہ سے ہم آپ کے جور و ظلم سے بھی محفوظ و مامون ہیں (یہ سن کر) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے لڑکے! مجھے نصیحت کرو، لڑکا بولا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی اصلاح فرمادے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بردباری اور اپنی طویل امیدوں اور لوگوں کی تعریف (خوشامدی) میں گھرے رہتے ہیں، چنانچہ وہ بھٹک کر آگ میں گر جاتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بردباری اور اپنی لمبی لمبی امیدوں اور لوگوں کی خوشامد اور تعریفوں سے اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو، ورنہ تمہارے قدم بھی پھسل جائیں گے اور تم بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ آپ کو ان لوگوں میں سے نہ بنائے بلکہ امت کے نیک لوگوں میں شامل فرمائے۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اس لڑکے کی کتنی عمر ہے؟ تو بتایا گیا کہ گیارہ سال ہے، پھر تحقیق کی گئی تو پتہ چلا وہ تو سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے ہے، چنانچہ آپ نے اس لڑکے کی خوب تعریف کی اور اسے دُعا دی۔"

مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''میرے والد مسجد میں جب نماز ادا فرماتے تو نماز میں اختصار کرتے (مختصر نماز پڑھتے) البتہ رکوع سجدہ پورا کرتے اور جب گھر میں نماز پڑھتے تو نماز اور رکوع وسجود طویل کرتے، میں نے پوچھا کہ ابا جان! اس کی کیا وجہ ہے کہ مسجد میں آپ مختصر نماز ادا کرتے ہیں اور گھر میں لمبی؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! ہم مقتداء اور پیشوا ہیں، لوگ ہماری اقتدا کرتے ہیں۔''

(رواه الطبرانی فی الکبیر والمجمع ۱/۱۸۲)

ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، آپ اس وقت ام الفضل کے گھر میں تھے، ام الفضل کو چھینک آئی تو انہوں نے چھینک کا جواب دیا (یرحمک اللہ کہا)، پھر مجھے چھینک آئی تو مجھے جواب چھینک کا نہیں دیا۔ پھر جب میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتائی تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے آنے پر میری والدہ نے ان سے پوچھا کہ میرے بیٹے کی چھینک کا آپ نے جواب نہیں دیا اور اس عورت کی چھینک کا جواب دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اصل میں تمہارے بیٹے نے چھینک کر الحمد للہ نہیں کہا اس لیے میں نے اس کا جواب نہیں دیا، جب کہ اس عورت نے چھینک کر الحمد للہ کہا تھا اس لیے میں نے اس کی چھینک کا جواب دیا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر الحمد للہ نہ کہے تو پھر اس کی چھینک کا جواب نہ دو۔''

والدہ نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا، تم نے بہت اچھا کیا۔ (مستدرك الحاكم ٤/٢٦٥)

اس طرح کی ایک اور پُر لطف گفتگو سنیے جو ایک عظیم امام کی اصلاح کا سبب بنی۔

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ مٹی کے ساتھ کھیل رہا ہے، آپ نے اس سے کہا اے لڑکے! احتیاط کرو، کہیں مٹی میں گر نہ جاؤ، لڑکا بولا! آپ احتیاط کریں گرنے

سے، اس لیے کہ ایک عالم کا گرنا (لغزش کھانا) پورے عالَم کے گرنے (لغزش کھانے) کے مترادف ہے، اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ہوگیا کہ جب تک اپنے شاگردوں کے ساتھ پورا ایک مہینہ مسئلہ کی تحقیق نہ کرلیتے فتویٰ نہ دیتے تھے۔

(الاسلام بین العلماء والحکام ص ۱۱۲)

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مجاشع بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھا، آپ لوگوں کو مسائل بتا رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن حسن (جو اس وقت نوعمر لڑکے تھے) آئے، اور ابھی انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا امام مالک پڑھنا شروع نہیں کی تھی، محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ ایسے جنبی شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جسے پانی صرف مسجد میں ہی دستیاب ہو؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنبی آدمی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا، محمد بن حسن نے کہا کہ پھر وہ کیا کرے، نماز کا وقت بھی ہوگیا ہو اور وہ پانی دیکھ بھی رہا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہی کہتے رہے کہ وہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا، جب محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار بڑھا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، تم ہی بتاؤ، وہ ایسی صورت میں کیا کرے، محمد بن حسن بولے کہ وہ تیمّم کرکے مسجد میں داخل ہوجائے پھر مسجد سے پانی لے کر باہر آجائے اور نہالے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ محمد نے کہا کہ فلاں علاقہ کا رہنے والا ہوں، اس کے بعد اُٹھ کر چلے گئے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ تھے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد بن الحسن کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟ اور انہوں نے بتایا ہے کہ وہ مدینہ کے رہنے والے ہیں، لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تو زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس کے رہنے والے ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے لیے یہ بات اس سے زیادہ گراں بار ہے۔ (بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ص ۱۲)

پانچواں اصول:

تجرباتی عملی طریقہ اختیار کرنا

بچوں کے حواس اور فطری قوتوں کی تربیت ان میں علم و معرفت کو پیدا کرتی ہے، جب وہ پروان چڑھتے ہیں اور کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو یہ چیز ان کی عقل میں بیداری کی کیفیت کو پیدا کرتی ہے، پھر وہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں کو کس طرح بڑھائے اور

[illegible]

باب چہارم:

اخلاقی تعمیر و تربیت

کسی دانا شخص کا قول ہے:

''جس شخص نے اپنی اولاد کو اچھا ادب سکھایا اس نے اس کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔''

❁..... تمہید ❁..... پہلا اصول: ادب و آداب ❁..... بچوں کے دل و دماغ میں آداب کو راسخ کرنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث وغیرہ کا ذکر ❁..... سلف صالحین کی زندگی کے چند نمونے ❁..... بچوں کے لیے نبوی ﷺ آداب کی انواع و اقسام [۱] ..... والدین کے ساتھ ادب کا برتاؤ ❁..... والدین سے گفتگو کرنے کے آداب ❁..... والدین کی طرف دیکھنے کے آداب [۲] ..... علماء کرام کے ساتھ ادب کا برتاؤ ❁..... علماءِ کرام کے ساتھ بچوں کے ادب کا معاملہ ❁..... اسلاف کے بچوں کے ادب کے چند نمونے [۳] ..... احترام و توقیر کے آداب [۴] ..... بھائیوں کے آداب [۵] ..... پڑوسیوں کے آداب [۶] ..... استیذان کے آداب [۷] ..... کھانے کے آداب [۸] ..... بچوں کے آداب (بالوں کے متعلق آداب اور لباس وغیرہ کے آداب) [۹] ..... قرآن کریم سننے کے آداب ❁..... دوسرا اصول: سچ بولنا ❁..... تیسرا اصول: راز داری ❁..... چوتھا اصول: امانت داری ❁..... پانچواں اصول: کینہ پروری سے حفاظت ❁..... خاتمہ: اخلاقِ رسول ﷺ سے ایک عملی مثال

تمہید

بچے اخلاقی طور پر بھی تعمیر و تربیت کے محتاج ہوتے ہیں تا کہ ان کی معاشرتی رویے بھی درست نہج پر رہیں، یہ چیز بہت اہم اور ضروری ہے، کیونکہ باتکلف طبیعت سے طبعی اور فطری طبیعت کی طرف انتقال کا عمل ایک دشوار گزار عمل ہے اور اس کا زمانہ آخر زندگی تک رہتا ہے، اور وہ اپنے اخلاق کی درستگی میں لگا رہتا ہے، بہرکیف! اس طفلانی مرحلہ میں کہ جب بچہ میں فطرتی امتیاز اور قبولیت کی صلاحیت و استعداد پیدا ہوتی ہے، والدین اور مربیین کے لیے خوب جدوجہد کرنا ضروری اور لازمی ہوجاتا ہے۔ اس امر کی طرف کبارِ علماء نے اشارے کیے ہیں، جیسا کہ ابوحامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کتاب کے آغاز میں ہوچکا ہے، اسی طرح ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''احکام المولود'' میں لکھا ہے کہ:

''جس امر کی بچہ کو بہت زیادہ احتیاج ہے وہ اس کے اخلاقی امور پر توجہ ہے، کیونکہ بچہ ان ہی اخلاق اور عادات پر تربیت پاتا ہے جن عادات کی بچپن میں مربی اس کو عادت ڈالتا ہے، جیسے غصہ، لجاجت، عجلت پسندی، گوشہ نشینی، حرص و لالچ، طیش و تیزی، پھر بڑے ہوکر اس کی تلافی مشکل ہوجاتی ہے اور یہ عادات اس کی طبیعت میں راسخ اور پیوست ہوجاتی ہیں، اگر ان عادات سے بچہ کو سختی سے باز نہ رکھا گیا تو کسی نہ کسی دن اسے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے اخلاق بگڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کی نشوونما ان ہی عادات پر ہوئی ہوتی ہے۔

ازہر یونیورسٹی کے سابق پرنسپل شیخ محمد خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ بچوں میں اخلاق و آداب کی آبیاری کے لیے ان کے زمانۂ طفولیت سے استفادہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' بچہ خالصتاً فطرت اور طبیعت سلیمہ کے مطابق پیدا ہوتا

ہے، پھر جب اس کا سادہ لوح دل اخلاق کا اثر قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے تو دل کی تختی پر اس کی صورت منقش ہوجاتی ہے، پھر وہ شکل اور صورت مسلسل بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ دل کے تمام اطراف کو اخذ کرنے لگتی ہے اور یہ کیفیت اس میں راسخ ہوجاتی ہے اور اس کے خلاف کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے حائل ہوجاتی ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جب ہم غرباء میں ایسے بچوں کو دیکھتے ہیں جو گفتگو میں بھی اور میل ملاپ اور اخلاق میں بھی انتہائی مہذب اور باسلیقہ ہوتے ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی شک اور تردد نہیں رہتا کہ یہ وہ بچے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے عمدہ گھرانوں میں اچھے نہج پر پرورش فرمائی ہے۔'' (السعادة العظمى ص ٦٠)

یہاں ایک سوال ہے کہ بچوں کے لیے اخلاقی تعمیر وتربیت کے کیا عناصر اور ارکان ہوسکتے ہیں؟ احادیث نبویہ ﷺ کی چھان بین سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے پانچ بنیادی ارکان اور اصول ہیں، اب ہم اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

پہلا اصول:

ادب وآداب

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادب کا استعمال پسندیدہ قول وفعل پر ہوتا ہے، اور اسے مکارمِ اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ادب کہتے ہیں پسندیدہ امور سے واقفیت ہونا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ادب نام ہے اپنے سے بلند درجہ آدمی کی تعظیم کرنا اور کم درجہ انسان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ ادب کا لفظ مادبۃ سے ماخوذ ہے اور مأدبہ کہتے ہیں کھانے کی دعوت کو، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی طرف بھی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے۔ (فتح الباری ١٣/٣)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ادب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

''ادب حسن معاشرت کا نام ہے۔'' (تنبيه المغترين ص ٤١)

اور بچوں کی اخلاقی تربیت میں معاشرہ کے ماحول کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔

بچوں کے دل و دماغ میں آداب کو راسخ کرنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث وغیرہ کا ذکر:

جب ہم دیکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے بچوں کی اخلاقی تعمیر و تربیت میں ادب کو انتہائی درجہ اہمیت دی ہے تو اس سے ادب و آداب کی اہمیت اور بچوں کے دل و دماغ میں اسے آباد اور راسخ کرنے کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ بچوں کو اچھے اخلاق و آداب کا عادی بنایا جائے، تاکہ اس کے اخلاق اور عادات، طبیعت سلیمہ اور فطرت مستقیمہ کے مطابق ہوسکیں، اور یہ چیز اس صدقہ و خیرات سے کہیں بہتر ہے جس سے گناہ دھلتے ہیں، اگرچہ اسلام کی نظر میں صدقہ و خیرات کو ایک اہمیت حاصل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک صاع کے برابر کوئی چیز صدقہ کرے۔'' (ترمذی، رقم: ۱۹۵۲)

نیز رسول اللہ ﷺ نے والدین کو واضح انداز میں بتایا ہے کہ بچوں کو ادب کی تعلیم دینا (ان کے لیے) عظیم ترین ہدیہ اور تحفہ ہے اور حسن ادب ہی بہترین ورثہ اور سرمایہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن العاص رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی والد اپنی اولاد کو حسنِ ادب سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں دیتا۔''

(جامع الاصول ۱/۴۱۶)

اسی بناء پر امام علی المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''اولاد کو ادب کا وارث بنانا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے مال کا وارث بنانے کی نسبت، (کیونکہ) ادب سے مال و جاہ اور بھائیوں کی محبت حاصل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کی خیریں جمع ہوجاتی ہیں۔'' (تنبیہ المغترین ص ۴۱)

ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ادب کی اہمیت سے ناواقف یا غافل ہوں اور اس کو عام بات

سمجھتے ہوں، جس سے غفلت اور کوتاہی برت لینے کو جائز سمجھتے ہوں، اُنہیں یہ خبر نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اولاد نافرمان ہوگی اور ان بیچاروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بچوں کو اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنا اولاد کے حقوق میں شامل ہے، جیسے دوسرے کھلانے پلانے کے حقوق وغیرہ۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی اولاد کا اکرام کرو اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔''

ابن ابی الدنیا کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''اپنی اولاد سے محبت کرو اور ان کو اچھا ادب سکھلاؤ۔''

سلف صالحین بھی ادب کی قدر و قیمت اور اس کے مرتبہ و مقام سے باخبر اور آگاہ تھے، انہوں نے بھی اپنے بچوں کی اسی نہج پر تربیت کی اور امت مسلمہ کو بھی اس کی نصیحت کی ہے۔

ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والدین کو لطیف پیرایہ میں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ، کیونکہ تم سے اس کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا اور تم نے اس کو کیا تعلیم دی؟ اور اس سے بھی تمہاری فرماں برداری کے متعلق سوال ہوگا۔''

ادب کو بچوں کی تربیت میں اتنی اہمیت کیوں حاصل ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق و آداب سے روشن عقل پیدا ہوتی ہے اور روشن عقل سے اچھی عادت پیدا ہوتی ہے اور اچھی عادت سے اچھی طبیعت اور اچھی طبیعت سے نیک اعمال اور نیک اعمال سے رب تعالیٰ کی رضا اور رب تعالیٰ کی رضا مندی سے دائمی اور ابدی نعمت و عزت حاصل ہوتی ہے۔

(جب کہ اس کے برعکس) برے اخلاق و آداب سے عقل کا فساد پیدا ہوتا ہے اور عقلی فساد سے بری عادت اور بری عادت سے گھٹیا طبیعت اور گھٹیا طبیعت سے بداعمالی اور بداعمالی سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضبنا کی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضبنا کی سے ہمیشہ کی ذلت و

رسوائی حاصل ہوتی ہے۔

سلف صالحین بھی اپنے بچوں کو ادب کی اہمیت پر متوجہ کرتے اور انہیں اس کا وارث بناتے تھے۔ لیجئے! ملاحظہ کیجئے اور خوب توجہ سے پڑھئے۔

سلف صالحین کی زندگی کے چند نمونے:

رُویم بن احمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ:

''بیٹا! اپنے عمل کو نمک اور ادب کو آٹا بناؤ، یعنی زیادہ سے زیادہ ادب سیکھو حتیٰ کہ تمہارے اخلاق و کردار میں اس کی کثرت اس تناسب سے ہو جیسے آٹے کی نمک سے نسبت ہوتی ہے، جو اس آٹے میں ڈالا جاتا ہے اور تھوڑے عمل صالح کے ساتھ ادب کا زیادہ ہونا اس عمل سے کہیں بہتر ہے جس میں ادب کا درجہ کم ہو۔'' (الفروق ۳/ ۹٦ ماخوذ از رسالة المسترشدین ص ۳۱)

ابراہیم بن حبیب بن شہید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ:

''فقہاء اور علماء کے پاس جایا کرو اور ان کے ادب و اخلاق اور ہدیہ سے استفادہ کرو، کیونکہ یہ بات مجھے کثرتِ حدیث سے زیادہ پسند ہے۔''

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع ص ۱/ ۱۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد حدیث کے ساتھ ادب کو سیکھ لے، پہلے اس سے کہ وہ بغیر ادب کے حدیث رسول ﷺ کو سیکھے کہ اس طرح وہ حدیث رسول ﷺ کے ساتھ بے ادبی کا ارتکاب کرے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ راہِ راست سے بھٹک جائے گا۔

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ:

''بیٹا! تمہارا ادب کا ایک باب سیکھنا علم کے ساٹھ ابواب سیکھنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔''

ابوزکریا العنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''بغیر ادب کے علم اس آگ کی مثل ہے جو بغیر لکڑی کے ہو اور علم کے بغیر ادب اس روح کی مانند ہے جو بغیر جسم کے ہو۔'' (ادب الاملاء والاستملاء، الجامع ۱/ ۱۷)

لیکن وہ کون سی ادبی صفات ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ نے بچوں کی تربیت کے لیے خصوصی طور پر ذکر کی ہیں؟ جب ہم احادیث شریفہ کا مطالعہ اور تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں ایسے نو آداب ملتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل بیان کیے گئے ہیں۔

بچوں کے لیے آدابِ نبوی ﷺ کی انواع واقسام

❶ والدین کے ساتھ ادب کا برتاؤ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں باب قائم کیا ہے، "باب نهي الولد والمتعلم والتلميذ ان ينادي اباه ومعلمه وشيخه باسمه."

ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، آپ ﷺ نے لڑکے سے پوچھا کہ: ''یہ آدمی کون ہے''؟ اس نے بتایا کہ میرے والد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم ان کے آگے مت چلو، اور ان کو گالی دینے کا سبب نہ بنو اور ان سے پہلے نہ بیٹھو اور ان کو نام لے کر مت پکارو۔''

مجمع الزوائد (۱۳۶/۸) میں بھی ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے لیکن وہ واقعہ موقوف علی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے، اس سے بہت عمدہ فوائد مستنبط ہوتے ہیں، وہ واقعہ افادۂ عام کی خاطر ذکر کیا جاتا ہے:

ابوغسان الضبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ ظہر الحرہ (مقام) میں چلا جارہا تھا کہ میری ملاقات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، انہوں نے پوچھا کہ ''یہ کون ہیں''؟ میں نے کہا کہ ''میرے ابا جان ہیں'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے والد صاحب کے آگے مت چلو، البتہ ان کے پیچھے یا پہلو میں چلو اور کسی کو اپنے اور ان کے درمیان حائل نہ ہونے دو، اور ایسی چھت پر نہ چلو جس کے نیچے تمہارے والد موجود ہوں کہ اس سے وہ خوف زدہ ہوں گے اور اس (گوشت دار) ہڈی کو نہ کھاؤ جس پر تمہارے والد کی نظر پڑی ہو کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا جی چاہتا ہو۔''

والدین سے گفتگو کرنے کے آداب:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ:

''ابوالبداخ التجیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں جتنی آیات قرآن میں آئی ہیں ان کا مفہوم میں نے سمجھ لیا ہے مگر اس آیت کریمہ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی ہے: ﴿وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳] اس میں قولِ کریم سے کیا مراد ہے؟ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ (جیسے) گنہگار غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے (اس طرح والدین سے بات کرو) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قول کریم کی تفسیر یہ کی ہے کہ اولاد اپنے والدین کو یوں مخاطب کرے: ابا جان! اماں جان!۔''

(تفسیر القرطبی ۱۰/۲۴۳ و تفسیر الرازی ۲۰/۱۹۰)

تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''میں اپنے گھر کی دہلیز پر بیٹھا تھا کہ ایک کتا آیا، میں نے اسے دھتکار کر کہا کہ کتے کا بچہ، میرے والد نے اندر سے آواز دے کر ڈانٹ پلائی، میں نے کہا کہ کیا یہ کتے کا بچہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن جواز کی شرط یہ ہے کہ تحقیر نہ کی جائے، میں نے کہا کہ ہاں، یہ بڑی فائدہ مند بات ہے۔''

(رسالۃ المسترشدین ص ۱۲۵)

معلوم ہوا کہ والدین سے جب کوئی بات اولاد سیکھے یا استفادہ کرے تو ان کی خوش دلی کی خاطر اور اپنے آپ کو تواضع اور انکساری کی عادت ڈالنے کے لیے اولاد کو یہ کہنا چاہیے کہ آپ نے بہت مفید اور کارآمد بات کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔

والدین کی طرف دیکھنے کے آداب:

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

''رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب والد اپنی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو تو اولاد کو ایک جان آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ کسی نے عرض کی، یارسول اللہ! اگرچہ تین سو ساٹھ بار دیکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر۔'' (اسناده حسن، قاله الهيثمي ٨/١٥٦)

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیض القدیر'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص اپنے والدین کو رحمت بھری نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے ایک مقبول اور مبرور حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔'' (٤٨٣/٥)

آخر میں ہم ایک نیک و صالح عالم کا قول ذکر کرتے ہیں کہ بچوں کو آداب و اخلاق سے کس طرح آراستہ کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الادب المفرد" (١/ ٧٣١) میں ولید بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلاف کا یہ قول ہے کہ بچوں کی صلاح (نیک ہونا) اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور ادب ماں باپ کی طرف سے ہوتا ہے۔

ہم نے اس سے پہلے بھی بچوں کے ادب و مقام کے اضافہ کے لیے والدین کو نصیحت کی تھی کہ وہ بچوں کو نیک و صالح علماء کی صحبت سے مستفید ہونے اور ان سے ادب و آداب کا کسب کرنے کا امر کریں قبل اس کے وہ ان علماء سے علم حاصل کریں، تاکہ عمدہ صورت میں فائدہ کی تکمیل ہو اور بچے علماء کا ادب بھی سیکھیں۔

2 علمائے کرام کے ساتھ ادب کا برتاؤ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث مبارک سے جو فوائد مستنبط کیے اور اپنی کتاب "الاذکار" میں باب نهي الولد والمتعلم والتلميذ کے تحت ان فوائد کو ذکر کیا ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس پر مزید کہتے ہیں کہ:

ہم نے والدین کے ساتھ ادب کا جو ذکر کیا ہے وہ علماء کے ساتھ بھی ادب کے

برتاؤ کے مثل ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر ہے، اس لیے کہ علماء، انبیاء کے وارث ہیں، لہٰذا ان کا احترام و توقیر، ان کے سامنے عاجزی اختیار کرنا اور ان کی خدمت بجالانے میں جلدی کرنا اور ان کی مجالس میں آواز پست رکھنا اور ان کے ساتھ لطف و نرمی کا برتاؤ کرنا یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن کی بچوں کو ضرورت ہے کہ وہ ان کو اپنائیں۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی فضیلت کے بیان میں یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے:

''علماء والدین سے زیادہ امت محمدیہ پر مہربان ہوتے ہیں، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں باپ تو دنیا کی آگ سے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ آخرت کی آگ سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (الاحیاء: ۱/ ۱۱)

آپ دیکھیں گے کہ علماء کے ادب واحترام پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جیسے امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب الاملاء والاستملاء اور ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی ادب العالم والمتعلم وغیرہ۔

علمائے کرام کے ساتھ بچوں کے ادب کا معاملہ:

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! تم پر علماء کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے اور تم حکماء کا کلام سنا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑے کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے۔''

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ منافق کے سوا اور کوئی ان کی تحقیر نہیں کرتا، ایک وہ جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو چکا ہو، دوسرا صاحب علم اور تیسرا عادل حکمران۔''

اسلاف کے بچوں کے ادب کے چند نمونے:

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جاتے تو مہاجرین و انصار میں سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے لیکن کسی کو ان سے کوئی بات پوچھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، آپ خود ہی بات شروع کرتے یا کوئی پوچھنے والا آتا اور ان سے پوچھتا تو وہ بچے بھی توجہ سے سنتے تھے۔

اس سے پہلے بھی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما گزر چکی ہے جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ایک سوال کیا تھا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما، شیخین مکرمین رضی اللہ عنہما کی موجودگی کی وجہ سے خاموش رہے اور جواب نہ دے پائے۔

اب آپ حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ادب کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں، جب انہوں نے اپنے بچپن کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم کی دولت حاصل کی۔

چنانچہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

''وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا کہ آؤ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے (دین کی باتیں) پوچھیں، کیونکہ آج ان کی تعداد زیادہ ہے، اس انصاری آدمی نے جواب دیا کہ اے ابن عباس! تعجب کا مقام ہے! تم کیا سمجھ رہے ہو کہ لوگ تمہارے محتاج ہوں گے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت لوگوں میں موجود ہے؟ یہ کہہ کر اس نے میری بات کو

رد کردیا، لیکن میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم کا حصول جاری رکھا، اگر کوئی حدیث مجھے کسی آدمی کے حوالہ سے پہنچتی تو میں اس کے دروازے پر آتا اور وہ قیلولہ کر رہا ہوتا تو میں اس کے دروازے پر اپنی چادر کو تکیہ بنا کر پڑا رہتا، ہوا میرے اوپر مٹی کو اڑاتی پھرتی، پھر وہ آدمی باہر آتا تو مجھے دیکھ کر کہتا ہے اے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں آئے؟ کیسے آئے؟ مجھے ہی بُلا بھیجا ہوتا! میں خود آپ کے پاس چلا آتا، میں کہتا کہ نہیں، مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے میں اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں، پھر میں ان سے حدیث کے بارے میں پوچھتا، ایک وقت پھر ایسا بھی آیا کہ اس انصاری آدمی نے مجھے دیکھا کہ میرے اردگرد لوگ جمع ہیں اور مجھ سے دینی مسائل پوچھ رہے ہیں، اس نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا کہ یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند رہا۔'' (صفحات من صبر العلماء ص ۳۷)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کو علماء کی مجلس میں بیٹھنے کی وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''بیٹا! جب تم علماء کی مجلس میں بیٹھو تو بولنے کی نسبت ان کی بات سننے کی زیادہ خواہش رکھو، اور جس طرح تم حسن گفتگو کو سیکھتے ہو اسی طرح حسن سماعت کو سیکھو، اور کسی کی قطع کلامی نہ کرو خواہ وہ طویل ہو جب تک کہ دوسرا شخص بات پوری کر کے خاموش نہ ہو جائے۔''

آخر میں ہم ایک ننھے صحابی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری اور اس کے ادب کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک چھوٹا سا لڑکا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کیا کرتا تھا، مجھے بولنے سے صرف یہ بات مانع ہوتی کہ مجلس میں ایسے لوگ موجود ہوتے جو عمر میں مجھ سے بڑے ہوتے تھے۔''

3 احترام وتوقیر کے آداب:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، ایک بوڑھا آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا تھا، لوگوں نے اس کے لیے جگہ کشادہ کرنے میں دیر کردی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(صحیح الجامع رقم (٥٤٤٥) ورواہ احمد و الطبرانی عن ابن عباس)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کا رتبہ نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (ایضاً)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (ایضاً)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان بوڑھے کا اکرام کرنا اور ایسے حامل قران کی توقیر کرنا جو قرآن میں غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ اس میں تقصیر کرنے والا ہو اور عادل بادشاہ کا اکرام کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے خواب مین دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، اتنے میں دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے چھوٹے کو مسواک دے دی، پھر مجھ سے کہا کہ بڑے کو دو، میں نے بڑے کو دے دی۔''

(رواہ مسلم مسنداً والبخاری تعلیقاً)

شیخین رحمۃ اللہ علیہ، ابو یحییٰ الانصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ:

''عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، ان دنوں مصالحت تھی، پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، (پھر کچھ دیر کے بعد) محیصہ، عبد اللہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ مقتول حالت میں خون میں لت پت ہیں، پھر وہ مدینہ آئے اور حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے حویصہ رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عبد الرحمٰن بات کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''بڑا بات کرے بڑا بات کرے''، یعنی عمر میں جو بڑا ہے وہ بات کرے، عبد الرحمٰن ابھی نوعمر تھے۔''

ان احادیث سے علماء اور بزرگ لوگوں کا احترام و مقام اور اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو کے لیے بڑے کو آگے ہونا چاہیے، ہاں البتہ چھوٹے سے گفتگو کرنے کا کہا جائے یا موقع سوال کا ہو تو پھر چھوٹا بھی بات کر سکتا ہے۔

4 بھائیوں کے آداب:

اس سے پہلے چند آداب کا بیان ہوا کہ چھوٹا بڑے کا احترام اور توقیر کرے اور بڑا چھوٹے پر رحم و شفقت کا برتاؤ کرے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھائی کو بھی خواہ وہ عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا، اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے بھائی کو خوفزدہ کرے یا اس کو مرعوب کرنے کے لیے کسی ہتھیار سے اشارہ کرے۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں جب تک کہ وہ اس حرکت سے باز نہ آ جائے اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔''

نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اسلام میں بڑے بھائی کو ایک خاص مقام اور رتبہ حاصل ہے، جس کی وجہ یہی ہے کہ وہ خاندان کے امور کا بار اٹھاتا ہے اور وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کی تربیت اور ان کی دیکھ بھال کا مسئول اور ذمہ دار بھی ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی کلیب الجہنی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بھائیوں میں بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہے۔'' (المجمع: ۸/۱۴۹)

اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین جب بڑے بیٹے کے دل میں اس کے چھوٹے بھائیوں کی محبت و ہمدردی اور شفقت ڈالیں گے اور چھوٹے کے دل میں بڑے بھائی کا احترام اور عظمت بٹھائیں گے تو اس سے ایک موزوں اور معتدل طریقہ سے سارا خاندان چلے گا کہ ہر ایک دوسرے کے واجبی حق اور ذمہ داری کو پہچانے گا، قبل اس کے کہ وہ دوسرے پر اپنے حق کو پہچانے۔

5 پڑوسیوں کے آداب:

شریعت مطہرہ میں پڑوسیوں کے بڑے حقوق رکھے گئے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس سے مسلم معاشرے کے باہمی روابط استوار ہوتے ہیں، کچھ آداب ایسے ہیں جن کا تعلق پڑوسیوں کے بچوں کے ساتھ ہے جس کی طرف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو متوجہ کیا ہے تاکہ بچوں میں اس کی عادت پیدا ہو، جیسے پڑوسیوں کے درد و تکلیف کا خوب احساس کرنا، اور انہیں کسی طریقہ سے بھی اذیت نہ دینا اور بچہ کا اس طرح باہر نہ آنا کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی کوئی چیز ہو جسے وہ کھا رہا ہو یا پھل وغیرہ ہو جسے وہ تناول کر رہا ہو کہ اس سے پڑوسیوں کے بچوں کا دل دکھ سکتا ہے کیونکہ بسا اوقات ان بچوں کے والدین ان کے لیے کچھ خریدنے کے متحمل ہی نہیں ہوتے یا وہ مالی طور پر تنگدستی کا شکار ہوں کہ فوری طور پر خریدنا ان کے لیے ممکن نہ ہو، اس لیے بچوں کو اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ وہ راستوں میں نہ کھائیں، گھر میں ہی کھائیں، اس طرح وہ بچے رفتہ رفتہ عمومی آداب کو بجالانے کی بھی کوشش کریں گے۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ ذی شان نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اگر تم پھل خریدو تو ان کو ہدیہ میں دو، اگر تم اس طرح نہ کرسکو تو پھل کو اندر چھپا کر رکھو، تاکہ تمہارے بچے (لے کر) باہر نہ نکلیں کہ اس سے ان کے بچوں کا دل دکھے گا۔''

لہٰذا وہ بچے جو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ پڑوسیوں کے بچوں کا دل نہ دکھائیں اور ماں باپ کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کے دلوں میں اس چیز کی بھی آبیاری کریں۔ پڑوسیوں کے معاملہ میں آنحضور ﷺ کے ارشادات کس قدر عظیم ہیں کہ اسی عظمت کی وجہ سے ایک نومسلم اپنے اسلام لانے کا سبب یوں بیان کرتا ہے کہ:

''ہمارے مسلمان پڑوسیوں کا ہمارے ساتھ سلوک اور برتاؤ بہت ہی اچھا ہے، یوں لگتا ہے کہ جیسے میں بھی ان کے خاندان کا ایک فرد ہوں، بچپن میں مَیں ان کے بچوں کے ساتھ ہی رہتا سہتا تھا۔''

6 اجازت مانگنے کے آداب:

کسی کے گھر جانے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت لینا ہر چھوٹے بڑے کی ذمہ داری ہے، شریعت اسلامیہ میں اس کی خاص اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات میں بھی اس کی ترغیب دی ہے اور معاشرتی اور خاندانی زندگی میں اس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبارِ صحابہؓ کی بجائے صغارِ (چھوٹے) صحابہؓ بھی اس کی اہمیت سے شناسا تھے۔

جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الادب المفرد'' میں عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ (ایک مرتبہ) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو انہیں اجازت نہیں ملی، کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشغول تھے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کام سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ مجھے یوں لگا جیسے عبد اللہ بن قیس (ابوموسیٰ کا نام) کی آواز آئی ہو؟ انہیں اندر آنے کی اجازت دو، بتایا گیا کہ وہ تو واپس جاچکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر پوچھا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اس پر ثبوت پیش کرو،

چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اس بات پر ہمارا چھوٹا لڑکا ابوسعیدؓ خدری رضی اللہ عنہ گواہی دے گا، پس وہ ابوسعید کو ساتھ لے گئے (اور انہوں نے گواہی دی) (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم مجھ پر مخفی رہا، بازاروں کے معاملات نے مجھے غفلت میں ڈالے رکھا۔ یعنی تجارت کے لیے بازاروں کی آمدورفت سے میں اس حدیث سے ناواقف رہا۔

دیکھئے! امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھول گئے کہ جب کسی شخص کو اجازت نہ ملے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ بغیر غصہ کیے یا ناراض ہوئے واپس چلا آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کو یاد رکھنے والا اور اس کی گواہی دینے والا کون تھا؟ وہ تھے چھوٹے بچے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ قرآنِ کریم نے بھی بچوں کو استیذان کی تعلیم دی ہے اور والدین کو حکم دیا ہے کہ بچوں کو استیذان کے احکام درجہ بدرجہ سکھائیں، چنانچہ بالغ ہونے سے قبل بچے تین اوقات میں اجازت لیں جو والدین کی ازدواجی زندگی میں حارج ہوتے ہیں، یعنی نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت اور عشاء کے بعد، یہ وہ اوقات ہیں جن میں والدین (عام طور پر) آرام کرتے ہیں اور ہر ایک خاص لباس میں ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا۟ ٱلْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَـٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ۚ ثَلَـٰثُ عَوْرَٰتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّٰفُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلْـَٔايَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ [النور: ٥٨]

''ایمان والو! تم سے اجازت لیں تمہارے غلام اور جو تم میں ابھی نابالغ ہیں تین مرتبہ، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو اور عشاء

کے بعد تین اوقات پردہ کے ہیں تمہارے لیے، ان کے بعد تم پر بھی اور ان پر بھی کوئی حرج نہیں، تم میں سے ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے احکامات بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں۔''

پھر جب بچہ بالغ ہو جائے اور تکلیف شرعی کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے ہر وقت استیذ ان کا حکم دیا جائے گا خواہ گھر میں ہو یا کسی اور جگہ۔ جہاں بھی وہ اپنے سامنے دروازہ بند پائیں گے اجازت لے کر اندر آئیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ میں:

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

[النور: ۵۹]

''اور جب بچے بالغ ہو جائیں تو وہ اسی طرح اجازت لیں جس طرح ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے رہے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ کا اجازت طلب کرنے کا طریقہ:

انسان سوال کرتا ہے کہ جب اجازت لینے کے لیے وہ دوسرے کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے تو آیا وہ دروازے کے سامنے کھڑا ہو یا دائیں بائیں، اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں ہم حدیث رسول ﷺ نقل کرتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی دروازے پر اجازت لینے آتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے، پھر اگر اجازت ملتی تو ٹھیک ورنہ واپس چلے آتے تھے۔

ادب، ادب ہی ہوتا ہے خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، اور سنت کی اتباع سب پر واجب ہے،

خواہ کوئی کسی بھی مقام اور رتبے پر پہنچ جائے، دیکھئے! رسول اللہ ﷺ جو امت کے قائد اور معلم ہیں ساری امت کی خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، راہنمائی کرتے ہیں اور انہیں بچوں کے حق سے آشنا کرواتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ (ایک مرتبہ) آنحضور ﷺ کی خدمت میں پانی لایا گیا، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ نوش کیا، اس وقت آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک لڑکا (ایک روایت کے مطابق وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے) اور بائیں جانب بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ پانی ان کو دے دوں؟ لڑکے نے کہا یارسول اللہ! نہیں، میں آپ ﷺ کے بچے ہوئے میں سے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ میں برتن تھما دیا۔

7 کھانے کے آداب:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیر پرورش رہنے والا ایک لڑکا تھا، میرا ہاتھ برتن میں (کھانے کے دوران) گھومتا پھرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

> ''اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھایا کرو، اس کے بعد میرے کھانے کا طرز ہمیشہ کے لیے یہی ہوگیا۔''

8 بچوں کے آداب (باتوں کے متعلق آداب اور لباس وغیرہ کے آداب)

طبرانی میں مذکور ہے کہ حضرت اسحاق بن یحییٰ فرماتے ہیں: میں عیسیٰ بن طلحہ کے ساتھ مسجد میں تھا۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت عیسیٰ نے مجھ سے کہا ان کی طرف جاؤ اور ان سے کہو! میرے چچا بن طلحہ کہہ رہے کہ کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہے؟ میں ان کی طرف گیا اور میں نے کہا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں، میں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہے۔

میں کچھ اور بچوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک برتن میں کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ایک ایک مٹھی بھر ہمیں کھجوریں مرحمت فرمائیں اور ہمارے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد سوم میں بچوں کے لیے کھانے کے اسلامی آداب ذکر فرمائے ہیں۔ ہم وہ آپ کے سامنے ذکر کرتے ہیں۔

① بچہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور شروع میں بسم اللہ پڑھے۔

② اپنے سامنے سے کھائے۔

③ اوروں سے پہلے کھانا شروع نہ کرے۔

④ کھانے اور کھانے والوں کی طرف گھور کر نہ دیکھے۔

⑤ کھانا جلدی جلدی نہ کھائے۔

⑥ کھانا اچھی طرح چبا کر کھائے۔

⑦ ایک لقمہ ختم ہونے سے پہلے دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالے۔

⑧ ہاتھوں کو اور کپڑوں کو آلودہ نہ کرے۔

⑨ اگر سالن کم محسوس ہو تو وقفہ وقفہ سے کچھ لقمے کھیرے (سالاد) کے ساتھ بھی کھالے۔

⑩ بچوں کے سامنے زیادہ کھانے کی قبائح ذکر کی جائیں کہ بسیار خوری جانوروں کی عادت ہے۔

⑪ بچوں کے سامنے زیادہ کھانے والوں کی مذمت کے ساتھ ساتھ باادب بچوں کی تعریف بھی کی جائے۔ بچوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ کھانے میں دوسروں کو خود پر ترجیح دیں اور کھانے کی مطلق پرواہ نہ کریں۔

⑫ جیسا کھانا میسر ہو اسے صبر و شکر کے ساتھ کھالیں۔

9 بچہ کی ظاہر داری پر توجہ:

آنحضرت ﷺ بچے کی ظاہری حالت بال اور لباس وغیرہ پر بھی توجہ رکھتے تھے۔

ا ..... بال:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ نے ایک بچہ دیکھا جس کے کچھ بال کٹے ہوئے تھے اور کچھ بغیر کٹے تھے۔ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا یا تمام بال کاٹا کرو یا تمام بال چھوڑ دیا کرو۔''

(ابو داود علی شرط البخاری ومسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔

(صحیحین)

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ قزع کے چار مطلب ہیں:

- سر کے بال متفرق جگہوں سے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے کاٹے جائیں۔
- درمیان سر سے بال کاٹے جائیں اور اطراف کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ بعض نصاریٰ کرتے ہیں۔
- اطراف سے بال کاٹے جائیں درمیان سر کو چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ اوباش لوگ کرتے ہیں۔
- آگے سے بال کاٹ لئے جائیں اور پیچھے سے چھوڑ دیے جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں (آل جعفر کو) تین دن افسوس کرنے دیا۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: میرے بھائی پر آج کے بعد نہ رونا۔ میرے بھتیجوں کو بلاؤ، ہمیں لایا گیا ہمارے بال ایسے ہو چکے تھے جیسے درختوں کی جڑ میں پودوں کی کونپلیں ہوتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: نائی کو بلاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے اسے حکم دیا چنانچہ اس نے ہمارے بال کاٹے۔

(ابو داود علی شرط البخاری ومسلم)

لڑکیوں کے بال:

صحیحین میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے پوچھا: کہنے لگی یارسول اللہ! میری بیٹی کو خسرہ ہوگیا ہے جس سے اس کے بال عیب دار ہو چکے ہیں، میں نے اس کی شادی کردی ہے، کیا میں اس کے بالوں میں پیوند لگا سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پیوند لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

لہٰذا مسلمان بچے کے بال دوسرے بچوں سے ممتاز ہونے چاہئیں اسے اداکاروں یا بدمعاش لوگوں جیسے بال نہیں رکھنے چاہئیں۔ اسے ہر ایسی صورت اختیار کرنے سے بچنا چاہیے جن سے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کا شائبہ ہوتا ہے۔

۲ ..... لباس:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دو زرد رنگ میں رنگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمایا تمہاری امی نے تمہیں یہ پہننے کا کہا ہے؟ میں نے کہا میں انہیں دھولوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں جلادو، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کفار کا لباس ہے اسے مت پہنو۔ (مسلم)

امام غزالی احیاء العلوم جلد سوم میں فرماتے ہیں: بچوں کو سفید لباس پہننا چاہیے۔ رنگ دار اور ریشمی کپڑوں سے بچنا چاہیے۔ یہ بات بچے کو ذہن نشین کرانی چاہیے کہ یہ عورتوں اور ہیجڑوں کا لباس ہے۔ یہ مردوں کو زیبا نہیں ہے اور جب بھی کسی بچے کو ریشمی یا رنگدار کپڑے پہنے دیکھے تو اس کی حوصلہ شکنی کرے اور اپنے بچے کو ان بچوں سے دور رکھے جو عیش و تنعم کے دلدادہ اور لباس فاخرہ کے شوقین ہوں۔

مردوں کو ریشمی لباس پہننا حرام ہے:

جب آنحضرت ﷺ نے گذشتہ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو تو معلوم ہوگیا کہ ہمیں کفار جیسا لباس نہیں پہننا چاہیے اور بچوں کو سختی کے ساتھ اس سے روکنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے

پاس تھے کہ ان کا ایک بیٹا آیا، جس نے ریشمی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں یہ قمیض کس نے پہنائی؟ بچے نے کہا امی نے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قمیض پھاڑ دی اور فرمایا: امی سے کہو کہ تمہیں اور قمیض پہنا دیں۔ (طبرانی)

امام کاسانی ؒ، بدائع الصنائع میں مردوں کے لیے ریشمی لباس کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بڑے اور بچے حرمت کے حکم میں برابر ہیں بشرطیکہ مذکر ہوں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکر ہونے کی تصریح فرما دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری امت کے مذکروں (مردوں) پر حرام ہے۔ ہاں اگر پہننے والا بچہ (نابالغ) ہو تو اسے گناہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے پہنانے والے کو ہوگا، جیسے اگر کوئی شخص بچے کو شراب پلا دے تو گناہ بچے کو نہیں بلکہ پلانے والے کو ہوگا۔ (بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۱)

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بچے کو ریشمی لباس پہنانا حرام ہے کیونکہ اس سے اس میں عورتوں والی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

⑩ قرآنِ کریم سننے کے آداب

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آیہ مبارکہ ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنا کرو اور خاموش ہو جایا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' ایک انصاری نوجوان کے بارہ میں نازل ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تلاوت فرماتے تو وہ ساتھ ساتھ پڑھنے لگ جاتے۔

دوسرا اُصول:

سچ بولنا

سچ بولنا اسلام کے بنیادی اخلاق میں اہم ترین خلق اور عادت ہے۔ اس عادت کو بچوں کے دل و دماغ میں اچھی طرح جاگزیں کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بچوں کے دماغ میں یہ عادت پختہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بچوں کے ساتھ والدین کے برتاؤ پر بھی نظر رکھتے تھے کہ وہ بچوں کو کسی طرح جھوٹ بول کر دھوکہ نہ دیں کہ کہیں ان کی یہ عادت بچوں میں

سرایت نہ کر جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز مجھے میری امی نے بلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر ہی تشریف فرما تھے۔ میری امی نے کہا آؤ میں تمہیں چیز دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اسے کیا دو گی؟ میری امی نے کہا۔ میرا کھجور دینے کا ارادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (ابو داود)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بچے سے کہے، آؤ میں تمہیں چیز دوں اور پھر چیز نہ دے تو اس کے ذمہ ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد)

حضرت ربیعہ بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا ارشاد یاد ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ارشاد، جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور جو شک میں نہ ڈالے اسے اختیار کر لو کیونکہ سچ میں سکون ہے اور جھوٹ میں شک ہے۔ (ترمذی)

سلف صالحین، میں بچوں میں یہ عادت پختہ کرنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جھوٹی روایتوں سے بچو کیونکہ جھوٹ میں بہتری کی صلاحیت نہیں ہے اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بچے سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

(ادب الاملاء والاستملاء ص ٤٠)

اسی طرح حضرت یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹے! اگر وعدہ کرو تو اس کے خلاف مت کرو، ورنہ تمہاری محبت بغض میں تبدیل ہو جائے گی۔

تیسرا اُصول:

راز داری

بچوں میں حفاظت اسرار کی عادت بھی پیدا کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ بچہ کے مال اور مستقبل کے لیے سود مند اور خاندان و معاشرہ کی بہتری کے لیے ناگزیر ہے۔ جو بچہ راز کی حفاظت کرتا ہو وہ پختہ ارادہ کا حامل اور زبان کا پکا ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور مجھے ایک راز کی بات بتائی کہ میں کسی شخص کو نہ بتاؤں۔ (مسلم)

پیچھے گزر چکا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے ایک دن تاخیر کے ساتھ پہنچے۔ ان کی والدہ نے تاخیر کا سبب پوچھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیج دیا تھا۔ والدہ نے پوچھا کہ کس کام سے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی پوشیدہ کام سے، تو والدہ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔

چوتھا اُصول

امانت داری

امانت داری ایسی خصلت و عادت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عہد طفولیت سے زمانہ رسالت تک اس سے ایسے متصف رہے کہ مشرکین بھی آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ کیا مسلمان بچوں کو یہ عادت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بچے کو پابند کیا کہ وہ اپنے والد کے مال تک کی امانت داری سے حفاظت کرے اور وہ اس کا مسئول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکا اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس بارہ میں باز پرس ہوگی۔ (السیاسة الشرعیة لابن تیمیة رحمہ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں یہ عادت پختہ کرنے کے لیے اتنا اہتمام فرماتے کہ بعض

اوقات خیانت کرنے والے بچے کی گوشمالی بھی فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے انگور کا ایک خوشہ دے کر بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ میں نے وہ خوشہ پہنچانے سے پہلے اس میں سے کچھ کھالیا۔ جب میں وہ خوشہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کان سے پکڑا اور فرمایا: اے دھوکہ باز! (الاذکار للنووی)

پانچواں اُصول:

کینہ پروری سے حفاظت

کینہ پروری سے حفاظت نفسیاتی توازن، انسانیت کی خدمت اور معاشرہ کی بہتری کے لیے ازبس ناگزیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں خصوصی ہدایات ارشاد فرمائیں۔ ارشاد گرامی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے پیارے بیٹے! اگر تجھ سے ہوسکے کہ صبح شام تیرے دل میں کسی کے بارہ میں کینہ نہ ہو تو ایسا کرلو۔ پھر فرمایا: پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے، جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی)

یعنی کینہ، حسد، بغض اور دھوکہ دہی جیسی بدخصلتوں سے بچو اور سیدھے جنت میں جاؤ۔

خاتمہ:

اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عملی مثال

اب اس بحث کے اختتام پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کے ساتھ کیسے شفقت و محبت سے پیش آتے، کیسے مزاح کرتے اور کیسے غصہ ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، واللہ انہوں نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ کسی کام کے کرنے پر کہا کہ ایسا

کیوں کیا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا؟ (بخاری و مسلم)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ حسن اخلاق کے حامل تھے، مجھے ایک روز آنحضرت ﷺ نے کسی کام سے بھیجا: میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا جبکہ میرے دل میں تھا کہ میں جاؤں گا۔ میں نکلا، راستہ میں میرا گزر بچوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ میں نے پیچھے دیکھا تو آنحضرت ﷺ میرے پیچھے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انس! تم وہیں جا رہے ہو جہاں میں نے کہا تھا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! جی ہاں میں جا رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی نو سال خدمت کی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کوئی کام کیا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ کیوں کیا یا نہ کیا ہو تو فرمایا ہو کہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ مجھے جب کسی کام کے کرنے کا کہا اور میں نہ کر سکا تو مجھے ملامت نہیں کی۔ اگر گھر میں سے کسی نے ملامت کی تو فرمایا: چھوڑو۔ جو مقدر میں ہوتا ہے، ہو کر رہتا ہے۔

(مسند احمد)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بچوں کی تربیت کے لیے خود انہیں نمونہ بن کر دکھایا تاکہ بچوں کے ذہن میں یہ صفات اچھی طرح راسخ ہو سکیں۔ ہم بھی اخلاق نبویؐ کی روشنی میں اپنے بچوں کی تربیت کر سکتے ہیں اور تبھی وہ اسلامی اخلاق سے متصف ہو کر جدید چیلنجز کا بحسن و خوبی مقابلہ کر سکیں گے اور عصر حاضر کے نت نئے فتنوں سے محفوظ ہو کر اسلامی اقدار و روایات سے اپنی زندگی کو مزین کر سکیں گے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ

باب پنجم:

رحمدلی اور شفقت کی تعمیر و تربیت

تمہید ..... رحمدلی کی صورتیں

پہلا اصول ..... بچہ کا بوسہ لینا

دوسرا اصول ..... بچوں کے ساتھ کھیلنا اور مذاق کرنا

تیسرا اصول ..... بچوں کو تحفہ اور ہدیہ دینا

چوتھا اصول ..... بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا

پانچواں اصول ..... بچے کا مسکرا کر استقبال کرنا

چھٹا اصول ..... بچے کے احوال کی خبر گیری اور اس سے پوچھتے رہنا

ساتواں اصول ..... بچیوں اور یتیموں پر خصوصی توجہ دینا

❀ بچی کی تربیت ❀ بچیوں کو ناپسند سمجھنے کی ممانعت ❀ بچے اور بچی میں مساوات ❀ بچی کی پرورش پر اجر وثواب ❀ یتیم کی پرورش اور تربیت ❀ یتیم کی پرورش پر اجر وثواب ❀ یتیم کے مال کی حفاظت اور اس سے تجارت ❀ یتیم بچوں کی پرورش کرنے پر بیوہ عورت کے لیے اجر وثواب ❀ تعلیم وتربیت میں یتیم کے ساتھ اپنے بچوں جیسا سلوک

آٹھواں اصول ..... بچوں کی محبت میں اعتدال سے کام لینا

❀ خود کو اور بچوں کو پابند شرع بنانا ❀ والدین کا مہمان نواز، کریم النفس، بہادر اور علم دوست بننا ❀ بچوں کی بیماری اور وفات پر صبر کرنا اور ثواب کی امید رکھنا

تمہید

رحمدلی اور شفقت کا برتاؤ بچے کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اگر اعتدال کے ساتھ شفقت کا معاملہ ہو تو انسان ایک معتدل فرد کی حیثیت سے معاشرہ میں پروان چڑھتا ہے اور یہ اعتدال عمر بھر اس کے ساتھ رہتا ہے، لیکن شفقت و محبت میں کمی بیشی دونوں ہی نقصان دہ ہیں۔ اس کی زیادتی سے بچے کے اندر دنیاوی مشکلات اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور اس کی کمی سے بچے میں بے رحمی کا عنصر غالب آ جاتا ہے۔

الغرض بچے کی شخصیت کی تعمیر میں محبت و شفقت کا کردار انتہائی اہم ہے۔ والدین میں موجود محبت و رحمت ہی بچے کا سرمایہ اور زندگی کے ہر نازک موڑ پر اس کا رفیق اور ساتھی ہے۔ اسی لیے ہمیں ان بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کا خصوصی برتاؤ کرنا چاہیے، جن کے ماں باپ دونوں یا کوئی ایک اس جہانِ فانی سے رخصت ہو چکا ہو۔ اور اسی طرح ہمیں بچیوں کے ساتھ بھی محبت کا خصوصی برتاؤ کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ بھی بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت سے پیش آتے۔ وہ اسلامی معاشرہ یقیناً قابل ستائش اور لائق تعریف ہے، جس میں یتیموں کے ساتھ کریمانہ برتاؤ ہوتا ہے اور بچیوں کو بچوں کے ساتھ مساوات کا درجہ حاصل ہو۔

تاہم یہ سوال اپنی جگہ باقی ہے کہ ہم بچے میں رحمدلی کا جذبہ کیسے بیدار کریں کہ وہ اپنی زندگی کو اعتدال کے ساتھ گذارنے والا بن جائے۔ آیئے احادیث کی روشنی میں اس کے بنیادی اسباب تلاش کرتے ہیں تاکہ رحمدلی اور محبت پیدا کرنے کے یہ طریقے ہماری زندگی میں رائج ہو سکیں۔

پہلا اصول:

بچہ کا بوسہ لینا

بچوں میں محبت کے جذبات برانگیختہ کرنے اور غصہ کی تسکین کے لیے بوسہ کا اہم کردار رہا ہے۔ یہ بڑے اور چھوٹے کے درمیان محبت قلبی کا سبب ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ محبت والفت ہے۔ اسی طرح اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بڑا چھوٹے کے ساتھ تواضع سے پیش آ رہا ہے۔ اس سے بچے کے دل پر بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کے دل میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ سنت نبوی ﷺ ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ؛ کچھ اعرابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ کہنے لگے: واللہ! ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے رحم نکال لے تو کیا میرے اختیار میں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابسؓ کہنے لگا: میرے دس بچے ہیں، میں نے تو انھیں کبھی بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (بخاری و مسلم)

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بچوں کے ساتھ اور گھر والوں کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ فرماتے تھے۔

الغرض بچوں پر شفقت و رحمت، سنت نبوی ﷺ ہے اور جنت میں جانے اور رضائے خداوندی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

آئی اس کے ساتھ دو بچے بھی تھے آپ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے دو کھجوریں اپنے دو بچوں کو دے دیں اور ایک اپنے پاس رکھ لی۔ بچے اپنی اپنی کھجور کھا کر ماں کو دیکھنے لگے۔ ماں نے اپنے حصہ کی کھجور کے بھی دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچوں کو دے دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تمام واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات؟ اس نے اپنے بچوں پر رحم کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا۔" (بخاری)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر کس قدر رحیم تھے؟ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے:

" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز شروع کرتا ہوں۔ میں لمبی نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کے رونے سے اس کی ماں پر کیا بیت رہی ہوگی؟" (صحاح ستہ الا ابا داود)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اُٹھا کر نماز ادا فرماتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو انھیں اُتار دیتے، جب کھڑے ہوتے تو دوبارہ اٹھا لیتے تھے۔"

(صحاح ستہ الا الترمذی)

لیکن انسان کو سب سے زیادہ تعجب اس وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کسی بچے کو دیکھتا ہے کہ وہ بڑوں کو حیوانات تک کے ساتھ رحمت وشفقت کی ترغیب دے رہا ہے۔ اور انھیں رحمت خداوندی کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شکاری نے مچھلی شکار کی۔ اس کی بیٹی نے مچھلی اُٹھا کر دوبارہ پانی میں پھینک دی اور کہنے لگی: یہ اپنی غفلت کے سبب جال میں پھنسی تھی۔ یہ واقعہ لکھ کر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" بارِ الٰہا: اس بچی نے مچھلی کی غفلت پر رحم کھا کر اسے دوبارہ پانی میں ڈال دیا۔

اے اللہ! ہمیں بھی تو شیطانی مکر و فریب شکار کر چکا ہے اور ہمیں تیرے رحم کے سمندر سے نکال چکا ہے۔ الٰہی! ہم پر اپنے رحم سے فضل فرما اور ہمیں شیطانی مکر سے نجات عطاء فرما کر اپنی رحمت کے سمندر میں دوبارہ ڈال دے۔''

(تفسیر کبیر)

ماں کو اپنی اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے؟ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عورتیں تھیں، ان کے ہمراہ ان کے دو بچے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ وہ اپنا قضیہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔ آپ علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ وہ وہاں سے نکلیں تو انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلالیا اور فرمایا: چھری لاؤ، میں بچے کے دو ٹکڑے کر کے تمھیں ایک ایک ٹکڑا دے دیتا ہوں۔ اس پر چھوٹی بولی: اللہ آپ پر رحم کرے، یہ بڑی کا ہی بیٹا ہے، اس کے دو ٹکڑے نہ کریں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ فرمادیا، قرآنِ کریم میں مذکور ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ .....ہم نے انھیں حکمت اور فصلِ خطاب عطا کیا۔''

اس قصہ میں قارئین بڑی کی قساوت قلبی ملاحظہ کریں، کہ اس کے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا، لیکن اس نے نہ تو اظہارِ غم کیا اور نہ یہ باور ہونے دیا کہ اس کا بیٹا بھیڑیا لے جاچکا ہے، بلکہ اس نے سخت دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سہیلی کے بیٹے پر قبضہ کرلیا۔ اتنی سخت دلی کا مظاہرہ تو مردوں سے بھی بعید ہے کجا یہ کہ ایک عورت سے۔ ایسا ہونا تو ناممکن ہے کہ وہ اپنے اور سہیلی کے بیٹے میں امتیاز نہ کرسکی ہو۔

دوسرا اصول:

بچوں کے ساتھ کھیلنا اور مذاق کرنا

اگر ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں بخوبی علم ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کبھی تو بچوں کے ساتھ کھیلتے، کبھی انھیں کاندھوں پر بٹھاتے اور کبھی ان سے ہنسی مذاق فرماتے تھے۔ یہ تمام اعمال بچے کا حق ہیں۔ چونکہ احادیث سے یہ تمام چیزیں ثابت ہیں، لہٰذا ہمیں بھی بچوں کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، ہمیں کھانے پر بلایا گیا۔ راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے بازو مبارک پھیلا لیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ آپ ﷺ انھیں ہنساتے رہے، حتیٰ کہ انھیں پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ایک سر اور کانوں کے درمیان رکھا۔ پھر انھیں اپنے گلے سے لگا کر بوسہ دیا اور فرمایا:

> ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو شخص حسین سے محبت رکھتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میرے نواسے ہیں۔'' (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے ان کانوں نے سنا، میری ان آنکھوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا، ان کے پاؤں آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے اوپر چڑھو، یہ اوپر چڑھے، حتیٰ کہ ان کے قدم آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک پر آ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''اپنا منہ کھولو اور پھر بوسہ دیا، پھر فرمایا: اے اللہ! اس سے محبت رکھ، مجھے اس سے محبت ہے۔'' (بخاری فی الادب المفرد، طبرانی)

اصابہ میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چھوٹے قدم اُٹھانے والے، چھوٹی آنکھ والے (شفقت سے ایسا فرمایا) اوپر چڑھو۔'' نہایہ ابن الاثیر میں یہ بھی ہے کہ: آنحضرت ﷺ حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو گھماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ سب سے اچھے اخلاق کے حامل تھے۔ میرا ایک بھائی تھا ابوعمیر۔ وہ اپنے بلبل کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ان کا دودھ چھڑا دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب تشریف لاتے تو فرماتے:

''ابوعمیر! بلبل کا کیا بنا؟ (بلبل مر چکا تھا۔)''

(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے، ان کا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکا تھا ابوعمیر۔ آپ ﷺ اس سے مزاح کیا کرتے تھے۔

(ایک روز) آنحضرت ﷺ اس کے پاس آئے تو اُسے غمگین پایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوعمیر کیا ہوا؟ تم مجھے غمگین نظر آ رہے ہو؟ گھر والوں نے بتایا کہ اس کا بلبل مر گیا، جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ فرمانے لگے:

''ابوعمیر! تمہارے بلبل کا کیا بنا؟'' (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اے کانوں والے! یعنی مزاحاً یہ ارشاد فرمایا۔'' (ترمذی، ابوداود)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مجھے ابو بقلۃ (سبزی والا) کہا کرتے تھے، کیونکہ میں سبزی توڑ کر لاتا تھا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کا استقبال بنو مطلب کے چھوٹے غلاموں نے کیا تو آپ ﷺ نے ایک کو آگے بٹھا لیا اور ایک کو پیچھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُسامہ عرفہ سے مزدلفہ تک آنحضرت ﷺ

کے پیچھے سوار رہے، پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل سوار رہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں: آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کی گردن پر سوار ہوگئے۔ آپ ﷺ سجدہ کناں رہے اور سجدہ لوگوں کے لیے بہت طویل ہوگیا، حتیٰ کہ لوگ سمجھنے لگے کہ آپ ﷺ کو کچھ ہوگیا ہے۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے سجدہ طویل کردیا، حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ کو کچھ ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا بیٹا مجھ پر سوار تھا، مجھے اس کی خواہش پوری ہونے سے پہلے جلدی کرنا اچھا نہ لگا۔'' (نسائی، حاکم)

آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح بچوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔

دیلمی اور ابن عساکر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ چت لیٹے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ایک بچہ یا بچی بیٹھی ہوئی تھی، جس کے ساتھ آپ دل پسند باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! اسے ہٹادیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس کا بچہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ کھیلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انسان کو گھر میں بچے کی طرح رہنا چاہیے۔ یعنی ہنستے مسکراتے ہوئے، پیار و محبت کے ساتھ کھیلتے ہوئے۔ ہاں جب کوئی موقعہ آئے تو مرد بن جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو اسی لیے معزول کردیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ پیار محبت کا معاملہ نہیں کرتا تھا۔

حضرت محمد بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کام کا ذمہ دار بنایا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچے کو چوم رہے ہیں، تو وہ کہنے لگا: آپ امیر المؤمنین ہو کر بچے کو چوم رہے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر

اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے رحم کھینچ لے تو اس میں میرا کیا قصور؟ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والوں پر ہی رحم فرماتے ہیں: پھر آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر دیا اور فرمایا: تم اپنے بچے پر رحم نہیں کرتے تو لوگوں پر کیسے رحم کرو گے۔ (دینوری)

بچوں کے ساتھ ہلسی مذاق اور کھیل یہ بچوں کا حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا یہ حق ادا فرماتے اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کر کے اُن کی حق تلفی نہ فرماتے تھے۔

تیسرا اُصول:

بچوں کو تحفہ اور ہدیہ دینا

ھدایا کا انسانی طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے، خاص طور سے بچوں کی طبیعت پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی آپس میں محبت کا اصول ہی یہ بیان فرمایا ہے۔ آپس میں ھدیہ دو محبت بڑھی گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی محبت کے حصول کے لیے بھی اس قانون کو عام رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب (موسم کا) پہلا پھل لایا جاتا تو فرماتے: اے اللہ! ہمارے شہر میں، ہمارے پھلوں میں، ہمارے مُد اور صاع میں برکت ہی برکت رکھ دے۔ اور پھر وہ پھل سب سے کم عمر بچے کو جو موجود ہوتا دے دیتے تھے۔ (مسلم)

پیچھے حضرت سائب بن یزیدؓ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور دیگر بچوں میں سے ہر ایک کو مٹھی بھر کھجوریں دیں اور سروں پر ہاتھ پھیرا۔ (طبرانی)

حضرت حسن یا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا: اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو۔ پھر ایک بڑے پیالے میں حلوہ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو ایک ایک بار اس سے لینے کا موقعہ دیا۔ یہاں تک کہ میری باری آئی۔ میں بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بار لینے دیا،

پھر فرمایا: اور دُوں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پھر مجھے ایک بار اور دیا۔ پھر فرمایا: اور دوں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے ایک بار اور دیا، میری کمسنی کی وجہ سے۔ اسی طرح تمام لوگوں کو دیا، حتیٰ کہ آخری آدمی نے بھی لے لیا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نجاشی کی طرف سے ھدایا آئے، جن میں سونے کی انگوٹھی تھی، جس میں حبشی نگینہ جڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے لکڑی یا اپنی انگلی کے ساتھ ایک طرف کیا، پھر اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا: بیٹی اسے پہن لو۔

چوتھا اُصول:

بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا

پیچھے حدیث گذری ہے کہ آنحضرت ﷺ کیسے کھیل کے ذریعے اور بچوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپؐ انصار کے پاس آتے، بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ (نسائی)

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے چار سال قبل پیدا ہوئے۔ انھیں آپ ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا..... اور آنحضرت ﷺ کی جب وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چودہ سال تھی۔ (مستدرك حاكم)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پر پھیرا۔ راوی کہتے ہیں جب سر پر ہاتھ پھیرا تو غالباً آپ نے تین بار فرمایا: اے اللہ! جعفر کی اولاد کو اس کا نائب بنادے۔ (مستدرك حاكم)

آنحضرت ﷺ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار اپنے دونوں دست مبارک بچے کے گالوں پر بھی پھیرتے تھے۔ اس سے بچے کو اور زیادہ قلبی محبت کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بچے تھے، فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے جانے کے لیے نکلے، میں بھی ساتھ نکلا۔ آپ ﷺ کو بچے ملے۔ آپ ﷺ ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے رخسار پر بھی آنحضرت ﷺ نے ہاتھ پھیرا اور مجھے آپ ﷺ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی گویا کہ عطار کا عطردان ہو۔ (مسلم)

اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے گالوں پر ہاتھ پھیرنا چاہیے اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو تمام سے یکساں اور مساوی سلوک کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی فرماتے تھے کہ تمام بچوں کے ساتھ تمام امور میں برابر کا معاملہ فرماتے۔

پانچواں اُصول:

بچے کا مُسکرا کر استقبال کرنا

بچہ سے ملاقات انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ جب ملاقات خوشگوار انداز میں ہوگی تو اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے، بچہ گفتگو کو توجہ سے سنے گا اور خود اس کا دل کشادہ ہوگا اور وہ دل میں آنے والے خیالات اور مشکلات کا اظہار کرے گا۔ یہ تمام چیزیں اس وقت حاصل ہوں گی، جب بچے سے مسکرا کر اور فرحت و خوشی کے انداز میں ملاقات ہوگی۔ خود آنحضرت ﷺ نے اُمت کو اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو گھر کے بچوں سے ملتے، ایک دن سفر سے واپسی پر مجھے پہلے آگے کیا گیا، آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی کو لایا گیا، اسے آپ ﷺ نے اپنے پیچھے سوار کرلیا۔

(رواہ احمد و مسلم و ابوداود)

چھٹا اُصول:

بچے کے احوال کی خبر گیری

بسا اوقات بچہ اکیلے چلتے چلتے راستہ بھول جاتا ہے اور سڑکوں پر گھومتا پھرتا رہتا ہے۔ اگر والدین کو بچہ کی فکر ہو تو وہ فوری طور پر اس کو تلاش کرتے ہیں، اگر وہ بے فکر ہوں تو پھر ایسا نہیں ہوتا اور فوری طور پر اس کی تلاش ایک اہم رول ادا کرتی ہے، کیونکہ اس میں تاخیر، اس کے لیے خطرات اور پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ اور وہ ذہنی طور پر تکلیف سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی گمشدگی پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تلاش میں کوئی تاخیر نہیں کی، بلکہ مختلف راستوں میں انھیں ڈھونڈنے میں جلدی دکھائی۔

امام طبرانی سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے کہ دن چڑھے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کہیں کھو گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُٹھو اور میرے بچوں کو ڈھونڈو۔'' چنانچہ ہر ایک اپنی سمت کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کو اختیار کیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو دیکھا کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور ایک نر سانپ اپنی دُم پر کھڑا ہے جو اپنے منہ سے آگ کے شرارے نکال رہا ہے، (اسے دیکھتے ہی) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف لپکے، پہلے تو وہ سانپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا، پھر فوری طور پر کسی بل میں جا کر گھس گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا، پھر ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ: ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تم دونوں اللہ کے ہاں کس قدر معزز ہو۔'' پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اُٹھایا۔ (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تم دونوں کو مبارک ہو کہ تمہاری سواری کیا خوب ہے!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس کے سوار بھی کیا خوب ہیں اور ان کے والد ان سے بہت بہتر ہیں۔''

آپ نے ملاحظہ کیا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خوف و ہراس نے کس طرح گھیر لیا اور اس سانپ کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے چمٹ گئے اور پھر آپ ﷺ نے ان کے خوف کو فوری طور پر ختم کیا اور ان کو آپس سے جدا کیا، پھر چہروں پر ہاتھ پھیر کر ان کے لیے دُعا فرمائی، پھر اپنے کندھے مبارک پر ان کو سوار بھی کیا اور ان الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی کہ: ''کتنے اچھے سوار ہیں۔'' ان تمام اُمور کی وجہ یہی ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے جذبات کا بڑا اہتمام کرتے تھے کہ ان کے احساسات درست اور متوازن رہیں۔''

ساتواں اُصول:

بچیوں اور یتیموں پر خصوصی توجہ دینا

بیٹیاں اور یتیم بچے رحم و شفقت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ خود کو کمزور خیال کرتے ہیں اور قوت و طاقت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، نیز لوگوں کی نظر میں ان کی شان بہت کم ہوتی ہے۔

جاہلانہ معاشروں نے ان کے حقوق بری طرح پامال کیے ہیں، ظاہر ہے کہ جب کوئی اُمت یا معاشرہ یا خاندان عملی طور پر اللہ کے بتائے ہوئے راستہ سے دُور ہوگا، وہ ان دو کمزور (یتیم اور بیٹی) حیثیت کے مالک افراد پر جور و ظلم ڈھائے گا۔ یہ بھی جاہلیت کا حصہ ہے، وہ پرانی تھی اور یہ نئی جاہلیت ہے، بس مختلف شکلوں اور صورتوں میں بدل بدل کر آتی ہے، اس جاہلیت نے ظلم کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے اور بغیر کسی حیا و شرمندگی اور مروّت و انسانیت کے ساری قوم کو نشانۂ ظلم بنا دیا ہے۔ اس نئی جاہلیت سے اپنے ظلم کو بعض تباہ کن قوانین سے آراستہ کر کے فسق و فجور کے تمام دروازے کھول کر رکھ دیے ہیں۔ یوں یہ دو کمزور صنفیں اس طرح کے معاشرہ اور خاندان میں ضائع ہوئیں، اکیلا اسلام ہی ان کی مدافعت کے لیے رہ

گیا، جو ہر اس (فرد یا جماعت) پر ٹوٹ پڑتا ہے جو ان پر کسی بھی نوعیت کے جور وظلم کو روا رکھتا ہو، یہاں تک کہ جب کسی بھی قسم کا ظلم ہوتا ہے تو اسلام اس کو کنڈم کرتا ہے اور اس پر زجر وتنبیہ کرتا ہے اور ایماندار لوگ اس کو روکنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے جذبات بھڑک اُٹھتے ہیں، حتیٰ کہ اس ظلم کی انتہاء ہوجاتی ہے اور عدل وانصاف ثابت ہوجاتا ہے اور مساوات اور برابری قائم ہوجاتی ہے اور باطل کا منہ کالا اور حق کا بول بالا ہوجاتا ہے۔

قرآنی آیات اور نبوی احادیث ان دو کمزور صنفوں کے حق میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں، جو ہماری بات پر واضح انداز میں دلالت کرتی ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خالق انسانیت ہے اور جب طاقتور کمزور کو کھا رہا ہو اور اس کے احکام کی پابندی نہ ہو رہی ہو تو وہ ذات انسانیت پر ڈھائے جانے والے ظلم کو خوب جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دو کمزوروں کے بارے میں حدیث میں سخت تنبیہ آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی احرّج علیکم حق الضعیفین: الیتیم والمرأة .))

''یعنی میں تم پر دو ناتواں اور کمزور یعنی یتیم اور عورت کے حقوق (مارنے) کو حرام اور ممنوع قرار دیتا ہوں۔'' (کتاب العیال : ۲/ ٦٦٨)

(رواہ ابن ماجہ۔ والحاکم۔ والبیھقي۔ والامام احمد وابن حبان فی صحیحہ.)

اب رہی یہ بات کہ وہ کون سے ضوابط ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم ان دو کمزور وناتواں مخلوق کو انصاف فراہم کر سکتے ہیں۔

بچی کی تربیت:

ہمارے نزدیک گھر کی اصلاح میں عورت کی تعلیمی ترقی وتربیت کو انتہائی اہم حیثیت حاصل ہے اور عورت کو دین واخلاق کا معتد بہ حصہ فراہم کرنا اور گھریلو مسائل کی تعلیم کے لیے بنات کے تعلیمی اداروں میں عورت کے لیے میدان کو وسیع کرنا اور قابل اقتداء اور بے مثال عالم وفاضل خواتین کے حالات وواقعات بتانا بہت اہمیت رکھتا ہے، جیسے کنسیبہ بنت کعبؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، صفیہ بنت عبدالمطلب، خولہ بنت ازورؓ اور سکینہ بنت حسین اور دیگر بہت سی

اخلاقِ فاضلہ رکھنے والی خواتین کے حالات سے آگاہی بہت ضروری ہے۔ باقی رہے بنات کے وہ تعلیمی ادارے جن میں عورت نقصان دہ امور سے دوچار ہوتی ہے اور اہم اور ضروری اُمور کو پس پشت ڈالتی ہے تو یہ وہ چیز ہے، جس سے صحیح اسلامی نہج پر خوشگوار زندگی کا حصول ممکن نہیں ہے۔ آج کل ہماری بچیاں سکولوں میں موسیقی، انگریزی زبان اور موجودہ قوانین اور انجینئرنگ وغیرہ سیکھتی ہیں مگر اُنھیں بچوں کی اصلاح و تربیت کے حوالہ سے کچھ خبر نہیں ہوتی اور نہ ہی اُنھیں علم الصحت، علم النفس (نفسیات) کا کچھ پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی اُنھیں دین و اخلاق اور تدبیر منزل (ہوم اکنامکس) سے کچھ آگاہی ہوتی ہے۔ یہ کون سا تعلیمی پروگرام ہے؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

جب ماں کی اصلاح و تربیت ہوئی ہوگی تو اُمید ہے کہ اس کی اولاد بھی مکمل طور پر بامروّت اور بااخلاق انسان بنے گی، جب آپ علماء کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں بیشتر علماء وہ ہیں، جن کی عظمت و مرتبت کا راز وہ درست اور صالح مبادیات ہیں، جن کو ماں نے تربیت کے ذریعہ ان میں پیدا کیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حق بات کی محبت اور اس کے لیے غیرتِ ایمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں حلم و بردباری کا جذبہ، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما میں شجاعت و بہادری کا وصف یہ سب کچھ ان کی ماؤں یعنی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی تربیت و اصلاح کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ چونکہ بچہ اپنے باپ کا راز دار ہوتا ہے اور ہر برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، اور بچپن میں ماں کی گود میں جو کچھ وہ سنتا دیکھتا ہے کہ کس طرح ماں اسے شجاعت و بہادری اور اخلاقِ فاضلہ کے اختیار کرنے پر اُبھارتی اور اس پر آمادہ کرتی ہے تو بڑا ہو کر اس کی زبان سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور وہ سیادت و مرتبت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ اُمّ الفضل بنت حارث الھلالیہ کی تربیت و تاثیر سے بلند مقام پر فائز ہوئے۔ ماں پورے عالَم کی معلّمہ ہے، اگر ایک ہاتھ سے جھولا ہلاتی ہے تو دوسرے ہاتھ سے سارے عالَم

کو ہلاتی ہے، لہٰذا ہمیں گھر کی اصلاح و بہتری کا خیال رکھنا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ماں کی اصلاح و تربیت کریں، جو گھر کی روح اور قوام کا درجہ رکھتی ہے۔''

(انجع الوسائل)

ان تمہیدی کلمات کے بعد یہ جاننا باقی رہ گیا کہ بنات کی تربیت کے لیے بنیادی قواعد کیا کیا ہیں؟ چنانچہ اس کے لیے تین بنیادی قواعد ہیں:

بچیوں کو ناپسند سمجھنے کی ممانعت:

قرآنِ مجید نے سب سے پہلے بنات کے متعلق انسانوں کا تصور اور نظریہ درست کیا ہے جو نظریہ اور تصور جاہلانہ معاشروں میں پھیلا ہوا ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس نظریہ کی اصلاح و تعدیل پر متوجہ کیا ہے کہ بنات (بیٹیاں) بھی تو اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہے، جس کے کچھ حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی۔

نظریہ کی درستگی کے بعد انسانیت کو اس کے ساتھ اچھے سلوک اور اس کے متعلق ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جیسا کہ آیاتِ قرآنی ان ہی امور کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جو امورِ نسوانی حیاتِ بشری میں ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل: ۵۸-۵۹]

''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہوتی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، آیا اسے ذلت کی حالت میں لیے پھرے یا مٹی میں گاڑ دے، خبردار! ان کی تجویز کیسی بری ہے۔''

پھر قرآنِ عزیز نے انسانیت کو جھنجھوڑا اور جہالت سے بیدار کرنے کی خاطر اس کے ضمیر

سے یہ سوال کیا کہ؛

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ○ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾ [التکویر: ۸، ۹]

''اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔''

رسولِ اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند قرار دیا ہے۔ ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور غیر کا حق روکنے اور غیر مستحق ہوتے ہوئے اپنا حق مانگنا۔'' (المجمع: ۱۴۷/۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ؛ ایک آدمی کی چند بیٹیاں تھیں اور وہ ان کی موت کی آرزو کرتا تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر غصہ آیا اور فرمایا کہ کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟ (الادب المفرد: ۱/ ۱۵۸)

حضورِ اقدس ﷺ نے والدین کو بچیوں کے بارے درست تصور دیا اور حکم دیا کہ ان کو ناپسند نہ کرو، بلکہ ان سے موانست کا برتاؤ کرو۔

چنانچہ امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنات سے نفرت مت کرو، کیونکہ وہ بیش بہا اور قابل موانست ہیں۔'' المجمع: ۱۵۶/۸.

اس قاعدہ کے اختتام پر ہم علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی تفسیر وتشریح کا ذکر کرتے چلیں جو انھوں نے ان آیات کی رقم کی ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ إِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّإِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ [الشوریٰ: ۴۹، ۵۰]

''زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے،

جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا جوڑے جوڑے دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہتا ہے بے اولاد کر دیتا ہے۔ بلاشبہ وہ خوب جاننے والا قدرت والا ہے۔''

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے زوجین کی حالت کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے جن پر ان کا وجود مشتمل ہے اور خبر دی ہے کہ جو اولاد ان کے مقدر میں رکھی ہے، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے ہبہ اور عطیہ ہے، خدا کی ناراضگی کے لیے بس یہی کافی ہے کہ بندہ اس کی ہبہ کردہ چیز پر ناک بھویں چڑھائے، اور اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹیوں کا ذکر کیا ہے (اس سلسلہ میں چند اقوال ہیں)، بعض کا خیال یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں باپ بیٹیوں کو بوجھ خیال کرتے ہیں، اس لیے ان بچیوں کی خاطر جمعی کے لیے ان کا پہلے ذکر کیا، بعض کہتے ہیں کہ بیٹیوں کا ذکر اس لیے مقدم ہے کہ کلام کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے نہ کہ ماں باپ کی چاہت کے مطابق، کیونکہ والدین عموماً بیٹوں کی چاہت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس صنف کا ذکر پہلے کیا ہے، جسے وہ چاہتا ہے لیکن ماں باپ اسے نہیں چاہتے۔ (ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ) میری نظر میں اس کی ایک اور وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو مقدم رکھا، جسے زمانہ جاہلیت والے مؤخر رکھتے تھے، یعنی وہ لوگ بنات کو زندہ درگور کرتے تھے، لہٰذا اس تقدیم سے باخبر کیا کہ تمہارے نزدیک جو صنف مؤخر ہے وہ میری نظر میں بیٹوں پر مقدم ہے، غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کا ذکر بطورِ نکرہ کے اور بیٹوں کا ذکر بطورِ معرفہ کے کیا ہے۔ پھر نسوانیت کی تلافی تقدیم ذکر سے اور تاخیر کی تلافی تعریف (معرفہ لاکر) سے کردی، اس لیے کہ تعریف (معرفہ لانا) میں عظمت شان ہوتی ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا کہ وہ ذات جسے چاہتی ہے ایسے شہسوار اور اعلام و فضلاء (کی نعمت) عطا کرتی ہے، جن کا حال تم پر خوب واضح ہے۔ پھر جب دو کمزوروں کا ذکر ایک ساتھ کیا تو مذکر کو مقدم کرکے دونوں کا حق تقدیم و تاخیر عطا کر دیا اور اللہ

تعالیٰ اپنی مراد کو خوب جانتا ہے۔(احکام المولود، ص: ۲۰.)

اسی طرح امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جسے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں بیان فرمایا:

﴿ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: ۱۹]

''پس اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو شاید تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت زیادہ منفعت رکھ دے۔''

فرماتے ہیں کہ بنات کا بھی یہی حال ہے کہ بسا اوقات بندے کے لیے ان کے بارے میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں موجود ہوتی ہیں، اور ان سے کراہت کی قباحت کے لیے یہی کافی ہے کہ بندہ اس چیز سے کراہت اور نفرت کرے، جسے اللہ نے پسند کیا اور اپنے بندہ کو عطا کی۔

صالح بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میرے والد کے ہاں جب کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو وہ کہتے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی بیٹیوں کے باپ ہوتے تھے اور کہتے کہ بیٹیوں کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں، انھیں میں جانتا ہوں۔

یعقوب بن بختان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں، جب بھی بیٹی پیدا ہوتی تو میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا، وہ مجھے فرماتے کہ اے ابو یوسف! انبیاء بھی بیٹیوں کے باپ ہوتے تھے، ان کے اس فرمان سے میرا سارا غم کافور ہو جاتا۔

بہر حال! پہلے قاعدہ کا حاصل اور خلاصہ یہ نکلا کہ بیٹیوں کے متعلق غلط تصور کا ازالہ کیا جائے اور ان سے نفرت آمیز سلوک نہ ہو اور والدین کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت عطا کی ہے اور ان کے لیے پسند کی ہے اس کا احترام کیا جائے اور اس پر راضی رہیں، کیونکہ تمام خیریں اس میں مضمر ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی پسند کردہ چیز کو اپنی پسند پر ترجیح دے۔

بچے اور بچی میں مساوات:

جب اللہ تعالیٰ والدین کو دونوں طرح کی نعمتیں عطا فرمائے یعنی بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی تو اسلامی نظریہ کے مطابق دونوں کے درمیان مساویانہ سلوک کیا جائے گا۔ اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے اس امر کو دخولِ جنت کا ایک سبب قرار دیا ہے، مساویانہ سلوک سے مراد یہ ہے کہ بیٹے کو بیٹی پر کسی بھی چیز میں ترجیح نہ دی جائے، محبت و عطا میں دونوں برابر، ہدیے و تحائف میں دونوں برابر، تہذیب و علم میں دونوں برابر، سلوک میں دونوں برابر حتیٰ کہ بوسہ لینے میں بھی دونوں برابر ہیں۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی ایک بیٹی ہو، جسے وہ نہ زندہ درگور کرے، نہ اس کی اہانت کرے اور نہ اس پر بیٹے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضورِ اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو چوما اور اپنی ران پر بٹھالیا، پھر اس کی بیٹی آئی تو اسے اپنے سامنے بٹھادیا، آپ ﷺ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا کہ: ''تم نے ان کے درمیان برابری کیوں نہیں کی؟'' (المجمع: ۱۵۶/۸)

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساویانہ سلوک ایک ایسی چیز ہے جس سے انسانی معاشرہ بھی ناواقف تھا اور تربیت اطفال کے موضوع پر لکھی گئیں مغربی کتب بھی خالی ہیں اور جو لوگ خود کو ماہرین نفسیات و تربیت کہتے ہیں، ان کے دماغوں میں اس کا خیال تک نہیں گزرا ہوگا۔

بچی کی پرورش پر اجر و ثواب:

شریعت مطہرہ نے انسانی نفوس کی محض اصلاح و تہذیب کی خاطر ہدایات فراہم کی ہیں کہ بیٹیوں کی تربیت اور ان کے معاملات میں صبر و برداشت پر اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے، اس طرح والدین کی خاطر داری بھی ہوگی اور انھیں اپنی ذمہ داری اور بچیوں کی تربیت کے معاملہ میں اپنے رول اور کردار کی اہمیت کا احساس بھی ہوگا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دو بچیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو قیامت کے روز وہ اور میں ان دو انگلیوں کی طرح (اکٹھے) ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔''

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی رحمہم اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ: ایک عورت میرے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، اس عورت نے سوال کیا، لیکن میرے پاس ایک کھجور کے سوا، اور کچھ نہ تھا، میں نے وہی کھجور اس کو دے دی، اس نے اپنی دو بیٹیوں کے درمیان اسے تقسیم کر دیا، اور خود اس میں سے نہ کھایا، پھر وہ اُٹھ کر چلی گئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عورت کا حال بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ان بچیوں کی کسی بات میں مبتلا ہوا اور ان کی اچھی تربیت و پرورش کی تو وہ بچیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بنیں گی۔''

مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ نے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا یا فرمایا کہ اس کی وجہ سے اس کو جہنم سے آزاد کر دیا۔''

امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بہنیں یا دو بیٹیاں ہوں، پھر وہ ان کو خوب ادب و آداب سکھائے اور ان کی شادی کر دے، اس کے لیے جنت ہے۔''

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کرے اور ان کو خوب اچھے طریقہ سے رہن سہن سکھائے اور ان کے متعلق خدا کا خوف

رکھے، اس کے لیے جنت ہے۔'' اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: ''ان پر صبر بھی کرے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی تنگ دستی اور سوکنوں پر صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر دو ہوں تو کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دو ہوں تو بھی یہی حکم ہے۔ پھر اس نے کہا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایک ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

امام احمدؒ نے عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں ہوں، پھر وہ ان پر صبر کرے اور ان کو کھلائے پلائے اور اچھا لباس پہنائے تو وہ بچیاں اس کے لیے قیامت کے دن آتش دوزخ سے آڑ بنیں گی۔'' (صحیح الجامع، رقم: ٦٤٨٨)

بنات کی تربیت کی اہمیت کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے کہ وہ مستقبل کی مائیں اور قریب زمانہ میں اُبھرنے والے معاشرہ کی بنیاد رکھنے والی ہیں اور بچوں کی تربیت کرنے والی اور مستقبل قریب میں تاریخ رقم کرنے والی ہوتی ہیں، کیا آپ بھی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی تربیت کر کے اصلاحِ معاشرہ میں اپنا حصہ ڈالیں گے؟

یتیم کی پرورش اور تربیت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کا مرحلہ متعین کیا ہے کہ بلوغ کی عمر سے پہلے پہلے تک وہ یتیم ہے، جب بالغ ہو جائے تو وہ یتیم نہیں رہتا۔

مسند ابی حنیفہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلوغ کے بعد کوئی یتیمی نہیں ہے۔'' (عقود الجواهر المنيفة: ٢ / ٩٤)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ؛ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث یاد کی ہے کہ:

''بلوغ کے بعد کوئی یتیمی نہیں ہے۔'' (جامع الاصول: ۱۱/۶۴۲)

یتیم بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں تین قواعد پیش نظر رہنے چاہئیں اور یہ ان کی تربیت کا ماحصل ہے۔

یتیم کی پرورش پر اجر وثواب:

اس سلسلہ میں ہم بہت سی احادیث نبویہ دیکھتے ہیں، جن سے انسانی نفوس میں یتیم بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش کا جذبہ اُبھرتا ہے جو یتیم بچے عمر بلوغ سے پہلے ہی اپنے باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔

چنانچہ ابوداؤد میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ؛

((لا یتم بعد الاحتلام.)) .....''یعنی بلوغ کے بعد یتیمی کی صفت باقی نہیں رہتی۔''

یتیم بچہ دیکھ بھال اور پرورش کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ حصولِ تربیت کے لیے وہ ایک اساسی رکن (باپ) سے محروم ہوگیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سہیل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان والی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کو کشادہ کرکے بتایا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے، جس میں یتیم بچہ کے ساتھ اچھا سلوک ہوتا ہو اور ان میں بدترین گھر وہ ہے جس میں اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو اور میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) ہوں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

جو دل سخت ہوتے ہیں اور جن میں نعمت خداوندی کا احساس نہیں ہوتا ایسے دلوں کی دوا اور علاج کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ضابطہ وضع فرمایا ہے، جس سے دلوں میں حرارت اور جذبہ اُبھر آتا ہے۔ چنانچہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور اپنے مقصد کو حاصل کرلو؟ تم یتیم پر رحم کھایا کرو، اس کے سر پر دست شفقت پھیرا کرو اور جو کھانا تم خود کھاتے ہو، اس میں سے اسے بھی کھلاؤ، تمھارا دل نرم بھی ہوگا اور مقصد بھی حاصل ہوگا۔''

(صحیح الجامع، رقم: ۸۰)

یتیم کے مال کی حفاظت اور اس سے تجارت:

ابوشریح خویلد بن عمر الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! میں دو کمزور اور ناتواں یعنی یتیم اور عورت کے حقوق (کی بے حرمتی) کو حرام قرار دیتا ہوں۔'' (حدیث حسن رواہ النسائی)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور لفظ ''احرّج'' کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے حقوق کو ضائع کرنے والے گنہگار ہیں۔

اس سے زیادہ پُرزور تنبیہ اور توبیخ اس حدیث مبارک میں کی گئی ہے کہ امام بخاری اور مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک صاحب کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی، پھر انھوں نے اس سے نکاح کرلیا، اس یتیم لڑکی کی ملکیت میں کھجور کا ایک باغ تھا، اسی باغ کی وجہ سے انھوں نے اس سے نکاح کیا تھا، حالانکہ دل میں اس سے کوئی تعلق نہ تھا، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۚ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ [النساء: ۳]

''اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے باب میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہو، نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے پس اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو، وہی سہی اس میں بے انصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔''

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے ارشادِ مذکور کے متعلق پوچھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری بہن کے بیٹے! یہ ایسی یتیم لڑکی کے متعلق ہے جو اپنے ولی کی زیرِ پرورش ہو اور اس کے مال میں بھی شریک کی حیثیت رکھتی ہو، ادھر ولی اس مال پر بھی نظر رکھتا ہو اور اسے اس کے جمال سے بھی لگاؤ ہو، لیکن اس کے مہر کے بارے میں انصاف سے کام لیے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو اور اتنا مہر اسے نہ دینا چاہتا ہو، جتنا دوسرے دے سکتے ہوں تو ایسے لوگوں کو روکا گیا ہے کہ وہ ایسی یتیم لڑکیوں سے اسی صورت میں نکاح کرسکتے ہیں، جب ان کے ساتھ انصاف کریں اور ویسی لڑکیوں کا جتنا مہر معاشرہ میں ہوتا ہے، اس میں سب سے اعلیٰ اور بہترین صورت اختیار کریں، ورنہ ان کے علاوہ جن دوسری عورتوں سے بھی ان کا جی چاہے وہ نکاح کرسکتے ہیں۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس آیت کے نزول کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوسری آیت میں: ﴿ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کی زیرِ پرورش یتیم لڑکی کے پاس مال بھی کم ہو اور جمال بھی کم ہو تو وہ اس سے نکاح کرنے سے بچتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس لیے انھیں ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے بھی روکا گیا جو صاحب مال و جمال ہوں، لیکن اگر انصاف کرسکیں (تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں) یہ حکم خاص طور سے اس لیے بھی ہوا کہ اگر وہ صاحب مال و جمال نہ ہوتیں تو یہی ان سے نکاح کرنا پسند نہ کرتے۔'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ﴾ کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: یہ آیت یتیم کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ

اگر ولی نادار ہو تو یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال کے بدلے میں مناسب مقدار میں (یتیم کے مال میں سے) کھا سکتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [الاسراء: ٣٤] اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا﴾ [النساء: ١٠] تو جن کے پاس یتیم بچے زیر پرورش تھے، انھوں نے اپنا کھانا پینا ان سے الگ کرلیا اور کھانے پینے کی اشیاء کو روک لیا، یہاں تک کہ اسے کھالیتے یا وہ خراب ہوجاتا، یہ چیز ان پر بڑی گراں بار ثابت ہوئی۔ پھر انھوں نے اس بات کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ﴾ [البقرة: ٢٢٠] اس کے بعد انھوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں ان یتیموں کے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ ملادیں۔ (رواہ الحاکم فی مستدرکہ: ٣٠٣/٢)

مالِ یتیم کو تجارت میں لگانا:

موطا امام مالک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''یتیموں کے مال میں تجارت کرو کہ کہیں اسے صدقہ نہ کھا جائے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''خبردار! جو شخص کسی یتیم کا ولی ہو اور اس یتیم کا مال بھی ہو تو وہ ولی اس میں تجارت کرے اور اسے یوں ہی چھوڑے نہ رکھے کہ صدقہ اُسے کھالے۔'' (صحیح الجامع، رقم: ٢١٧٨)

یتیم بچوں کی پرورش کرنے پر بیوہ عورت کے لیے اجر وثواب:

امام ابو داؤد اور ابو یعلیٰ رحمہما اللہ، عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں اور بدحال بیوہ عورت جس نے اپنے بچوں کی خاطر صبر سے

کام لیا، دونوں جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح (پاس پاس) ہوں گے۔"

(الادب المفرد: ۱/۲۲۸)

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: "وہ عورت صاحب منصب و جمال تھی (لیکن) اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے آپ کو روکے رکھا، یہاں تک کہ وہ بچے جوان ہوگئے یا وفات پاگئے۔"

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کمزور ناتواں مخلوق اور صنفوں یعنی یتیم اور عورت کی اہمیت پر اُمت کو متوجہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں قابل اکرام ہیں، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔

آٹھواں اُصول:

بچوں کی محبت میں اعتدال سے کام لینا

شیخ محمد خضر حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "بعض لوگ اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ بچوں کی تربیت ان کے نفوس میں عظیم اصلاح کا اثر پیدا کرتی ہے، لیکن محبت وشفقت میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا، والدین کی گرفت کو بہت زیادہ کمزور کرتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں میں موجود خسیس طبیعتوں کا مقابلہ اور ان کی تہذیب و تادیب دشوار ہوتی جاتی ہے اور والدین کی اس غفلت اور کوتاہی سے بچے غلط خواہشات میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ایسی محبت اور شفقت، حکمت و دانائی کے سراسر خلاف ہے، علاوہ ازیں ان کے ناجائز خواہشات میں پڑنے کے سبب خطرناک قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہیں، جس سے دونوں کے درمیان جدائیگی بھی ہوسکتی ہے اور یہ دُوری اور جدائیگی اسی شفقت کے بقدر ہوتی ہے۔ انجامِ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ ظلم وستم کا شکار ہوجاتے ہیں اور ذلت ورسوائی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔

ایسی محبت وشفقت جو حد سے متجاوز ہو اس کی ناگواری کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ بچہ کو اس کے ہر کام میں بے حیا بنادیا جائے، جیسا کہ بعض نادان لوگ اصلاح وتہذیب کا ایسا اسلوب اور انداز اختیار کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اس میں عزتِ نفس اور خودرائی اور موقع کے

مطابق حق بات کہنے کی جسارت نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ معاشرہ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، جیسے گیند ہوتا ہے کہ لوگ باری باری اسے ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں یا لوگ اسے اپنا آلہ کار بنالیتے ہیں، جسے وہ اپنی خواہشات میں استعمال کرتے ہیں۔ وہی محبت و شفقت تربیت اولاد میں مفید ہوتی ہے، جس میں اعتدال اور توازن موجود ہو اور ایسی محبت ہی والدین کے لیے دُعا کا سبب بنتی ہے کہ اولاد پھر یہ دُعا کرتی ہے: ﴿ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾ [الاسراء: ٢٤] ''اے میرے پروردگار! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

(اس کے بعد) وہ کہتے ہیں کہ ابھی بھی کچھ گھرانے ایسے ہیں جو تربیت اولاد کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، وہ اپنی اولاد کو آزاد چھوڑتے ہیں اور ان کے امور ان ہی کے حوالہ کر دیتے ہیں کہ وہ خود جو فیصلہ کرنا چاہیں کرلیں۔ بلکہ بسا اوقات بھرے مجمع میں اپنی اس بات پر بڑا فخر و ناز بھی کرتے ہیں اور اولاد کی مدح سرائی میں مبالغہ کرتے ہیں جو حقیقت کے مطابق نہیں ہوتا، ایسے لوگ اپنی اولاد کے ساتھ کوئی اچھا کام نہیں کر رہے ہیں۔ وہ اپنی بیچاری اولاد کو فریب دے رہے ہیں، جنھیں عمدہ اور خوبصورت آداب سے واقفیت نہیں ہے اور وہ سعادت مندی سے محروم ہیں۔'' (السعادة العظمیٰ، ص: ١٠)

اسی طرح آپ دیکھتے ہیں کہ جب محبت وشفقت متوازن اور معتدل ہوتی ہے تو اس کے بہت اچھے ثمرات برآمد ہوتے ہیں، ہم اسے کھانے کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں کہ جس طرح حد سے زیادہ کھانا مختلف امراض کا سبب بنتا ہے، اسی طرح شفقت ومحبت کی زیادتی ناز ونخرے کے مرض کا سبب بنتی ہے اور طبیعت میں عدم ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے۔

البتہ یہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ وہ کیا ضابطے ہیں کہ ان کی رعایت ملحوظ رکھی جائے تو محبت وشفقت میں توازن اور اعتدال پیدا ہوسکتا ہے؟ اس سوال کے تین جواب ہیں:

[١]..... خود کو اور بچوں کو پابندِ شرع بنانا:

جس طرح اولاد کی محبت کی بھی کچھ حدود ہیں، اسی طرح والدین کی محبت کی بھی حدود

مقرر ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، ہر قسم کی محبت پر مقدم ہے۔ جب اولاد یا والدین کی محبت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی محبت متعارض ہو تو اس میں ضابطہ یہ ہے کہ مسلمان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور ان کے احکام کی بجا آوری اور ممانعت سے اجتناب میں جلدی کرتا ہے۔

بخاری و مسلم اور نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

ترمذی میں سلیمان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے والد (عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: ''کوئی والد اپنی اولاد پر الزام تراشی نہ کرے اور نہ ہی اولاد اپنے والد پر الزام تراشی کرے۔''

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو (بچپن میں) ٹھوکر لگی، رسول اللہ ﷺ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے، آپ ﷺ نیچے اُترے اور اُسے اُٹھایا اور یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [التغابن: ١٥] ''تمہارے مال و اولاد ایک آزمائش ہیں۔''

(اخرجه اصحاب السنن من حديث بريدة)

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کے حکم الٰہی کو مقدم رکھا اور پھر بیٹے کی طرف سے حکم کے نفاذ میں، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے سامانِ عبرت اور نمونہ موجود ہے۔

٢ ..... والدین کا مہمان نواز، کریم النفس، بہادر اور علم دوست بننا:

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسود بن خلف رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ: نبی کریم ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور پھر اُس کو چوما، پھر

فرمایا کہ؛ ''اولاد، بخل، بزدلی، جہالت اور حزن وغم کا سبب ہوتی ہے۔''

امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ؛ رسول اللہ ﷺ اپنے ایک نواسے کو گود میں لیے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے کہ؛ ''خدا کی قسم! بے شک تم بخل کرتے ہو، بزدلی دکھاتے ہو اور جہالت کرتے ہو اور تم اللہ کے خوشبودار پھول ہو۔''

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ ''الفائق'' ۱۸۵'' میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولاد اپنے والد کو اپنا مال باقی رکھنے کے لیے بخل میں مبتلا کرتی ہے اور حصولِ علم سے غافل رکھنے کے لیے جہالت میں مبتلا رکھتی ہے۔ اور اس خوف سے کہ کہیں قتل نہ ہوجائے، بزدلی میں مبتلا کرتی ہے، اس طرح وہ اپنی اولاد کو برباد کرتا ہے اور حزن وغم کا سبب بننے کا مطلب یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کے امور کی خاطر غم زدہ ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ؛ ''تم اللہ کے خوشبودار پھول ہو'' اس کا معنی یہ ہے کہ اولاد کو سونگھا جاتا ہے اور انھیں بوسہ دیا جاتا ہے، لہٰذا اولاد بھی ان خوشبودار پھولوں میں سے ایک ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے ''اُگایا'' ہے۔''

(العلماء العذاب)

جب تک اولاد بخل کا سبب بنے گی والدین کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی پیدا ہوگی، اس کا سبب یہ ہے کہ اولاد سے بہت زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے ان کے لیے مال و دولت جمع کیا جائے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ مہمان کا اکرام کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس پر خوش ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی مہمان نوازی کو پسند کرتے ہیں۔

بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک آدمی، رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں بہت مجبور ہوں (زندگی بہت تنگ ہے)، آپؐ نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کی طرف پیغام بھیجا تو جواب آیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا ہے، ان کے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے،

پھر دوسری زوجہ مطہرہ کی طرف پیغام بھیجا تو انھوں نے بھی یہی بات کہی۔ آپ ﷺ کی تمام ازواج نے یہی بات کہی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس آدمی کی مہمان داری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کریں گے۔'' ایک انصاری آدمی اُٹھا، جس کا نام ابوطلحہ تھا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کروں گا۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ صرف بچوں کی خوراک جتنا موجود ہے۔ ابوطلحہؓ نے کہا کہ بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلا کر سلا دو، جب ہمارا مہمان آ جائے تو اس کو یوں دکھانا کہ جیسے ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں اور جب وہ کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے اُٹھ کر اُسے بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا، سب بیٹھے، مہمان نے کھانا کھایا اور ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ صبح ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فلاں مرد اور فلاں عورت سے راضی ہوئے یا فرمایا کہ (انھیں دیکھ کر) ہنسے۔ (یعنی خوش ہوئے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ [الحشر: ۹] ''اور وہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ خود کتنے محتاج ہوں۔'' ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے: ''تم نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔''

آپ نے مہمان نوازی کے سلسلہ میں اعتدال اور اس کا حسن و جمال ملاحظہ کیا؟ حالانکہ ان کی اولاد کو کھانے کی حاجت تھی، اس کے باوجود مہمان کا اکرام کیا، مغربی تربیت میں یہ حسن و جمال کہاں؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ صدقہ کریں، میرے پاس مال موجود تھا، میں نے (دل میں) کہا کہ آج میں ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا، پس میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ: ''اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ اتنا ہی

(یعنی آدھا)۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (بھی) پوچھا کہ: ''اے ابوبکرؓ! تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا کہ: ''میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی محبت) کو چھوڑ کر آیا ہوں۔'' حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اب میں کبھی بھی آپ پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔'' (رواہ الحاکم فی مستدرکہ: ۱/ ٤١٤)

۳ ..... بیماری اور وفات پر صبر کرنا اور ثواب کی اُمید رکھنا:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن یا مومنہ کی جان یا اس کے مال و اولاد پر آفت کا نزول ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' (صحیح الجامع، رقم: ٥٨١٥)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یوں ہے: ''مومن کی اولاد اور اس کے عزیز و اقارب کے بارے اس پر تکلیفیں آتی رہتی ہیں، حتیٰ کہ اللہ سے اس کی ملاقات اس حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن خالد السلمی رحمۃ اللہ علیہ کے صحابی دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی بندے کا اللہ کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ پہلے سے مقرر ہوتا ہے اور وہ اس مقام کو نہیں پہنچا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کے جسم یا مال و اولاد کی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' ایک روایت میں اضافہ ہے کہ: ''پھر اُسے صبر کی طاقت دیتا ہے، یہاں تک کہ اسے اس منزل و مقام تک پہنچا دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے پہلے سے مقرر ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی ہے:

﴿ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴾ [الکھف: ٨٠، ٨١]

''اور باقی اس لڑکے کے ماں باپ مومن تھے، پس ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اس کو سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کردیں۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ؛ ''مطلب یہ ہے کہ لڑکے کی محبت ان ماں باپ کو کہیں کفر کی متابعت پر آمادہ نہ کردے۔ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کی پیدائش پر اس کے ماں باپ نے بہت خوشی منائی تھی، اور جب وہ قتل ہوا تو اس پر بڑے غمزدہ ہوئے، اگر وہ زندہ رہتا تو اس میں ماں باپ کی ہلاکت و بربادی تھی، لہٰذا انسان کو اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیے، کیونکہ مومن اپنے لیے جو فیصلہ پسند کرتا ہے (بسا اوقات) اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا تکلیف دہ فیصلہ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی؟ فرشتے کہتے ہیں کہ؛ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اس سے لے لیا؟ وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے اس موقع پر کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد وثناء بیان کی اور انا للہ پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ؛ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھ دو۔''

بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جان کنی کی حالت میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ رونا رحمت کا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے، (لیکن) ہم اس موقع پر وہی بات کہیں گے، جس سے ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر بڑے غمگین ہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ؛ ''ابن بطالؒ وغیرہ نے

فرمایا کہ یہ حدیث مبارک، مباح آہ و بکاء اور جائز رنج وغم کی وضاحت کرتی ہے، یعنی ایسا رونا جائز ہے، جس میں صرف آنکھوں سے آنسو رواں ہوں اور دل میں رقت پیدا ہو اور اللہ کے حکم پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو، اور یہ مطلب بہت واضح اور صاف ہے اور اس حدیث سے بچوں کی تقبیل (چومنا) ان کو سونگھنے، دودھ پلانے، بچوں کی بیمار پرسی اور موت کے وقت ان کے پاس جانے، بال بچوں کی رحمت اور غم کے اظہار وغیرہ کا جواز معلوم ہوتا ہے، اگرچہ غم کا اخفاء زیادہ بہتر ہے، اسی طرح اس موقع پر دوسروں سے بات چیت اور قریب الموت بچہ سے کلام کرنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اس وقت وہ نزعِ روح اور کم عمری کی وجہ سے بات کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے، آپ ﷺ نے اس لیے ایسا کیا کہ آپ ﷺ کا مقصد دوسرے حاضرین کو سنانا تھا۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان آدمی کے تین بچے فوت ہو جائیں جو ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، اللہ تعالیٰ ان بچوں کی رحمت سے اس کو بھی جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

نیز صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں تو قسم پوری کرنے کے سوا دوزخ کی آگ اس کو نہیں چھوئے گی۔''

قسم پوری کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ﴾ [مریم: ۷۱] یعنی ''تم میں سے ہر ایک کو اس (آگ) سے گزرنا ہے۔'' اس آیت میں گزرنے سے مراد پل صراط کو عبور کرنا ہے اور وہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حدیثوں کی تشریح میں رقمطراز ہیں: آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ: ''جو ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے تھے کہ جس عمر میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بلغ الغلام الحنث اس وقت کہتے ہیں جب بچہ پر قلم (فرشتوں کا) جاری ہو جائے، اور ''حنث'' گناہ کو کہتے ہیں۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴾ [الواقعة: ٤٦] ''یعنی

وہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔'' اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ اس زمانہ کو پہنچ جائے جس زمانہ میں قسم میں حانث ہونے کی صورت میں اس سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوغ کو "حنث" سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ حانث ہونے پر انسان کا مؤاخذہ ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں اور خصوصیت سے گناہ کا ذکر کیا، کیونکہ بلوغ سے ہی اس کا حصول ہوتا ہے، اس لیے کہ بچہ کو کبھی ثواب بھی دیا جاتا ہے اور بچے کو اس لیے خاص طور سے ذکر کیا کہ اس پر شفقت اور محبت اور رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بچہ بالغ ہو کر فوت ہو تو اس پر اسے اجر و ثواب حاصل نہیں ہوگا، اگرچہ بچہ کی محرومی پر کچھ نہ کچھ اجر ملتا ہے، اور یہ کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں جائے گی، اس لیے کہ یہ بات بعید از امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ بچوں کی رحمت کے سبب ان کے والدین کو تو بخش دیں اور خود ان بچوں کو نہ بخشیں اور ان پر رحم نہ کریں۔

مہلب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد کا جنت میں جانا جمہور علماء کا قول ہے۔ اور ایک قلیل جماعت توقف کی قائل ہے۔ (فتح الباری: ۳/ ۴۱۸)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ: ''بچے فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اعزاز بخشا کہ مومن کی اولاد کو بھی اسی کے ساتھ شامل کر دیا، اگرچہ انھوں نے ان جیسے عمل نہ کیے ہوں۔ ایسی احادیث موجود ہیں، جن میں ان کے جنت میں جانے کا ذکر ہے اور ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سعادت مندی کا قلم ان کے لیے جاری ہو گیا ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں سے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان بچے بہشت کے حشرات ہیں۔'' (یعنی جنت میں بے روک ٹوک جہاں چاہیں گے، آئیں جائیں گے۔)

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں کی اولاد جنت کے پہاڑ میں ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام ان کی کفالت کرتے ہیں، پھر جب

قیامت کا دن ہوگا تو انھیں اپنے ماں باپ کے سپرد کردیا جائے گا۔''

حدیث معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ میں ایک شخص کا واقعہ مذکور ہے، جس میں اس کا بیٹا فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''اے فلاں آدمی! تمھیں کیا بات پسند ہے، آیا یہ پسند ہے کہ تم اس کے ساتھ اپنی عمر سے فائدہ اُٹھاؤ یا جنت کے جس دروازے پر بھی پہنچو تو وہ تمہارا منتظر ہو؟ اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ! نہیں، بلکہ جنت کے دروازے پر پہلے پہنچنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''پھر وہ تیرے لیے ہے۔''

ایک انصاری آدمی کھڑا ہوا اور نے کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کردے، یہ بتائیں کہ یہ بات اسی کے لیے خاص ہے یا مسلمانوں میں سے جس کا بھی بچہ فوت ہوجائے، اس کے لیے بھی یہی حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جس کا بھی بچہ فوت ہو، اس کے لیے یہی حکم ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں ہے ''مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔''

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر ان کے پاس آئے اور فرمایا: ''جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوجائیں تو قیامت کے روز ان سب کو لایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر ٹھہرا کر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہوجاؤ، وہ کہیں گے کہ جب تک ہمارے ماں باپ داخل نہیں ہوں گے، ہم داخل نہیں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہوجاؤ، تمہارے ماں باپ بھی۔'' (رواہ الطبرانی باسناد حسن جیّد)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنی صلبی اولاد میں سے تین بچوں سے محروم ہوا، اور اس نے اس پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید اور طلب رکھی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' (رواہ احمد والطبرانی)

صحیحین میں ابوزید اُسامہ بن زیدؓ سے روایت منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی

کریم ﷺ کی بیٹی نے پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا وقت اجل آچکا ہے، پس آپ ﷺ تشریف لائیں۔ آپؐ نے پیغام بھیجا کہ حضورؐ آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ ''بے شک اللہ کے لیے ہی ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا تھا جو اُس نے عطا کیا اور اس کے پاس ہر چیز کا وقت مقرر ہے، پس تم صبر اور احتساب سے کام لو۔'' حضور ﷺ کی بیٹی نے (دوبارہ) پیغام دیا کہ آپ کو قسم ہے کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اُٹھے، آپؐ کے ہمراہ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابیّ بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اَور لوگ اُٹھے، (جب پہنچے تو) اس بچہ کو آپ ﷺ کے سامنے اُٹھایا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی گود مبارک میں بٹھایا، اُس کے سانس کی زور سے آواز آرہی تھی، (اسے دیکھ کر) آپؐ کے آنسو رواں ہوگئے، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔''

ایک روایت میں یوں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتے ہیں، رحم پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی رحم کرنے والے بندوں پر رحم کرتے ہیں۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے لیے دُعا فرمادیں، میں (اس سے پہلے) تین بچے دفن کرچکی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم نے تو دوزخ کی آگ سے (بچاؤ کے لیے) مضبوط آڑ بنالی ہے، یہ بچے تو جنت کے حشرات ہیں۔ (یعنی جہاں چاہیں پھرتے ہیں) ان میں سے ایک اپنے باپ سے ملے گا تو اس وقت تک اس کے کپڑے کا کونہ نہ چھوڑے گا، جب تک وہ جنت میں داخل نہ ہوجائے۔''

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم (عورتیں) مجلس میں آپ ﷺ کے

پاس نہیں بیٹھ سکتیں، پس آپ ﷺ کسی دن کا وعدہ فرمائیں، جس دن ہم آپ ﷺ سے (مسائل) پوچھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''فلاں کا گھر تمہارے لیے وعدہ گاہ ہے (یعنی فلاں شخص کے گھر میں آنے کا وعدہ کرتا ہوں)، چنانچہ آپ ﷺ اس وعدہ کے دن تشریف لائے، آپ ﷺ نے عورتوں سے جو باتیں ارشاد فرمائیں، ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ: ''تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی اُمید وطلب رکھے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگی۔'' ایک عورت نے پوچھا کہ دو بچے فوت ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: دو بچے فوت ہوں تو بھی یہی حکم ہے۔''

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ: ''میرا بیٹا فوت ہوا تو میں نے اس پر بڑی جزع وفزع کی، میں نے غسل دینے والے سے کہا کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو، اس سے وہ مرجائے گا، عکاشہ بن محصن (بھائی) حضورِ اکرم ﷺ کے پاس گئے اور اُمّ قیس رضی اللہ عنہا کی بات بتائی، تو آپ ﷺ مسکرائے، پھر فرمایا کہ: ''اس کی عمر طویل ہوگی۔'' پس ہمیں نہیں معلوم کہ جتنی ان کی عمر لمبی ہوئی کسی اور کی بھی ہوئی ہو، (یعنی ان کی عمر سب سے لمبی ہوئی۔)

امام مالک، سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک بچہ کی نمازِ جنازہ ادا کی، اس بچہ نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا، (معصوم تھا)، پھر میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''اے اللہ! اس بچہ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھ۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ: ''بچہ (کے جنازے میں) سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور یہ دُعا پڑھی جائے: ((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ سَلَفًا وَّفَرَطًا وَذُخْرًا وَأَجْرًا.))

مصنّف عبدالرزاق: ٦/ ١٥٩ میں مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی اولاد جنت کے درختوں کے پاس ہے، ان

کی کفالت ابراہیم علیہ السلام کرتے ہیں۔"

نیز مصنَّف عبدالرزاق: ٦/ ١٦٠ میں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خوبصورت بانجھ عورت کو چھوڑو اور سیاہ فام زیادہ بچے جننے والی سے نکاح کرو کہ میں قیامت کے روز تمہاری کثرت کی بدولت دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا، یہاں تک کہ ناتمام بچہ بھی اصرار کرے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ "تم بھی (جنت میں) داخل ہو جاؤ اور تمہارا والد بھی۔"

نیز مصنَّف عبدالرزاق (٦/ ١٦٠) میں عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ اور عاصم بن بہدلہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن مسلمانوں کے بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ، وہ بچے اپنے ماں باپ کی کمر سے چمٹ جائیں گے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ پھر ناتمام بچہ آئے گا، اس سے بھی کہا جائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ تو وہ ضد کرے گا اور کہے گا کہ پروردگار! میرے ماں باپ بھی، چنانچہ اس کے ماں باپ بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔"

امام احمد اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ: "ابراہیمؑ میرا بیٹا ہے اور وہ حالت رضاعت میں فوت ہوا، جنت میں اس کے لیے دو دایہ مقرر ہیں جو اس کی رضاعت کی مدت کو مکمل کر رہی ہیں۔"

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز مسلمانوں کے بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے کہ پروردگار! جب تک آپ ہمارے ماں باپ کو داخل نہ کر دیں (ہم داخل نہ ہوں گے)، چنانچہ وہ جنت میں داخل ہونے سے انکار کریں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا وجہ ہے میں ان کو اصرار کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہمارے ماں باپ بھی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے ماں باپ بھی۔" (رواہ احمد و کذا قالہ الھیثمی فی المجمع: ٣/ ١١، ١٠/ ٣٨٣)

بچوں کی وفات کے معاملہ میں نیک بیوی اہم کردار ادا کرتی ہے، وہ اپنے خاوند کو حوصلہ دلاتی ہے اور اس کے جی کو خوش رکھنے کی خاطر اپنی مامتا پر قابو رکھتی ہے۔ ہمارے سامنے اسی طرح کا ایک واقعہ ہے جو تمام نیک بیویوں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوگیا اور ابوطلحہؓ اس وقت گھر سے باہر (کہیں گئے ہوئے) تھے، جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ وہ فوت ہوگیا ہے تو اس نے اسے کچھ ٹھیک کیا اور پھر گھر کے گوشہ میں الگ کرکے رکھ دیا، جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو پوچھا کہ بیٹا کہاں ہے؟ بیوی نے کہا کہ وہ آرام کر رہا ہے۔ اور اُمید ہے کہ اُسے راحت حاصل ہوچکی ہوگی۔ پھر انھوں نے رات گزاری، صبح ہوئی تو غسل کیا، پھر جب گھر سے جانے لگے تو بیوی نے بتایا کہ وہ تو فوت ہوچکا ہے۔ اس کے بعد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات کے گزارنے میں برکت عطا فرمادے۔''

ایک انصاری آدمی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوطلحہ کے نو بچے ہیں اور سب کے سب قرآن کے قاری ہیں۔

مسند احمد (۳/ ۲۸۷) کی ایک روایت میں عمدہ تفصیل ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوا تو اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو نہ بتاؤ، میں خود ان کو بتاؤں گی، پھر بچہ کو ڈھانک دیا۔ جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو بیوی نے ان کے سامنے کھانا رکھا، انھوں نے کھایا۔ پھر بیوی نے ان کی خاطر خوشبو لگائی اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ہم بستری کی، جس سے وہ حاملہ ہوئیں۔ بیوی نے کہا کہ اے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! فلاں لوگوں نے فلاں کے پاس ایک چیز عاریۃً رکھوائی تھی، پھر انھوں نے پیغام بھیجا کہ ہماری عاریۃً رکھی ہوئی چیز واپس دے دو، لیکن وہ اسے لوٹانے کا انکار کرتے ہیں۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عاریۃً رکھوائی ہوئی چیز قابل واپسی ہوتی ہے، (اس کے بعد) بیوی نے کہا کہ آپ کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس عاریۃً

باب ششم:

جسمانی تعمیر و تربیت

- تمہید ..... جسمانی تعمیر و تربیت کے چند اصول
- پہلا اصول ..... بچوں کے حقوق: تیراکی، تیراندازی اور گھڑ سواری سیکھنا
- دوسرا اصول ..... بچوں کے درمیان کھیل کے مقابلے کروانا
- تیسرا اصول ..... بڑوں کا بچوں کے ساتھ کھیلنا
- چوتھا اصول ..... بچوں کا آپس میں کھیلنا
- بچوں کی جسمانی ورزش کے فوائد

"ہمیں اس بات کا حکم ہے کہ ہم اپنی اولاد کو تیر اندازی اور قرآنِ مجید کی تعلیم دلائیں۔"

(خالد بن الولید رضی اللہ عنہ)

کنز العمال: ١٦/٥٨٥ ورواه الطبرانی.

تمہید

کھیل کود بچہ کی فطری طبیعت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھ دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کھیل کود سے اس کا جسم اور بدن مضبوط شکل میں طبعی طور پر نشو ونما پاتا ہے اور بچپن کا زمانہ وہ زمانہ ہے کہ اسی میں بچہ کے عضلات اور جسم کی نشو ونما ہوتی ہے، اس کے بعد جسم کے لیے زیادہ بڑھنا یا عمدہ شکل میں قوی اور توانا ہونا یا اس کے عضلات اور اس کی ہڈیوں، سینے اور پھیپھڑے وغیرہ کی نشو ونما دشوار ہو جاتی ہے۔ جب انسان کے لیے بچپن کے زمانہ میں فعال صورت میں جسمانی ورزش کرنا ممکن نہیں ہوتا، تو وہ بعد میں کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اب میں اپنے جسم کی تعمیر کروں، لیکن اب اسے کوئی کامیابی ملنا مشکل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بچوں کی جسمانی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا حق زمانہ بچپن میں ہی پورا پورا وصول کرلیں۔

علمائے سلف بھی بچوں کے کھیل کود اور جسمانی تعمیر کی اہمیت سے خوب آشنا تھے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''مناسب ہے کہ مکتب (سکول، مدرسہ) سے فارغ ہونے کے بعد اسے کسی اچھے کھیل کے کھیلنے کی اجازت دی جائے، جس میں وہ اپنی پڑھائی کی تکان کو دُور کر سکے، اس طرح سے کہ وہ کھیل سے نہ تھکے، کیونکہ اگر بچہ کو کھیل کود سے منع کیا گیا اور دائمی طور پر تعلیم میں لگائے رکھا گیا تو یہ چیز اس کے دل کو مردہ کر دے گی اور اس کی ذہانت کو بے کار بنا دے گی اور اس کی زندگی بھی مکدر اور اجیرن ہو جائے گی، یہاں تک کہ پھر وہ تعلیم سے بالکلیہ جان چھڑانے کے بہانے بنائے گا۔ (الاحیاء، الجزء الثالث)

یہی وجہ ہے کہ اگر بچے کوئی ورزش وغیرہ نہ کریں تو بسا اوقات بہت سے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں، بچہ پھر نشو ونما نہیں پاتا اور اس کی شکل وصورت اور جسمانی ساخت کمزور اور لاغر ہو جاتی ہے اور نفسیاتی اور اندرونی طور پر شکست و ریخت کا شکار ہونے لگتا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ تکالیف شرعیہ بچہ کی منتظر ہوتی ہیں کہ کب وہ سنِ بلوغ کو پہنچے اور طفولیت کا مرحلہ گزار کر زندگی کے ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو اور اس کی ہر چھوٹی بڑی بات کا محاسبہ اور مؤاخذہ ہو اور فرشتوں کا قلم اس کے تمام اعمال اور اقوال کو ریکارڈ کرنا شروع کردے۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان تکالیفِ شرعیہ کے بجالانے کے لیے مضبوط ڈھانچہ اور جسمانی ورزش کی کس قدر ضرورت ہے، کیونکہ نماز، روزہ، حج اور جہاد جو دین کے اساسی ارکان ہیں، ان کے بجالانے کے لے مومن کا قوی اور فعال ہونا ضروری ہے، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم غور وفکر کریں اور اپنے آپ سے سوال کریں کہ وہ کون سے قاعدے اور ضابطے ہیں یا وہ کون سی صورتیں ہیں کہ جنھیں اختیار کرکے ہم بچوں کی جسمانی تعمیر وتربیت کرسکتے ہیں اور اس جسمانی تعمیر کے بنیادی ارکان کیا کیا ہیں؟

اگر ہم احادیث نبویہ اور سیرتِ شریفہ اور بچوں کی جسمانی تعمیر وتربیت کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ کے طریقۂ تعامل کو ملاحظہ کریں تو ہمیں چار ارکان ملتے ہیں کہ ان کو اپنا کر ہم بچوں کی مضبوط جسمانی تعمیر کا مقصد حاصل کرسکتے ہیں، وہ چار ارکان اور اصول یہ ہیں:

پہلا اُصول:

بچوں کے حقوق: تیراکی، تیراندازی اور گھڑسواری سیکھنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ:

''اپنی اولاد کو تیراکی، تیراندازی سکھاؤ اور یہ بات بھی سکھاؤ کہ وہ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر کس طرح بیٹھیں۔''

اس حدیث مبارک سے بچوں کے لیے ریاضت کی تعلیم کا حق واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور آپؐ نے صرف ان ہی تین چیزوں کو خاص طور سے ذکر فرمایا ہے، دوسرے حقوق کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ یہ ایسے کھیل ہیں کہ ان سے بچوں کے اندر خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ وہ کھیل ہیں جو وہ کم عمری میں ہی سیکھ سکتا ہے، بڑے ہوکر ان چیزوں کو اچھے انداز سے نہیں سیکھ سکتا، جب کہ دوسرے کھیل اور ورزشیں ایسی ہیں کہ بڑے ہونے

کے بعد ان کا سیکھنا ممکن ہوتا ہے اور ان میں پختگی پیدا کرسکتا ہے۔

بہرحال! اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کی ریاضت اور ورزش وکھیل کی کس قدر ترغیب دیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود اپنے زمانہ بچپن میں بنونجار کے باغ میں تیراکی فرمائی تھی اور بچوں کے ساتھ کھیلے تھے۔ (رواہ احمد عن انس)

اسی طرح آپ ﷺ تیراندازی پر بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

ابن جریرؒ نے اپنی کتاب "الآثار" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"نبی کریم ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے لیے ہی اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا (یعنی آپؐ نے ان ہی کو فرمایا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: تیر چلاؤ، میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے حروری لڑکے!"

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اسماعیل کی اولاد! تیر چلاؤ، کیونکہ تمہارے باپ بھی تیرانداز تھے۔ (رواہ سعید بن منصور)

محقق حبیب الرحمٰن کہتے ہیں کہ

"اس حدیث کو امام بخاری نے بھی بحدیث سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔"

دوسرا اُصول:

بچوں کے درمیان کھیل کے مقابلے کروانا

بچوں کے مابین کھیل کے مقابلے کروانا ایک ایسی چیز ہے جس سے بچوں کی جسمانی تعمیر و تربیت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے چچازاد بھائیوں (حضرت عباس کے بچوں) کے مابین دوڑ کا مقابلہ کرایا تھا اور کامیاب ہونے والے کو انعام دیا۔

چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "رسولِ اکرم ﷺ نے عبداللہ، عبیداللہ اور کثیر (عباس کے بچوں) کی صف بندی کی پھر فرمایا کہ: "جو پہلے میری

طرف دوڑ کر آئے گا، اسے اتنا انعام ملے گا۔" چنانچہ سب بچے دوڑتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک اور سینہ پر آ کر گرے، آپ ﷺ نے ان کو بوسہ دیا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ آپ ﷺ نے اپنی محبت کو ان سب پر تقسیم فرمایا اور ان سب کو بوسہ دیا، صرف کامیاب ہونے والے سے محبت کا اظہار نہیں کیا، بلکہ سب کی رعایت ملحوظ رکھی کہ ایسا نہ ہو کہ ان میں حسد وغیرہ پیدا ہو اور جسمانی تربیت و تعمیر سب کی ہو۔

تیسرا اُصول:

بڑوں کا بچوں کے ساتھ کھیلنا

اب ہم کچھ ایسی احادیث پڑھتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ پیغمبر خدا اور قائدِ اُمت ہونے کے باوجود بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ والدین اور بڑوں کی تربیت ہو کہ وہ بھی اپنے بچوں کے ساتھ کھیلا کریں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما، آپ ﷺ کے سامنے یا (فرمایا کہ) آپ ﷺ کی گود مبارک میں کھیل رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان سے پیار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "بھلا میں ان سے کیوں نہ پیار کروں؟ جبکہ یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں، جنھیں میں سونگھتا ہوں۔"

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کے پیٹ مبارک پر کھیل رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپؐ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: "بھلا میں ان سے محبت کیوں نہ کروں؟ یہ دونوں میرے پھول ہیں۔"

ابویعلیٰ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: "میں نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا کہ:

تمہارے نیچے کیا خوب سواری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور یہ سوار بھی کیا خوب ہیں۔''

(الکنز: ۱۰۶/۷۔ والمجمع: ۱۸۲/۹)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کوئی ایک آیا اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہوگیا۔ آپ ﷺ نے جب سر مبارک اُٹھایا تو ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ اسے پکڑو اور فرمایا کہ: ''تمہاری سواری کیا خوب ہے۔'' (مجمع الزوائد: ۱۸۲/۹)

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ (بچوں کی طرح) چار اعضاء کے سہارے چل رہے ہیں اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں اور ساتھ ساتھ فرما رہے ہیں کہ: ''تمہارا اونٹ بھی کتنا اچھا ہے اور تم بھی کتنے اچھے تھیلے (بوریاں) ہو۔''

شیخینؒ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چادر مبارک سے مجھے ڈھانک رہے تھے اور میں ان حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے، حتیٰ کہ میں ہی وہ عورت ہوں، جس نے آپ کو ملولِ خاطر کیا، پس تم نوعمر لڑکی کا اندازہ کرلو، جو کھیل کود کی شوقین تھی۔''

سنن النسائی میں ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ سیاہ فام لوگ عید کے روز رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے مجھے بلایا تو میں آپؐ کے کندھے کے اوپر سے انھیں دیکھنے لگی، یہاں تک کہ میں ہی وہ عورت ہوں جو واپس چلی آئی تھی۔''

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نبی کریم ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ مختلف انداز سے کھیلتے تھے، اور اس سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ دوسروں کو بھی بچوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے کھیلنے کے لیے دعوتِ فکر دی جائے، نیز آپ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے کھیل

کے اندر ان دونوں کی تعریف بھی فرمائی۔ یہ وہ چیز ہے کہ اس سے بچوں کی ذہنی نشاط میں اضافہ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا مقصد بھی یہی تھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ذہنی نشاط کو اور زیادہ کیا جائے، تاکہ وہ بغیر کسی تعب و تکان کے پورے شغف اور دلچسپی کے ساتھ کھیلتے رہیں اور ایک ہی وقت میں جسمانی اور نفسیاتی خوراک ملتی رہے۔

چوتھا اُصول:

بچوں کا آپس میں کھیلنا

بسااوقات والدین اپنے مختلف کاموں میں مشغول اور مصروف ہوتے ہیں تو ایسی صورتحال میں ان کو چاہیے کہ وہ بچوں کو موقع فراہم کریں کہ وہ اپنے بھائیوں یا پڑوس کے بچوں یا محلّہ کے بچوں یا عزیز و اقارب کے بچوں کے ساتھ کھیلیں۔ نیز والدین کو چاہیے کہ ایسی صورت میں وہ ایسے بچوں کا انتخاب کریں جو مہذب اور باادب ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بچے کھیل کے دوران بدزبانی یا ناپسندیدہ عادات کو سیکھ جائیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد موقعوں پر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا، لیکن ان کو منع نہیں کیا۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ہمیں کھانے کی دعوت دی گئی تو دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ راستہ میں کھیل رہے ہیں، (یہ دیکھ کر) حضورِ اکرم ﷺ جلدی سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھ کو دراز فرمایا، حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اس کو ہنستے ہنساتے رہے، یہاں تک کہ اسے پکڑ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی پر اور دوسرا اس کے سر اور کانوں کے درمیان رکھا، پھر اسے گلے لگا کر چومنے لگے، پھر فرمایا کہ: ''حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں۔ جو ان دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما میرے نواسے ہیں۔''

صحیحین کی ایک حدیث مبارک اس سے پہلے بھی گذری ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف

لائے اور مجھے کسی کام کے سلسلہ میں بھیجا..... الحدیث۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک کھلا ہوا ہاتھ مارا، پھر مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، پھر میں نے واپس آکر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ (مسند احمد: ۱/۳۳۸)

یہ حدیث مبارک بھی پہلے گزری ہے کہ نبی کریم ﷺ زمانۂ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے، اور آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا..... الحدیث۔

(مسند احمد: ۳/۲۸۸)

اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد سے کچھ پہلے دو لڑکوں کی کشتی کا منظر دیکھا، جب ایک نے کہا تھا کہ آپ ﷺ نے معرکہ کے لیے اسے قبول فرمایا ہے، مجھے قبول نہیں فرمایا حالانکہ میں اسے کشتی میں پچھاڑ سکتا ہوں۔ چنانچہ دونوں کی کشتی ہوئی اور آپ ﷺ سامنے موجود تھے اور اس نے اپنے قول کے مطابق اسے گرادیا اور آپ ﷺ نے معرکہ میں شرکت کے لیے دونوں کو قبول کرلیا۔

البتہ بچیوں کا کھیل بچوں سے قدرے مختلف ہوتا ہے جب کہ (بعض) علماءِ کرام نے بچیوں کے لیے گڑیا اور دیگر مجسم چیزوں کی اجازت دی ہے اور درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ حنین سے واپس تشریف لائے اور ان کی الماری پر پردہ لٹکا ہوا تھا، ہوا چلی تو پردے کا کنارہ ہٹا تو اس کے پیچھے میرے کھلونے گڑیا (وغیرہ) نظر آئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میری بیٹیاں (گڑیا) ہیں۔ آپؐ نے ان کھلونوں میں ایک گھوڑا دیکھا، جس کے دو پَر تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ ان کے درمیان میں کیا دیکھتا ہوں؟

میں نے کہا کہ گھوڑا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اور اس پر کیا چیز بنی ہے؟ میں نے کہا کہ اس کے دو پَر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ گھوڑا اور اس کے پَر! میں نے کہا کہ آپؐ نے نہیں سنا ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پَر ہوتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (میری بات سن کر) حضور علیہ السلام ہنسنے لگے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھیں مبارک دیکھیں۔

نیز شیخینؒ اور ابوداؤدؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں آتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوکر (پردے میں ہوکر) میرے ساتھ کھیلا کرتیں اور آپؐ ان کو میرے پاس بھیجتے تھے۔

ممنوع کھیل:

- جاندار کو نشانہ بنانا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ کے کسی راستہ سے گزرا تو دیکھا کہ کچھ نوجوان مرغی کو نشانہ بنا رہے ہیں اور ان کا ہر نشانہ اور تیر خطا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر انھیں غصہ آیا اور پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ (یہ سن کر) سب منتشر ہوگئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے جو جاندار کو نشانہ بنائے۔ (رواہ احمد والدارمی)

تنبیہ:..... مغرب سے کچھ پہلے بچوں کا گھروں میں واپس آجانا بہت ضروری ہے، تاکہ انھیں کھیل کے اختتام کا پتہ چلے۔ نیز احادیث مبارکہ میں بھی وارد ہوا ہے کہ اس وقت شیاطین راستوں میں پھیل جاتے ہیں اور اگر بچوں کو یہ احادیث یاد کروادی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ: اپنے بچوں کو روک رکھو، یہاں تک کہ عشاء کا ابتدائی حصہ چلا جائے، کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے، جس میں شیاطین راستوں پر چلتے اور گزرتے ہیں۔" (سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ٩٠٥)

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ: ''جب رات شروع ہو تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روکو، کیونکہ اس وقت شیاطین (زمین پر) پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کی ایک گھڑی ختم ہو جائے تو ان کو چھوڑ دو۔'' (ایضاً، رقم: ٤٠)

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یوں ہے: ''پھر جب عشاء کا ابتدائی حصہ ختم ہو جائے تو ان کو چھوڑ دو۔''

بچوں کی جسمانی ورزش کے فوائد:

فارغ وقت گزارنے کے علاوہ بچوں کے لیے کھیل کود انتہائی اہم عمل ہے، کیونکہ اس سے ان کے جسمانی اور ذہنی دونوں چیزوں میں ترقی ہوتی ہے اور اس سے اجتماعی اور عقلی ذمہ داریاں، جس کے لیے غور وفکر کرنے اور عقلی فیصلوں اور مسائل کے حل کی ضرورت ہوتی ہے، کا مقصد حاصل ہوتا ہے، اور بچوں کے کھیل اور ورزش کے معاملہ میں آس پاس کے ماحول اور ماں باپ کی راہنمائی اور توجہ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔

مکتب میں جانے سے پہلے کا زمانہ ایسا ہے کہ جس میں بچوں کی کھیل کود سے عقلی نشوونما بہت اہم ہوتی ہے کہ بچے کھیل اور ورزش سے طاقت اور پختگی کی انتہاء کو پہنچتے ہیں۔ نیز کھیل اور ورزش کے دوران بچوں کو تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں جو آگے چل کر اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں، اسی طرح اس سے بچے مستقبل کے حالات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کھیل کود کو اس نظر سے نہ دیکھا جائے کہ یہ چیز وقت کو ضائع کرنے والی ہے، بلکہ کھیل کود کو اس نظر سے دیکھا جائے کہ بچوں کی نشوونما کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

جو ماں باپ اپنے بچوں کو گھر میں یا پڑوسی کے بچوں کے ساتھ کھیلنے سے محروم رکھتے ہیں تو وہ حقیقت میں نشوونما کی بنیادی ضرورت سے انھیں محروم کرتے ہیں۔

بہرحال بچوں کے جسمانی کھیل اور ورزش کے چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں:

☆ جسمانی فائدہ..... بچوں کے عضلات کی نشوونما کے لیے کھیل اور ورزش بہت ضروری

ہے، کیونکہ بچے کھیل کود سے نئی سے نئی معلومات اور تجربات سیکھتے ہیں۔

۲ تربیتی فائدہ..... کھیل اور ورزش بچوں کو وسیع میدان فراہم کرتا ہے کہ وہ کھیل کے مختلف سامان سے بہت سی چیزیں سیکھتا ہے، جیسے مختلف شکلیں اور رنگ اور مختلف قسم کے کپڑے وغیرہ۔ اور بسا اوقات کھیل کے دوران بچوں کو ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اسے دوسرے ذرائع سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔

۳ اجتماعی فائدہ..... کھیل کود کے دوران بچے سیکھتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ معاشرت اور تعلقات کس طرح استوار کیے جاسکتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا کامیاب طریقہ کیا ہوسکتا ہے، اس طرح وہ کھیل کے دوران آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا طریقہ سمجھتا ہے اور بڑوں کے ساتھ لین دین کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

۴ اخلاقی فائدہ..... بچے کھیل کے دوران، درست اور غلط کام کا مفہوم اور حقیقت سمجھتے اور چند اخلاقی معیار بھی سیکھتے ہیں، جیسے عدل و انصاف، سچائی، امانت داری، صبر وضبط اور ورزش وکھیل کا جذبہ۔

۵ فطرتی فائدہ..... کھیل و ورزش سے بچوں کے لیے اپنی فطری قوتوں کو اجاگر کرنے کی استطاعت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اپنے افکار وخیالات کو بیان کرنے پر قادر ہوجاتے ہیں۔

۶ ذاتی فائدہ کھیل اور ورزش کے ذریعہ بچے اپنی ذات کے بارے میں بہت سی چیزوں کو معلوم کرتے ہیں، جیسے اپنی طاقت وقدرت کی معرفت اور دوستوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کی مہارت اور موازنہ، اس طرح وہ اپنے مسائل اور ان کے حل کا طریقہ سیکھتے ہیں۔

۷ علاجی فائدہ..... کھیل کود کے ذریعہ اس جسمانی و ذہنی تناؤ سے بچتے ہیں، جس سے مختلف قسم کی بندشیں جنم لیتی ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ گھرانوں کے بچے جو مختلف پابندیوں اور بندشوں میں جکڑے رہتے ہیں، جب کھیلتے ہیں تو دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ کھیلتے ہیں، اسی طرح یہ کھیل کود اور ورزش بچوں کے اندر پوشیدہ جارحیت اور عداوت کو ختم کرتی ہے۔'' (مجلة العربی عدد: ٢٣٤)

باب ہفتم:

علمی وفکری تعمیر وتربیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اپنی اولاد کو حصولِ علم کا حکم دو۔'' (کنز العمال: ٥٨٤/ ١٦)

تمہید ..... علمی وفکری تعمیر وتربیت کے چند اصول

پہلا اصول ..... بچوں کا تعلیمی حق اور ان میں علم اور آدابِ علم کی محبت پیدا کرنا

دوسرا اصول ..... بچوں کا قرآن وسنت کا کچھ حصہ یاد کرنا اور ان میں اخلاص نیت پیدا کرنا

تیسرا اصول ..... بچوں کے لیے نیک وصالح استاذ اور اچھے مکتب کا انتخاب کرنا

چوتھا اصول ..... عربی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا

پانچواں اصول ..... اجنبی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا

چھٹا اصول ..... بچوں کے علمی رجحان کی رعایت رکھنا

ساتواں اصول ..... گھر میں اسلامی لائبریری کا ہونا اور اس کے مفید اور مثبت فوائد

آٹھواں اصول ..... علمائے سلف کے بچپن کے واقعات

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

[النحل: ۷۸]

''اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے تاکہ تم شکر کرو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلِّمُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ .))

رواه البخاري في الادب واحمد و ابن عدى والقضاعى.

''تعلیم دو اور آسانیاں کرو اور سختیاں نہ کرو اور خوشخبری سناؤ اور نفرتیں نہ پھیلاؤ اور جب کسی کو غصہ آئے تو خاموش رہے۔''

تمہید

دین اسلام ایک تاریخی دین ہے جس نے اولاد کو تعلیم دینے کی ترغیب دی ہے اور جس تاکید کے ساتھ اسلام نے بچوں کی تعلیم پر زور دیا ہے، پورے عالم میں ایسا کوئی نظریۂ تعلیم موجود نہیں ہے۔ یہ بات تو اعدائے اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر ارثر آربری (استاذ شعبہ اسلامی تحقیقات، کیمبرج یونیورسٹی) کہتے ہیں کہ:

''اسلام کے انسانیت کے لیے ایسے شاندار اور قابل تحسین کارنامے ہیں جو انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور جو شکر گزاری کا تقاضا کرتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ایسی بہت سی کتابیں ہیں جو فنون وعلوم اور آداب و سیاست کے میدان میں مسلمانوں کے حصہ کو بیان کرتی ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر مسلمانوں میں تعلیم وتعلم کا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو وہ ان بلند اور شاندار علمی مقاصد کو حاصل نہ کر پاتے، یہی وہ جذبہ ہے جس نے اپنی طویل تاریخ کے دوران اسلامی جماعتوں کو ممتاز بنایا، پس ان کے مرد اور عورتیں، رسول اللہ ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہتی نظر آتی ہیں کہ: ''علم حاصل کرو، خواہ تمھیں چین جانا پڑے۔''

(تاریخ التربیة الاسلامیة)

بچوں کی علمی وفکری تعمیر وتربیت کے سلسلہ میں چند بنیادوں (اصولوں) کا ذکر کرنا ضروری ہے، جن پر چل کر والدین اپنے بچوں کو درست تعمیر اور وافر علم اور صحیح افکار کی ضمانت دے سکیں۔ کیونکہ بچوں کی تربیت میں یہ چیز بہت اہم شمار ہوتی ہے کہ یہ عقلی وفکری تعمیر و تربیت ہے۔ پس جب فکری تعمیر وتربیت درست خطوط پر استوار ہوگی تو والدین کے لیے یہ چیز خیر و بھلائی اور خوشخبری کی ہوگی اور بصورتِ دیگر وہی اولاد ان کے لیے دشمن ثابت ہوگی جو ان سے جنگ وجدال کرتے ہوئے انھیں دوزخ کے گڑھے میں جا پھینکے گی۔ (والعیاذ باللہ)

بچوں کی علمی وفکری تربیت کے اصول وضوابط ایسے ہیں کہ ان سے بچوں کا باطنی علاج ہوتا

ہے، جیسے ان کا تعلیم و تعلّم کی طرف متوجہ ہونا اور اہل علم سے محبت پیدا ہونا وغیرہ۔

چونکہ نیک اور کامیاب استاذ کا انتخاب، والدین کے رول اور کردار کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور ایسا استاذ بچوں کے قلب و دماغ کے لیے بمنزلۂ آئینہ کے ہوتا ہے کہ جو چیز استاذ کی نظر میں بھلی ہوگی وہ ہی چیز بچوں کو بھلی لگے گی۔ اس لیے ان اصولوں کا جاننا بہت ضروری ہے، جن کی والدین کو ضرورت پڑتی ہے، وہ اصول یہ ہیں:

پہلا اُصول:

بچوں کا تعلیمی حق اور ان میں علم اور آداب علم کی محبت پیدا کرنا

حضور نبی کریم ﷺ نے بچوں کی تعلیم و تعلّم کے لیے ایک بنیادی ضابطہ وضع فرمایا ہے، جو نسل در نسل ہم تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، وہ ایسا ضابطہ ہے کہ والدین اس کو اختیار کر کے اپنے بچوں کو حصولِ علم کے لیے راغب کر سکتے ہیں وہ یہ کہ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، لڑکا ہو یا لڑکی اور حصولِ علم ان افضل عبادات میں سے ہے، جن کے ذریعہ بندہ اپنے رب کا تقرب حاصل کرتا ہے اور بچوں کا زمانہ بچپن اس فکری و علمی تعمیر و تربیت کے لیے انتہائی سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بچہ بچپن میں علم حاصل کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر پر کوئی چیز نقش کر دی جائے اور جو بڑی عمر میں علم سیکھتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی پر کچھ لکھتا ہو۔''

(رواہ ابن ماجہ مرفوعاً)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المقاصد الحسنہ'' میں متعدد ایسی احادیث ذکر کی ہیں، جن سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ: ''جس نے نوجوانی میں قرآن سیکھا تو قرآن اس کے رگ و پے میں داخل ہو جاتا ہے اور جو قرآن بڑی عمر میں سیکھتا ہے وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے، لیکن وہ اس کو نہیں چھوڑتا تو اس کے لیے دہرا اجر ہے۔'' (رواہ البیہقی والدیلمی والحاکم)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص بالغ ہونے سے پہلے قرآن پڑھتا ہے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوتا ہے، جنھیں بچپن میں حکمتیں عطا کی گئی ہیں۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ حدیث بھی یہی کہتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے کا اہتمام ان کی علمی نشوونما میں بڑا گہرا اثر مرتب کرتا ہے اور دوسروں کی نسبت ان کا حافظہ بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے اسلاف کے اہتمام کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بچوں کی تعلیم کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''تم ہمارے پاس نوعمر بچے بھیجو، کیونکہ ان کے دل (دوسروں کی نسبت) زیادہ خالی اور جو بات وہ سنتے ہیں اس کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔'' (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۱/۲٤٥)

اسی طرح سعید بن رحمۃ الاصبحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں رات کو جلدی پہنچتا تھا، میرے ساتھی مجھ سے سبقت نہ لے جاسکتے، اور وہ بزرگوں کے ہمراہ آتے اور ان سے کہا جاتا کہ یہ بچے آپ پر غالب آگئے، وہ کہتے کہ یہ بچے میرے نزدیک تم سے زیادہ اُمید والے ہیں، تم کتنے عرصہ تک زندہ رہوگے؟ اور ان بچوں کے بارے میں مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ یہ بڑے ہوں گے، سعید کہتے ہیں کہ پھر میرے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

اسی طرح اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن رجا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ وہ مکتب کے بچوں کے پاس آتے اور ان سے احادیث بیان کرتے، تاکہ ان کی حدیث کو بھلایا نہ جاسکے۔

اسی طرح یحییٰ بن حمید الطّویل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کے سامنے بچے بیٹھے ہیں اور وہ ان سے حدیثیں بیان کررہے ہیں، پس ہم بھی بیٹھ گئے، جب فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (ان کی کنیت)! ہم اس

علاقہ کے مشائخ ہیں اور آپ سے ملنے آئے ہیں، مگر آپ ہمیں چھوڑ کر ان بچوں کی طرف متوجہ رہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ جیسے میں نہر کے کنارے پر کھڑا ہوں اور میرے پاس ڈول ہے جو بھر کر میں ان بچوں کو دیتا ہوں۔

(رواه ابن ابی الدنیا فی کتاب العیال: ۲/ ۸۰٤)

یحییٰ بن یمان رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ جب بے ریش بچہ آتا تو اسے ابتدائی ستر آیات سورۃ الاعراف کی اور ابتدائی ستر آیات سورۃ یوسف کی اور حدیث کا ابتدائی حصہ پڑھاتے، پس اگر وہ پڑھ لیتا تو اسے حدیث بیان کرتے ورنہ اس سے حدیث بیان نہ کرتے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے بچوں اور بھانجوں سے کہا کرتے تھے، ''سیکھو! کیونکہ تم آج سب سے چھوٹے ہو لیکن کل لوگوں کے بڑے بنو گے اور تم میں سے جو یاد نہ کر سکے اسے لکھنا چاہیے۔(الکفایة فی علم الروایة ص ۲۹)

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بچوں سے کہا کرتے تھے: ''لکھا کرو، جسے اچھا لکھنا نہیں آتا اسے ہم لکھ دیتے ہیں اور جس کے پاس کاغذ نہ ہو اسے ہم اپنے پاس سے کاغذ دیں گے۔

(المحدث الفاصل ص ۳)

علامہ بدیع الزمان الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے کو خط لکھا جس میں انہوں نے اس کو حصولِ علم کے لیے خوب محنت کرنے کی تلقین کی، چنانچہ لکھا کہ:

''جب تک میں ہوں تم میرے بیٹے ہو اور علم تیری شان، مدرسہ تمہارا مکان، قلم تمہارا الیف (دوست) اور رجسٹر تمہارا حلیف ہوگا۔ پس اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا والسلام۔''

(الهدایة الاسلامیة ص ۲۲۸)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۱۰۳) میں لکھتے ہیں: لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! تم نے دانائی کی باتیں کس قدر سیکھ لی ہیں؟ بیٹے نے کہا کہ میں ان چیزوں میں نہیں پڑتا جو بے مقصد ہوتی ہیں۔ لقمان علیہ السلام نے کہا کہ بیٹا! ایک

اور چیز باقی رہ گئی ہے کہ تم علماء کی صحبت اختیار کرو اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو حکمت و دانائی کے ساتھ زندہ کرتے ہیں جس طرح مردہ زمین آسمانی بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ بیٹا! تم تین چیزوں کی خاطر علم حاصل نہ کرو اور تین چیزوں کی وجہ سے علم حاصل کرنا نہ چھوڑو، تم اس لیے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ دوسروں کے ساتھ جھگڑوں گا اور نہ اس لیے حاصل کرو کہ اس کے ذریعہ دوسروں پر فخر و ناز کرو گے اور نہ اس لیے حاصل کرو کہ ریاکاری اور دکھاوا کرو گے اور اس لیے علم کا حصول نہ چھوڑو کہ اس سے بے رغبتی اختیار کرو اور نہ لوگوں سے حیا و شرم کے مارے حصولِ علم کو چھوڑو اور نہ ہی اپنی جہالت پر راضی رہنے کے لیے اسے چھوڑو۔ بیٹا! علماء کے ساتھ نہ جھگڑنا ورنہ تم ان کی نظر میں گر جاؤ گے اور وہ تمہیں چھوڑ دیں گے اور نادانوں سے بھی مت جھگڑنا، ورنہ وہ تمہارے ساتھ جہالت اور نادانی سے پیش آئیں گے اور تمہیں برا بھلا کہیں گے۔ البتہ تم اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ رکھنا جو علم میں تجھ سے فائق ہوں اور ان کے ساتھ بھی جو علم میں تجھ سے کمتر ہوں، کیونکہ جو ایسا کرتا ہے وہ بھی اہل علم میں شمار کیا جاتا ہے اور ان سے نرمی کے ساتھ علم کا اقتباس کرنا۔ بیٹا! حکمت و دانائی ایسی چیز ہے جس نے مساکین کو بادشاہوں کی مجالس میں بٹھا دیا ہے۔ (اللب فی الاسلام والطب ص ۳۸)

یحییٰ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، کہ تم پر لازم ہے کہ تم ہر نوع کا علم حاصل کرو، کیونکہ انسان اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جس سے وہ جاہل ہوتا ہے اور مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم علم کی کسی بھی نوع کے دشمن بنو۔

عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچوں سے کہا کہ: اے میرے بچو! علم حاصل کرو، کیونکہ اگر تم شریف النسب ہوئے تو صحیح روش پر رہو گے اور اگر تم عوام الناس میں سے ہوئے تو اچھی زندگی بسر کرو گے۔ (حوالہ بالا)

بعد ازاں ادباء، اہل قلم اور علماء اور حکماء سب کے سب بچوں کو نصیحت کیا کرتے تھے اور بچوں کو زمانہ طفولیت میں ہی علم و معرفت کے حصول کی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔

احمد شوقی (شاعر) نے بھی امت اسلامیہ کے مصلحین اور مربیین کو اپنے اشعار میں بچوں کی تعلیم وتعلم کا اہتمام کرنے کی طرف دعوت دی ہے۔

جب بچوں میں علم اور علم کے حصول کی محبت راسخ ہوجائے گی تو وہ خود علم حاصل کریں گے اور اس کے لیے مشقتیں برداشت کریں گے اور والدین کے اصرار کے بغیر ہی راتوں کو جاگ جاگ کر علم حاصل کریں گے۔

دوسرا اصول:

بچوں کا قرآن وسنت کا کچھ حصہ یاد کرنا اور ان میں اخلاص نیت پیدا کرنا

جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے کہ بچوں کی فکری تربیت کے لیے قرآن وسنت کی تعلیم کو بہت اہمیت حاصل ہے، قرآن وسنت، علوم کا سرچشمہ ہیں اور اس سے عقل روشن اور قوی ہوتی ہے، لہٰذا کم از کم بچوں کو قرآن میں سے پارہ عم یعنی تیسواں پارہ حفظ کروادیا جائے اور احادیث نبویہ میں سے چالیس احادیث یاد کروادی جائیں۔ جیسا کہ کتاب کے اختتام پر ہم نے بچوں کی راہنمائی کے لیے تربیتی قسم کی چالیس احادیث مبارکہ ذکر کردی ہیں، اگر بچوں کو وہ احادیث پڑھادی جائیں یا یاد کروادی جائیں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت بھی بچوں کو سب سے پہلے قرآن وسنت کی تعلیم دینے کی تلقین کیا کرتے تھے، کیونکہ قرآن وسنت، بچوں کی علمی تعمیر وتربیت میں بنیادی ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسی لیے ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ، ''کتاب السیاسۃ'' میں لکھتے ہیں کہ: جب بچہ کچھ سیکھنے کے قابل ہوجائے تو اسے قرآن کی تعلیم دلائی جائے اور حروف ہجائیہ کی پہچان کرائی جائے اور دین کی بنیادی باتیں سکھائی جائیں۔

بچوں کے حفظِ حدیث کے اہتمام کے سلسلہ میں ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں مکتب میں بیٹھا تھا کہ میرے دل میں حفظِ حدیث کا خیال آیا، آپ سے

کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ خیال کس عمر میں آیا؟ فرمایا کہ اس وقت میری عمر دس سال کی تھی، یا اس سے بھی کم، پھر میں مکتب سے نکلا اور داخلی اور دیگر ائمہ حدیث کے پاس آنے جانے لگا، ایک دن انہوں نے لوگوں کو پڑھاتے ہوئے یہ سند ذکر کی کہ سفیان، ابوالزبیر سے وہ ابراہیم سے نقل کرتے ہیں تو میں نے کہا ابوالزبیر نے ابراہیم سے حدیث نقل نہیں کی تو اس پر انہوں نے مجھے جھڑکا، میں نے ان سے کہا کہ اصل کی طرف مراجعت کریں اگر آپ کے پاس موجود ہو، چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے مطالعہ کیا، پھر واپس آ کر کہا کہ اے لڑکے! پھر صحیح کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ زبیر عدی کے بیٹے ہیں جو ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث نقل کرتے ہیں، پھر انہوں نے قلم کاغذ لیا اور اپنی لکھی ہوئی بات کی اصلاح کی اور مجھ سے کہا کہ تم نے سچ کہا ہے۔ اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر گیارہ سال کی ہوگی۔ جب آپ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو آپ نے ابن المبارک اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں حفظ کیں اور اس کے دو سال بعد ایک کتاب تصنیف کی یعنی "قضایا الصحابة والتابعین" پھر مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے پاس بیٹھ کر "التاریخ" کتاب تصنیف کی۔

حاشد بن اسماعیلؒ کہتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی لڑکے تھے کہ مشائخ بصرہ کے پاس آتے جاتے تھے اور حدیث لکھتے نہیں تھے، یہاں تک کہ اس پر کچھ عرصہ گزر گیا، سولہ دن گزر جانے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے سامنے بہت زیادہ احادیث لکھ لی ہیں، اب مجھے دکھاؤ تم نے کیا لکھا ہے؟ ہم نے انہیں دکھائیں تو وہ پانچ ہزار سے زیادہ تھیں، آپ نے وہ تمام احادیث زبانی پڑھ دیں، حتیٰ کہ ہم اپنی کتابوں کو ان کے حافظہ کے ذریعہ درست کرنے لگے۔"

تیسرا اصول:

بچوں کے لیے نیک صالح استاذ اور اچھے مکتب کا انتخاب کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین اپنے بچوں کے لیے نیک صالح استاذ کا انتخاب کرنے پر انتہائی توجہ دیا کرتے تھے، اس لیے کہ استاذ ایک آئینہ کی طرح ہوتا ہے جس کا بچوں کے ذہن اور طبیعت پر بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ بچوں کے لیے حصولِ علم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اسلافِ امت اپنے بچوں کو علم کے حصول سے پہلے ادب وآداب کی تحصیل کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بچہ میں مطلوبہ آداب پہلے سے موجود ہوں گے اور وہ استاد کے پاس حصولِ علم کے لیے جائے گا تو ایک تو اس کے دل میں اس کا احترام ہوگا اور دوسرا یہ کہ بغیر کسی دباؤ اور مشقت کے کھلے دل سے تعلیم حاصل کرے گا اور والدین کے ذمہ بچہ کے جو تعلیمی اخراجات ہوتے ہیں اگر بچہ کی صحیح معنی میں علمی وفکری تعمیر وتربیت پہلے سے ہوئی ہو تو ماں باپ کے لیے قیمتی سے قیمتی تر مال و دولت کا خرچ کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ "کتاب السیاسة" میں "باب سیاسة الرجل ولده" کے تحت لکھتے ہیں کہ: بچہ کے لیے ایسے استاذ کا انتخاب ہونا چاہیے جو عقلمند، دیندار، اخلاقی امور کی بصیرت رکھنے والا، بچوں کی تربیت کا ماہر اور باوقار ہو اور اس میں خسیس پن اور غصہ کا عنصر نہ ہو اور وہ بچوں کی موجودگی میں غیر سنجیدہ بہت کم ہوتا ہو اور اس میں چھچھورا پن نہ ہو، اور نہ بے فیض ہو اور نہ خشک مزاج ہو اور یہ کہ شیریں مزاج سمجھدار، بامروت اور نظافت ونزاہت کی صفت سے موصوف ہو۔

مسلمانوں کے امراء اور حکام بھی اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے نیک صالح استاذ ڈھونڈتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ، جو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ہیں، کہتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا، ہم لوگوں نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر دروازہ پر دستک ہوئی، کھولا تو دیکھا

کہ ایک خادم ہے اس نے کہا کہ حاکم وقت ابو احمد الموفق اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا، میں نے بتایا کہ اس طرح حاکم وقت آنا چاہتے ہیں، انہوں نے اجازت دی، وہ اندر آئے اور آ کر بیٹھ گئے، پھر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ایسے وقت میں امیر وقت کا کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ تین باتوں کے لیے آیا ہوں، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک تو یہ کہ آپ بصرہ آ جائیں اور اسے اپنا وطن بنالیں، تاکہ علم کے پیاسے دور دور سے آپ کے پاس آئیں (اور علم حاصل کریں) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو ایک بات ہوئی، دوسری بتاؤ، اس نے کہا کہ آپ میرے بچوں کو اپنی کتاب "السنن" پڑھائیں، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، تیسری بات بتاؤ، اس نے کہا کہ آپ میرے بچوں کو "السنن" (کتاب) علیحدہ پڑھائیں، کیونکہ خلفاء کی اولاد عام لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ علم کے حصول میں اعلیٰ اور ادنیٰ سب برابر ہیں۔ جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس کے بچے آتے اور مجلس میں بیٹھتے تھے اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان پردہ لٹکاتے اور وہ عام لوگوں کے ساتھ حدیث کا سماع کرتے تھے۔ (الامام ابوداود ومکانۃ کتابہ السنن)

منقول ہے کہ (ایک مرتبہ) عتبہ بن ابی سفیان نے اپنے بچوں کے استاذ سے کہا کہ:

''اے عبد الصمد! سب سے پہلے تم اپنی اصلاح کرو، کیونکہ بچوں کی نظریں تم پر مرکوز ہوتی ہیں، پس جو چیز تمہاری نظر میں اچھی ہوگی وہ ان کی نظر میں بھی اچھی ہوگی اور جو چیز تمہاری نظر میں بری ہوگی وہ ان کی نظر میں بھی بری ہوگی اور ان بچوں کو کتاب اللہ کی تعلیم دو، اور اس پر ان کو مجبور بھی نہ کرو کہ وہ ملول خاطر ہو جائیں اور نہ ان کو یوں ہی چھوڑ دو کہ اس کو چھوڑ ہی دیں اور ان کے سامنے اچھے اشعار اور عمدہ باتیں بیان کیا کرو اور جب تک ایک علم پختہ نہ ہو جائے دوسرے کی تحصیل میں نہ لگو، کیونکہ کلام کا ازدحام قوتِ سماعت پر فہم کو کھو دیتا ہے اور میرے سامنے ان کو تادیب اور تنبیہ کرو اور ان کے لیے مہربان طبیب کی طرح

ہو جاؤ جو بیماری جاننے کے بعد ہی دوا تجویز کرتا ہے اور ان بچوں سے بادشاہوں کے حالات و واقعات بیان کرو اور عورتوں کی باتوں سے ان کو بچاؤ اور میرے عذر پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ میں نے تمہاری کفایت پر بھروسہ کیا ہے اور ان بچوں کی تربیت میں اضافہ کے ساتھ مجھ سے بھی اضافہ طلب کرو میں ان شاء اللہ اضافہ کردوں گا۔ (نصیحة الملوك ص ۱۷۲)

اس کے بعد امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ استاذ کے انتخاب کی ضرورت اور اہمیت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر ضروری ہے کہ بچوں کے لیے اُسی طرح معلم اور استاذ کے انتخاب میں خوب جدوجہد کرے جس طرح ان کے لیے والدہ اور دایہ (دودھ پلانے والی عورت) کا انتخاب کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اہتمام کرے۔ کیونکہ بچہ اپنے استاذ سے اخلاق و عادات اور آداب اپنے باپ کی بہ نسبت زیادہ سیکھتا ہے، اس لیے کہ وہ اس کے پاس زیادہ بیٹھتا ہے اور اس کے پاس پڑھنے پڑھانے کا زمانہ زیادہ طویل ہوتا ہے، اور بچہ کو استاذ کی پیروی اور حکم کی بجاآوری کا بھی حکم دیا جاتا ہے۔ اس بناء پر ضروری ہوا کہ صرف معلم کے حصول پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ دیکھا جائے کہ وہ قرآن کا قاری ہو، لغت کا حافظ ہو یا اشعار کا راوی اور ناقل ہو اور اس کے علاوہ وہ متقی پرہیزگار، دیندار اور پاک دامن اور عمدہ اخلاق کا حامل ہو اور بادشاہوں کے اخلاق و آداب سے واقف ہو اور اصولِ دین اور فقہ کا جامع ہو، ہم نے جتنی باتیں ذکر کی ہیں وہ سب اس میں موجود ہوں تو بہت بہتر ورنہ تقویٰ پرہیزگاری، اور دین اور فقہ کا علم تو اسے ضرور حاصل ہو۔ (نصیحة الملوك ص ۱۷۰)

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> ''بچوں کی اصلاح مکتب میں ہوتی ہے اور رہزنوں (ڈاکوؤں) کی اصلاح جیل خانوں میں ہوتی ہے اور عورتوں کی اصلاح گھروں میں ہوتی ہے۔''

(الطبقات الکبری ص ۹۱)

آج کل اسلام کے دشمن، مسلمانوں کے بچوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے الحادی حربے

استعمال کر رہے ہیں اور انہوں نے ان بچوں کی بربادی کے لیے یلغار کردی ہے، چنانچہ ان دشمنوں نے مسلمان بچوں کے لیے کافر اور فاسق و فاجر معلّمین کا انتخاب کیا ہے اور ان کے لیے عصری سکول تیار کیے ہیں جو ان بچوں کو اللہ کے دین سے دور رکھتے ہیں اور اس کا سبب مسلمانوں کی جہالت اور نادانی ہے بلکہ یہ ان کی غفلت اور لاپروائی کی مضبوط دلیل ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ تو بے تکی اور بے سوچی سمجھی باتیں ہیں اور جو کچھ وہ دشمن ظالم بیان کردیں وہ بہترین دلیل اور رہنمائی ہے۔

عیسائیوں کے مذہبی پیشوا صموئیل زویمر نے ۱۹۳۵ء کو جبل زیتون کے پاس شہر القدس میں عیسائی مبلغین کی ایک کانفرنس منعقد کی جو اسلامی ممالک میں اپنے مشنری کام کے لیے پھیلے ہوئے ہیں، اس نے ان مبلغین کی اسلامی ممالک میں پیش آنے والی مشکلات اور اسلامی عقائد کے مقابلہ میں ان کی دشواریوں کو سماعت کرنے کے بعد اپنے اہداف اور مقاصد کو یوں بیان کیا کہ:

> ''تم لوگوں نے مسلمانوں کے گھرانوں میں ایک ایسی نسل تیار کردی ہے جنہیں اللہ کے ساتھ تعلق کا کچھ علم نہیں بلکہ وہ اس کو جاننا بھی نہیں چاہتی، اور تم نے مسلمان کو اسلام سے نکال تو دیا (مگر) اسے عیسائیت، میں (ابھی) داخل نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک اسلامی نسل پیدا ہوگی جو استعماری قوتوں کے مقاصد کے مطابق عمل کرے گی، اس لیے کہ وہ نسل عظیم کام سرانجام دینے کا اہتمام نہیں کرے گی بلکہ وہ تن آسانی اور کسلمندی کو پسند کرے گی، اس کی دنیا کی دوڑ دھوپ بھی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ہوگی، اس کی تعلیم بھی خواہشات کے پورا کرنے کے لیے ہوگی اور وہ مال و دولت کو خواہشات کے لیے جمع کرے گی اور اعلیٰ عہدے پر بھی پہنچ کر خواہشات کی راہ پر چلے گی غرضیکہ وہ ہر چیز کو اس غرض سے حاصل کرے گی کہ اس سے خواہشات پوری کی جائیں۔''

(جذور البلاء ص ۲۷۵)

عیسائی پادری کی یہ باتیں ۱۹۳۵ء کی ہیں، اب جبکہ پچاس سال گزر چکے ہیں، کیا حال ہو چکا ہوگا؟ ایک اور کینہ پرور مستشرق ''جیب'' جو کہ قاہرہ میں مجمع اللغۃ العربیۃ کا رکن بھی ہے، اپنی کتاب "الی أین یسیر الاسلام؟" کے مقدمہ میں لکھتا ہے، عصری اور صحافتی سکولوں کے ذریعہ تعلیمی اور ثقافتی سرگرمی اب اس بات کی طاقت اور قدرت رکھتی ہے کہ مسلمانوں میں ایسے اثرات چھوڑے کہ جوان کو ایک حد تک لادین بنا دے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سلسلہ میں مغرب کی کوششوں کو عالم اسلامی کی تہذیب پر اثرات ڈالنے کا بڑا دخل ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام بحیثیت عقیدہ تو اپنی اہمیت اور غلبہ کو ابھی تک نہیں کھوسکا البتہ اجتماعی زندگی پر اپنی قوت وغلبہ کی حیثیت کو کھو چکا ہے۔ (تجربة التربية الاسلامية)

شیخ علامہ محمد خضر حسین رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الازھر) امت اسلامیہ کو ڈراتے ہیں اور انہیں نصیحت کرتے ہیں اور ''تبلیغی سکولوں میں مسلمانوں کی اولاد'' کے عنوان پر والدین کو اس کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کون ہے جو اپنی اولاد کے لیے اچھی زندگی اور اچھی پرورش کی قدرت رکھتا ہے کہ اس کی اولاد اس طرح پرورش پائے کہ وہ اولاد دل کی صاف اور زبان کی پاک ہو اور اپنے خاندان کی دوست ہو اور امت کی شان بلند کرنے والی ہو! لیکن اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس کی اولاد اچھے ثمرات پیدا کرے، کیونکہ وہ اپنی اولاد کو، جو کہ پاکیزہ فطرت ہوتی ہے، ایسے ماحول میں ڈال دیتے ہیں جس ماحول کے ذمہ داران ایسے لوگ ہیں جنہیں کسی عہد و پیمان کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور جو اس کی اولاد کو غلط اور بے بنیاد باتیں سکھاتے ہیں اور ان کے اندر برائی کا بیج بوتے ہیں جس کا نتیجہ تکلیف دہ ہی نکلتا ہے، یہ اس مسلمان کی مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اولاد اس لیے عطا کی تھی کہ اسے راہِ راست پر چلائے اور اسے معاشرہ کا مفید اور کارآمد فرد بنائے کہ قوم کی خوشحالی پر خوش ہو اور بدحالی پر رنجیدہ ہو، لیکن وہ اسے ان سکولوں میں بھیج دیتا ہے جن کی بنیاد ہی دین دشمنی اور اسلامی جذبات کو کچلنے اور ختم کرنے پر رکھی گئی ہے، یعنی وہ اسکولز جو ہمارے ملکوں میں تبلیغی تنظیموں کے نام پر کام کرتے ہیں۔ جو والدین اپنے بچہ کو ایسے سکولز میں پھینک جاتے ہیں ان

کا یہ جرم ان لوگوں کے جرم سے کم نہیں ہے جو مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے ہیں۔ کیا اس بات پر کوئی ثبوت یا دلیل موجود نہیں ہے کہ ان سکولوں میں تعلیمی امور کے ذمہ داران مسلمانوں کے بچوں کو غیر اسلامی عقائد کی تعلیم دیتے ہیں اور ان بچوں کو اپنی رسوم و روایات کے اپنانے پر آمادہ کرتے ہیں اور مؤثر طریقوں سے ان بچوں کے ذہن میں دین و اسلام کے خلاف اعتراضات اور طعن و تشنیع کرتے ہیں، بلکہ اس میں وہ لوگ بھی ان بچوں کی طرح ہیں جو دینی حقائق سے اس قدر واقف نہیں ہیں کہ جس سے وہ ان لوگوں کے دھوکہ و فریب سے خود کو بچا سکیں۔ جو لوگ اپنے بچوں کو ایسے سکولوں میں پھینک آتے ہیں وہ صرف ایک انسان کو قتل کرنے کے برابر جرم نہیں کرتے بلکہ وہ خلق کثیر کو قتل کرنے کے برابر جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، جس کے اثرات پوری امت پر پڑتے ہیں، میں یہ بات ازراہِ مبالغہ نہیں کہہ رہا ہوں، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہی بچہ بعد میں استاذ بنتا ہے، اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کے دینی اور وطنی امور کو بگاڑنے کا سبب بنتا ہے جس طرح اس پادری نے اس کے دینی اور وطنی امور کو اس کے لیے بگاڑ دیا تھا۔ بلکہ بعض اوقات ایسے سکولوں سے فارغ ہونے والے طلباء مسلمان قوم کے سربراہ بنتے ہیں جن میں دھوکہ فریب اور دین کا ایسا عدم احترام موجود ہوتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتا جس کی پرورش غیر اسلامی طرز پر ہوئی ہو۔

ایسا ممکن ہے کہ طالب علم ان سکولوں سے علم تو حاصل کر لے گا لیکن اس نے جو علم حاصل کیا ہوگا وہ اس کے دینی خسارے اور اخلاص کے فقدان کے برابر نہیں ہوسکتا، درحقیقت وہ (اسکولز) نفسانی خواہشات کا گڑھ ہیں جو انسان کو اس پر ابھارتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جائیں جہاں وہ اپنی قوم کی حقارت اور دین پر طعن و تشنیع کا مشاہدہ کرتا ہے، اس سے پہلے وہ بچے دل کے صاف اور پاک ہوتے ہیں، لیکن وہاں کچھ عرصہ کے بعد ان کی حالت بدل جاتی ہے کہ پاکی کی جگہ ناپاکی اور صفائی کی جگہ گندگی آجاتی ہے اور انجام وہی ہوتا ہے جو ہم ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلباء کی زبانی سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ چند دن پہلے میں دمشق میں تھا کہ ایک شخص جو فوج میں اعلیٰ منصب پر فائز تھا، میرے پاس آیا اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، جسے وہ تہذیب اسلامی سکول میں داخل کروانے آیا تھا، اس آدمی نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ اس نے اپنے بچہ کو ایک غیر ملکی سکول میں داخل کرادیا تھا لیکن ان لوگوں نے اس کے عقیدوں کو خراب کردیا اور صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب وہ لوگ مجھے بھی اور اس کی والدہ کو بھی عیسائیت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، پھر وہ شخص تہذیب اسلامی سکول کے پرنسپل کی طرف متوجہ ہوا، اس کی حالت یہ تھی کہ وہ پریشانی اور پشیمانی سے دوچار تھا، اس نے اس سے کہا کہ اس لڑکے کی باطنی اصلاح کردیجئے اور اسلام کی خوبیاں اسے بتایئے تاکہ اس کا قلب صاف ہوجائے۔

چوتھا اصول:

عربی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا

عربی زبان تمام علوم کے لیے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بچوں کو اس زبان پر جتنی گرفت اور مہارت ہوگی اتنی ہی اس کے علم میں قوت پیدا ہوگی اور اس علم کو سیکھنے میں دلچسپی ہوگی اور اسے حاصل کرنے کی رغبت ہوگی۔

عربی زبان، قرآنِ کریم اور حدیث مبارک کی زبان ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اس کے سیکھنے کی ترغیب دلائی ہے اور بچوں کی نشوونما میں اس کی تعلیم پر توجہ دلائی ہے۔

اسی بناء پر آپ ﷺ نے عربی زبان سیکھنے کو اسیرانِ بدر کا فدیہ قرار دیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو عربی زبان سکھادیں یہی ان کا فدیہ ہے۔ چنانچہ ہر قیدی نے صحابہ کے دس بچوں کو عربی زبان کی تعلیم دے کر اپنی جان چھڑائی۔

(الروض الانف ۲/ ۹۲، طبقات ابن سعد ص ۱٤)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''بدر کے دن کچھ قیدی ایسے تھے کہ ان کے لیے کوئی فدیہ نہیں تھا تو رسول

اللہ ﷺ نے ان کا فدیہ یہ قرار دیا کہ وہ صحابہ کرامؓ کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں، (ابن عباس رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ انصار کا ایک بچہ اپنے باپ کے پاس شکایت لایا کہ میرے استاذ نے مجھے مارا ہے تو باپ نے کہا کہ بڑا خبیث ہے، بدر کا بدلہ لیتا ہے، خدا کی قسم! اب تم اس کے پاس کبھی نہیں جاؤ گے۔"

(مستدرك الحاكم ٢/ ١٤٠)

بچہ سے جب بھی کوئی غلطی ہو جاتی تو صحابہ کرام فوراً اس پر متوجہ ہوتے:

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چند بچوں کے پاس سے گزر ہوا، دیکھا کہ وہ تیر اندازی کر رہے ہیں، اس دوران کسی سے لفظی غلطی ہوئی کہ مرفوع کی جگہ کلمہ کو منصوب پڑھ دیا اور اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! ہم سب طالب علم ہیں، آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! تمہارا تیر اندازی میں غلطی کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ تم اپنی زبان میں غلطی کرو۔"

جب مسلمانوں کے بچوں کی غلطیاں حد سے بڑھنے لگیں اور وہ عربی زبان کے قواعد و ضوابط کی پابندی سے نکلنے لگے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے علماء کو قواعد کے مرتب کرنے اور بچوں کو قواعد سکھانے پر مامور کیا کہ کہیں زبان کی گنجلک پن کا مسئلہ سنگین نہ ہو جائے۔

چنانچہ مروی ہے کہ ابوالاسود الدؤلی کی بیٹی نے ایک دن باپ سے کہا کہ "ما احسن السماء" باپ نے کہا یعنی آسمان کے ستارے کس قدر خوبصورت ہیں؟ بیٹی نے کہا کہ میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ میری مراد آسمان کی عظمت کو بیان کرنا ہے، آسمان میں جو چیزیں ہیں اس کے متعلق دریافت کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ اب اس بیٹی کو چاہیے کہ "ما احسن" کہتیں، ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متوجہ کیا اور ساری بات بتائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند اوراق لیے اور ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ کو نحو کے قواعد جمع کرنے کا حکم دیا۔

(شرح زينى دحلان لمتن الآجرومية)

سلف صالحین بھی بچوں کو عربی زبان سکھانے کا اہتمام کرتے اور انہیں اس کی نصیحت

کرتے تھے اس لیے کہ عربی زبان تمام علوم کے لیے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الملک بن عبد العزیز بن ابی سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

''میں (ایک دن) منذر بن عبد اللہ الجزامی کے پاس آیا، ابھی میں نو عمر تھا، جب میری ان سے گفتگو ہوئی تو وہ جھوم اٹھے کہ اس قدر فصیح گفتگو ہے، پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میرا نام عبد اللہ بن عبد العزیز بن ابی سلمۃ ہے، پھر انہوں نے کہا کہ علم حاصل کرو، کیونکہ تمہارے اندر اس کی بڑی صلاحیت موجود ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضله ١/ ٨٦)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش بھی بچپن میں اسی طرح ہوئی کہ وہ عرب کے قبائل میں رہ کر عربی زبان سیکھتے اس لیے دیگر علماء کے مقابلہ میں زیادہ فصیح اللسان اور عمدہ طریقہ سے عربی زبان بولنے والے تھے۔ ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''السیاسۃ'' میں باب سیاسة الرجل ولده کے تحت لکھتے ہیں کہ: مناسب ہے کہ بچہ رجز (اشعار) سیکھے، پھر عقیدہ کو سیکھے، رجز کی روایت اور اس کو یاد کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، اس لیے کہ رجز کے بیوت اور اوزان کم اور ہلکے ہیں، علاوہ ازیں ایسے اشعار کا انتخاب کرے جو ادب کی فضیلت، علم کی تعریف اور جہالت کی مذمت اور والدین کی فرمانبرداری کی ترغیب اور نیکی کے کرنے اور مہمان کی مہمان نوازی پر مشتمل ہوں، جب بچہ حفظ قرآن سے فارغ ہو جائے اور لغت کے اصول سے واقف ہو جائے تو اس وقت اس چیز کی طرف غور کیا جائے جو اس کی طبیعت اور استعداد کے موافق ہو۔''

ابوالحسن الماوردی رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے لیے عربی زبان کی تعلیم اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

''جب بچہ تعلیم و تادیب کے قابل ہو جائے تو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم اور عربی زبان سکھائی جائے، اس لیے کہ عربی زبان وہ زبان ہے جس میں

اللہ نے اپنی کتاب کو نازل کیا اور دین وملت کے تمام احکام وفرائض میں عربی زبان ہی سے مخاطب کیا اور اسی زبان میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث کو (امت تک) پہنچایا اور اسی زبان میں دینی اور حکمت پر مبنی کتابیں تالیف کی گئیں اور اسی زبان میں وہ پیغامات لکھے گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان معاہدے قرار دیا ہے، لہٰذا اس دین وملت میں پرورش پانے والے بچہ کے لیے اس زبان کا سیکھنا بہت ضروری ہے ورنہ وہ دین سے ناواقف اور ملتوں میں کم ورجہ ہوکر رہ جائے گا۔''

''علاوہ ازیں اس زبان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ دوسری زبانوں کو حاصل نہیں ہے یعنی اس زبان میں جو فصاحت و بلاغت، بیان و زبان کی تابناکی اور سماعت کی شیرینی، الفاظ کی وسعت، تصریفات کی کثرت، نحوی قیاسات کا احتمال، قلت و کثرت کے درمیان حروف کا اعتدال، اور دیگر صفات موجود ہیں وہ دوسری میں نہیں، کہ اگر تم یہ زبان حسن کے اظہار کے لیے سیکھو گے اور ادب سیکھنے کے لیے اس سے استفادہ کرو گے تو اس کی وجہ سے تمہارا ایک مقام ہوگا، اسی لیے عجم کے بادشاہ یہ زبان سیکھتے تھے اور بہت سے لوگ اپنی محافل میں اس کا استعمال کرتے ہیں۔''

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ، ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی توثیق کرتے ہیں کہ عربی زبان کی انتہائی آسان کتب کا انتخاب کیا جائے، زبان کی تعلیم کی صورت یہ ہے کہ آسان سے آسان تر کو اختیار کیا جائے، لہٰذا آسان اور سہل ترین عربی کتابوں کو منتخب کیا جائے، نیز بچوں کو نامانوس اور غریب الاستعمال کلمات اور نحو کے دقائق اور عروض کی کتابوں میں مشغول نہ کیا جائے، کیونکہ اس سے وہ معانی اور مقاصد سے غافل ہوں گے، بچے الفاظ کو معرفت کے ساتھ سیکھیں، جب انسان اپنی ساری زندگی الفاظ ہی سیکھنے میں صرف کردے ان کی حقیقت کی معرفت حاصل نہ کرے تو وہ معانی اور مقاصد سے محروم ہوجاتا ہے، ہاں البتہ اگر یہ چیز بطور فن کے ہو

تو اور بات ہے جیسے ادباء، معلّمین اور نحویین حضرات ہوتے ہیں۔

زبان کے سیکھنے میں عرب کے اشعار اور ان کے حالات واقعات سے بھی مدد حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں درست تدبیر یہ ہے کہ وہ ایسے اشعار سیکھے اور یاد کرے جن میں حکمت و دانائی کی باتیں، دین، توحید اور علم و زہد، شجاعت و جود وسخا اور اچھے اخلاق کا ذکر موجود ہو، تاکہ اس کی پرورش اس طرح ہو کہ اسے عمدہ باتوں کی پہچان ہو اور عمدہ اوصاف کے حصول کی رغبت بھی ہو اور اس کی عادت اس میں پیدا ہو، اس طرح بہت سے فوائد اس کو حاصل ہوں گے، فصاحت و بیان بھی، ادنیٰ درجہ کا کلام اور بہت سے نامانوس کلمات کی معرفت بھی اور اعلیٰ معانی ومضامین کی واقفیت بھی۔ (نصيحة الملوك ص ١٦٨)

پانچواں اصول:

اجنبی زبان سیکھنے میں مہارت پیدا کرنا

بعد ازیں کہ بچہ اچھے طریقہ سے عربی زبان سیکھ جائے اور کچھ حصہ قرآن وحدیث کا یاد کرلے، پھر کوئی دوسری اجنبی زبان سیکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تاکہ مسلمان نسل، اعدائے دین کے منصوبوں سے آگاہ ہوسکے اور ان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہوسکے، اور خالص مادی علوم کو (بھی) مسلمانوں میں منتقل کرسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچنے پر سب سے پہلے یہی کام سرانجام دیا، چنانچہ ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مدینہ پہنچنے پر مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ بنونجار کا لڑکا ہے اور اس نے سترہ سورتیں اس قرآن سے پڑھ لی ہیں جو قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورتیں پڑھیں تو آپ ﷺ نے بہت پسندیدگی کا اظہار کیا، پھر فرمایا کہ ''اے زید! تم میرے لیے یہودیوں کی کتاب (خطوط) سیکھ لو، کیونکہ اللہ کی قسم! وہ میری کتاب (خط) پر ایمان نہیں

رکھتے'' پس میں نے آدھا مہینہ گزرا ہوگا اسے سیکھ کر اس میں خوب مہارت حاصل کرلی، پھر جب آپ ﷺ کچھ لکھوانا چاہتے تو میں آپ ﷺ کے لیے لکھتا تھا اور جب یہودی آپ ﷺ کی طرف خط لکھتے تو میں اسے پڑھتا تھا۔ (رواہ ابوداود والترمذی والحاکم)

ابویعلی اور ابن عساکر اور ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زیدؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ:

''کیا تم سریانی زبان سے اچھی طرح واقف ہو؟ کیونکہ میرے پاس کچھ خطوط آئے ہیں؟'' میں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم سریانی زبان سیکھو، پس میں نے سترہ دنوں میں سیکھ لی۔ اسی بناء پر سلف صالحین نے بچوں کو عربی زبان کے علاوہ دیگر اجنبی زبانوں کے سیکھنے پر بھی توجہ دی۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستدرك" میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "الحلية" میں عمر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے سولہ لڑکے تھے، ہر ایک دوسری زبان بولتا تھا، اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ ہر ایک سے اس کی زبان میں بات کرتے تھے اور جب میں ان کے دنیاوی امور کو دیکھتا تھا تو یوں لگتا جیسے انہیں اللہ (دین) کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور جب اخروی امور کو دیکھتا تو یوں لگتا ہے جیسے انہیں دنیا سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔''

چھٹا اصول:

بچوں کے علمی رجحان کی رعایت رکھنا

اس سے کچھ پہلے یہ بات گزری کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سریانی زبان کو سیکھا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش کیا، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں لغوی میلان اور رجحان موجود ہے اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتے ہیں اور سریانی زبان سیکھنے کے لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کو پورا بھی کرسکتے ہیں، اس سے ہمیں اس بات کی راہنمائی ملتی ہے کہ ہمیں بھی بچوں کے علمی رجحان اور ذاتی خواہش کا بھی

لحاظ رکھنا چاہیے، کیونکہ اس طرح بچے ازخود علم حاصل کریں گے اور اس میں مہارت اور قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہم عصروں پر سبقت اور فوقیت لے جائیں گے۔

علمائے سلف نے اس بات کو بھی پُر زور انداز میں بیان کیا ہے۔

دیکھئے! ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بچہ ہر فن کے حصول کی خواہش نہیں کرتا اور یہ اس کے لیے ممکن بھی نہیں، اس لیے اس کے لیے بہتر اور مناسب یہ ہے کہ وہ اس علم اور فن میں لگے جو اس کی طبیعت کے موافق اور مناسب ہو۔

مروی ہے کہ یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ علم العروض والشعر سیکھنے کے لیے امام خلیل بن احمد الفراھیدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن ان پر اس کا حصول دشوار اور مشکل ہوگیا، ایک دن امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے (اس کا امتحان لینے کے لیے) پوچھا کہ یہ شعر کس بحر کا ہے،

اذا لم تستطع شیئا فدعه

وجاوزه إلى ما تستطیع

''یعنی جب تم میں کسی چیز کی استطاعت نہ ہو تو اسے ترک کردو اور اس چیز کو اختیار کرو جو تمہاری استطاعت میں ہو۔''

مگر یونس بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ جواب دینے سے قاصر رہے۔ دراصل امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے شعر کے دوسرے مصرعہ میں اسے سمجھا دیا کہ وہ کسی اور چیز کے سیکھنے پر توجہ دے، اسے سیکھنا ترک کردے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی آغازِ امر میں فقہ کے سیکھنے اور اس میں تبحر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے، محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اور علم حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوجاؤ'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے علم حدیث میں مشغول ہونا زیادہ مناسب سمجھا کہ یہ علم ان کے لیے زیادہ لائق تحصیل ہے اور ان کی طبیعت اس کے زیادہ قریب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ کی فرماں برداری کی اور پھر محدثین کے امام بنے۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے بچپن کے زمانہ کے بارے میں بیان کیا ہے

کہ انہوں نے کس طرح اپنے عزم اور قوتِ ارادی سے اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو حاصل کیا۔

ساتواں اصول:

گھر میں اسلامی لائبریری کا ہونا اور اس کے مفید اور مثبت فوائد

جب بچہ قرآن وحدیث اور عربی لغت سے آشنا ہوجائے تو پھر یہ امر بھی ضروری ہے کہ گھر میں اسلامی وعلمی کتب خانہ (لائبریری) موجود ہو جس سے وہ استفادہ کرسکے اور اس کی نشوونما اسی کے مطابق ہوتی رہے۔

عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد بدیل بن ورقاء نے مجھے ایک کتاب دی اور فرمایا کہ بیٹا! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہے، پس میں اس کے متعلق تمہیں نصیحت کرتا ہوں، تم ہمیشہ خیر میں رہو گے جب تک یہ کتاب تم میں موجود ہے..... پھر راوی نے ساری حدیث ذکر کی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ:

''یہ کتاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہے۔''

(الاصابة فی تمییز الصحابة: بدیل بن ورقاء)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ایک رجسٹر میں بہت سی احادیث جمع کی ہوئی تھیں، ان کے بیٹے سلیمان کو وہ رجسٹر ورثہ میں ملا اور وہ اس سے روایات نقل کرتے تھے۔

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اس رجسٹر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام جو رسالہ بھیجا اس میں بڑا علم موجود ہے۔ (تهذیب التهذیب ٤/٣٢٦)

ان باتوں سے اس بات کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے کہ بچوں کی مضبوط بنیاد پر علمی تعمیر و تربیت کے لیے گھر کے اندر مفید اور علمی لائبریری کا ہونا ضروری ہے۔

اسی لیے امام جاحظ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب ادیب کامل اور ماہر ہو اور اس کی میراث میں

بھی جامع اور مفید قسم کی کتابیں ہوں تو اولاد اس سے حظ وافر حاصل کرسکتی ہے، اور وہ اس قابل ہوتی ہے کہ اس سے کچھ سیکھنے میں جلدی کرے، اور اس میراث کو یوں ہی چھوڑے رکھنا غلطی ہے، اور وہ اس لائق ہوتی ہے کہ اس نہج پر ادب کو سیکھے جو اس کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس قابل ہوتی ہے کہ اس سے سیرابی حاصل کرے اور اپنی تشنگی دور کرے اور اس قابل ہوتی ہے کہ کسب کی بجائے کتب کا مطالعہ اور سماعِ علم میں اختلاف کو پڑھے، غرضیکہ وہ کتابیں اس کے لیے کفایت کرتی ہیں اور اس کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔''

گھر میں اسلامی لائبریری کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے امام شہید رقمطراز ہیں:

''اور اسی طرح میں یہ بات ذکر کرتا ہوں کہ گھر میں ایک مکتبہ ہو خواہ وہ چھوٹا سا کیوں نہ ہو، اس کی بڑی ضرورت ہے اور اس کی کتابیں، تاریخ اسلامی، اسلاف کے حالات وواقعات، اخلاقیات اور اسلامی فتوحات اور اسفار وغیرہ جیسے مضامین پر مشتمل ہوں، اگر گھر میں اجسام کے علاج کے لیے مطب ضروری ہے تو عقول کی اصلاح کے لیے اسلامی مکتبہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور والدین اپنے بچوں سے فحش قسم کا لٹریچر دور رکھیں لیکن اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ انہیں سختی کے ساتھ روکے کہ اس سے تو ان کے شوق اور شغف میں اور اضافہ ہوگا بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان بچوں کو اس کے بدلہ میں مفید کتابیں پڑھنے کو دیں اور انہیں اس اچھے پہلو کی طرف مائل کریں۔''

آٹھواں اصول:

علمائے سلف کے بچپن کے واقعات

قصہ گوئی، بچوں کے جذبات کو متحرک کرنے اور ان کی فکری بیداری کو اجاگر کرنے میں بڑا اہم رول اور کردار ادا کرتی ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم بھی ہے کہ قصہ گوئی، تربیت اطفال کے سلسلہ میں نبوی ذرائع ووسائل میں سے بھی ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ (فصل خامس میں

اس کا ذکر آئے گا) نیز بچوں کے علمی مستقبل کے حوالہ سے ان کی تشحیذِ اذہان کے لیے ایک قوی رکن اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے ہم ایسے نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ بچوں کی اس کے مطابق راہنمائی کی جاسکے۔ قرآن وحدیث کے حفظ کے سلسلہ میں بچپن کے عجیب واقعات ذکر کیے جاتے ہیں، اس سے پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طلب علم کا واقعہ بیان ہو چکا ہے، اب مزید واقعات بیان کیے جاتے ہیں:

1 سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن نضر الھلالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں موجود تھا کہ سفیان بن عیینہ کی نظر ایک بچہ پر پڑی جو مسجد میں داخل ہو رہا تھا، حاضرین مجلس نے اسے کم عمری کی وجہ سے کوئی اہمیت نہیں دی، تو سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ [النساء: ٩٤]

پھر کہا کہ اے نضر! جب میری عمر دس برس کی تھی اس وقت تم مجھے دیکھتے تو میرا قد پانچ بالشت کا تھا اور چہرہ دینار کی طرح تھا اور میں آگ کے شعلہ کی طرح (سرخ) تھا، میرے کپڑے اور آستینیں چھوٹی اور کپڑے کا دامن مختصر تھا، اور میرے جوتے چوہے کے کان کی طرح تھے، میں اس وقت علمائے امصار کے پاس آتا جاتا تھا جیسے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام عمرو بن دینار وغیرہ، میں ان کے درمیان یوں بیٹھتا جیسے کیل گڑھا ہو، میری دوات اخروٹ کی مانند اور قلم دان کی طرح اور قلم بادام جیسا تھا، اور جب میں ان کی مجلس میں جاتا تو وہ کہتے کہ شیخ صغیر (ننھے بزرگ) کے لیے مجلس کو کشادہ کرو۔ (راوی) کہتے ہیں کہ اس کے بعد سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور ہنسے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ (راوی) کہتے ہیں کہ میرے والد بھی مسکرائے اور ہنس دیئے۔ (الکفایة فی علم الروایة ص ١١٢)

2 امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ

میں بھی علم سیکھنے جاؤں گا۔ والدہ نے کہا کہ ادھر آؤ، علم کا لباس پہن لو، چنانچہ والدہ نے اونگٹے کپڑے پہنائے اور سر پر کالی لمبی پٹی باندھ کر اس پر پگڑی باندھ کر کہا کہ اب جاؤ اور لکھو: اور وہ کہتی تھیں کہ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور علم سے پہلے ان سے ادب سیکھو۔ (الدیباج المذھب)

ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نافع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتا تھا، اس وقت نوعمر لڑکا تھا، وہ مجھ سے حدیث بیان کرتے اور وہ مسجد میں صبح کے بعد بیٹھتے تھے کوئی ان کے پاس نہیں آتا تھا۔ (التعلیق الممجد علی موطأ محمد ۱/ ۲۳۹)

❸ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس مال نہیں تھا، اور میں نوعمری میں ہی علم حاصل کیا کرتا تھا، اس وقت عمر تیرہ برس کی تھی، اور میں دیوان کو لے کر لکھ لیتا تھا۔

(صفحات من صبر العلماء ص ۵۵)

بویطی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ امام مالک کی مجلس میں بیٹھے تھے اور ابھی وہ نوعمر لڑکے تھے کہ ایک آدمی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے فتویٰ طلب کیا، اس آدمی نے کہا کہ میں نے تین طلاقوں کی قسم کھائی ہے کہ یہ بلبل صبح سے خاموش نہیں ہوئی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم حانث ہوگئے ہو۔ پھر وہ شخص چلا گیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کسی صاحب (شاگرد) کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ فتویٰ درست نہیں دیا گیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ بڑے بارعب تھے، کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کی بات کو رد کرے، بسا اوقات پولیس کا افسر بھی آتا تو وہ بھی کھڑا رہتا جب تک آپ مجلس میں بیٹھے ہوتے۔ بہرحال! انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا کہ یہ لڑکا کہتا ہے کہ یہ فتویٰ درست نہیں ہے اور اس میں غفلت ہوگئی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ تم یہ بات کیسے کہتے ہو؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ہمیں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ نقل نہیں کیا تھا کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ابوجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اُتارتا نہیں ہے اور معاویہ نادار ہیں، ان کے پاس کچھ بھی مال نہیں ہے'' کیا ابوجہم کی لاٹھی ہر وقت اور ہمیشہ ان کے کندھے پر رہتی تھی؟ ظاہر ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہی تھی کہ اکثر و بیشتر حالات میں ان کی لاٹھی کندھے پر رہتی ہے، (یہ سن کر) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ پہچان لیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ سے جانے لگا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں رخصت ہو رہا ہوں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت ہوتے وقت مجھے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اور اس نور کو بجھنے نہ دینا جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے یعنی علم کے نور کو معاصی کے ذریعہ نہ بجھانا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ (حیاۃ الحیوان الکبریٰ ۱/۱۵۶)

4 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا، اور قراءت اور کتابت سیکھنے کے بعد دیوان کی طرف متوجہ ہوئے، آپ لکھتے جاتے اور اپنے دل میں کہتے جاتے کہ ''میں چھوٹا سا لڑکا تھا، مکتب میں آتا جاتا تھا، پھر دیوان لکھنے کے لیے آتا جاتا ہوں، اور میری عمر چودہ سال ہے۔ بچپن میں ہی آپ پر نجابت و شرافت اور رشد و ہدایت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ کسی ادیب نے کہا کہ میں اپنے بچوں پر خرچ بھی کرتا ہوں اور ادب سکھانے کی خاطر انہیں معلّمین کے پاس بھی لاتا ہوں مگر مجھے کامیاب ہوتے نظر نہیں آتے، لیکن یہ یتیم لڑکا احمد بن حنبل ہے، اس کو تو بھلا دیکھو؟ وہ آپ کے حسن ادب و طریق سے تعجب کیا کرتا۔ (رجال الفکر والدعوۃ ص ۱۰۵)

5 امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا، اس وقت میرے پاس بہت کم پیسے تھے اور میرا حال اچھا نہ تھا، ایک دن میرے والد آئے، اس وقت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، جب وہ آئے تو میں ان کے ساتھ چلا گیا، والد

صاحب نے کہا کہ بیٹا! ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے آگے پاؤں دراز نہ کرو، اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روٹیاں تو پکی ہوئی ہیں اور تمہیں کسب و معاش کی ضرورت ہے، پس میں نے زیادہ علم حاصل کرنے میں تقصیر کی اور اپنے والد کی اطاعت کو ترجیح دی، پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے تلاش کیا اور میرے بارے میں پوچھا، پھر میں نے ان کی مجلس میں آنے کا عہد کیا، جب پہلے دن آیا تو کچھ تاخیر سے پہنچا تو امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مصروفیت ہوگئی تھی؟ میں نے کہا کہ حصولِ معاش میں مصروف تھا، اور والد صاحب کی اطاعت میں مشغول تھا، پھر میں بیٹھ گیا، جب سب لوگ چلے گئے تو مجھے ایک تھیلی دی اور کہا کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ، میں نے کھول کر دیکھا تو اس میں سو درہم تھے، پھر فرمایا کہ مجلس میں لازمی آیا کرو، اور جب یہ پیسے ختم ہوجائیں تو مجھے بتا دینا، پھر میں نے پابندی سے مجلس میں آنا شروع کردیا، کچھ عرصہ گزرا تھا کہ امام صاحب نے سو درہم کی ایک اور تھیلی مجھے دے دی۔ اس کے بعد وہ میری دیکھ بھال کرتے رہے، اور میں نے انہیں کبھی نہیں بتایا کہ تھیلی ختم ہوگئی یا کچھ نہیں ہے، جیسے کوئی ان کو پہلے ہی بتا دیتا ہو کہ اب ختم ہوگئی ہے، یہاں تک کہ میں مالدار ہوگیا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش کے سلسلہ میں ایک اور روایت منقول ہے:

علی بن الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ میرے والد ابراہیم بن حبیب فوت ہوئے اور بچپن میں ہی مجھے ماں کی گود میں چھوڑ گئے، میری ماں نے ایک دھوبی کے حوالے مجھے کردیا کہ میں اس کی خدمت کیا کروں، میں اس دھوبی کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں چلا جاتا تھا کہ وہاں بیٹھ کر علم کی بات سنوں، میری والدہ میرے پیچھے آتیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر واپس اس دھوبی کے پاس لے جاتیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میری حاضری اور علم کی حرص کو دیکھ کر میرا خیال رکھتے تھے، لیکن جب اس دھوبی کے پاس سے میرا بھاگنا زیادہ ہوگیا اور میری والدہ پر گرانی ہونے لگی تو والدہ نے امام صاحب سے کہا کہ یہ یتیم بچہ ہے اسے کیوں خراب کرتے ہو اور میں سوت کات کات کر اسے کھانا کھلاتی ہوں، اور میری آرزو ہے کہ یہ کچھ پیسے کما کر اپنے اوپر خرچ

کر لے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم جاؤ اے رعنا! (لمبی ناک والی) یہ بچہ جب دین سیکھ لے گا تو فالودہ کھائے گا پستہ کے روغن کے ساتھ۔ پھر میری والدہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوگئیں لگتا ہے کہ اس بوڑھے کی عقل ختم ہوگئی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، اس کے بعد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا اور وہ اپنے مال سے میرا خیال بھی رکھتے تھے، انہوں نے میری کوئی ضرورت نہیں چھوڑی (یعنی ہر ضرورت پوری کی) پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے ذریعہ نفع دیا، یہاں تک کہ میں عہدۂ قضاء پر فائز ہوا اور ہارون الرشید کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگا اور اس کے ساتھ دستر خواں پر کھانے لگا، ایک دن ایسا ہوا کہ ہارون الرشید کے سامنے فالودہ پیش ہوا، ہارون الرشید نے مجھ سے کہا: اے ابویعقوب! فالودہ کھاؤ، ہر روز اس طرح کی چیز ہمارے لیے نہیں بنائی جاتی، میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ فالودہ ہے پستہ کے روغن کے ساتھ، یہ سن کر میں ہنس دیا، اس نے مجھ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ بس ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو زندگی دے، انہوں نے کہا کہ نہیں، تمہیں اس کی وجہ بتانی ہوگی، جب ہارون الرشید نے اصرار کیا تو میں نے ان کو سارا واقعہ سنا دیا، سن کر وہ متعجب ہوئے، اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی عمر کی قسم! بلاشبہ علم انسان کے دین و دنیا کو بلند بھی کرتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے، پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی عقل کی نظر سے وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو وہ اپنی سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ (صفحات من صبر العلماء)

6 امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

خطیب بغدادیؒ نے مجاشع بن یوسف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو مسائل بتا رہے تھے کہ اتنے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن الحسن آ گئے، اس وقت وہ نوعمر لڑکے تھے، اور یہ ان کے موطأ کے سماع سے پہلے کا واقعہ ہے۔ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ ایسے جنبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جسے پانی مسجد ہی میں دستیاب ہوتا ہو؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا

کہ جنبی آدمی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا، محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پھر وہ کیا کرے جبکہ نماز کا بھی وقت ہوگیا ہو اور وہ پانی کو دیکھ رہا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہی فرماتے رہے کہ جنبی آدمی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ تم ہی بتاؤ وہ کیا کرے؟ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ تیمم کرکے مسجد میں داخل ہو اور پانی لے کر مسجد سے باہر آجائے پھر غسل کرلے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس زمین کے رہنے والوں سے، پھر وہ اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے بتایا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن حسن تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ محمد بن الحسن کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ جب کہ اس نے بتایا ہے کہ وہ مدینہ کا باشندہ ہے، لوگوں نے کہا کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مدینہ کا رہنے والا ہے بلکہ انہوں نے اس زمین کی طرف اشارہ کیا تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے لیے یہ بات اس سے زیادہ اہم ہے۔

(بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲)

7 امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حصولِ علم کے آغاز میں پیش آنے والی مشکلات اور ان پر صبر و برداشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ”میں حصولِ علم کی حلاوت میں ایسی مشکلات جھیلتا تھا جو میرے لیے شہد سے زیادہ شیریں ہوتیں، میں زمانۂ بچپن میں اپنے ساتھ چند سوکھی روٹیاں لے لیتا اور طلب حدیث کے لیے نکل جاتا، اور (بغداد میں) نہر عیسیٰ کے پاس بیٹھ جاتا، اور میں وہ روٹیاں پانی کے ساتھ ہی کھاسکتا کہ ایک لقمہ کھا کر اس پر پانی پی لیتا، اور میں اپنے اندر تحصیل علم کی لذت اور چاشنی محسوس کرتا تھا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ میں کثرتِ سماعِ حدیث کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آداب اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے احوال سے واقف ہوگیا۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کسی ایک فن کے سیکھنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ میں فقہ و حدیث کے

سماع کے ساتھ زاہدین کے پاس بھی جاتا تھا، پھر میں نے لغت پڑھی، اور میں نے ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑا جو روایت یا وعظ کرتا ہو مگر اس کی مجلس میں حاضر ہو کر فضائل کو چُنتا تھا، اور مَیں سماع حدیث کے لیے مشائخ کی خدمت میں بھی آتا جاتا تھا، اور میری صبح و شام اس حال میں گزرتی تھی کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا، اللہ نے کسی مخلوق کے سامنے مجھے کبھی ذلیل نہیں کیا، اگر میں اپنے حالات کی وضاحت کروں تو بات لمبی ہو جائے گی۔" (صفحات من صبر العلماء ص ٧٦)

8 امام ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ:

ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب دس سال کی ہوئی تو وہ قرآنِ عزیز، ادب اور اصولِ دین میں سے بہت سی چیزیں حفظ کر چکے تھے، اسی طرح حساب، الجبرا اور علم مقابلہ میں مہارت حاصل کر چکے تھے، اس کے بعد انہوں نے علم منطق، اقلیدس، اور علم الہندسہ اور علم الافلاک میں پختگی حاصل کی اور اپنے شیخ (حکیم ابوعبداللہ الناتلی) سے کئی درجے برتری حاصل کر لی، اس کے باوجود وہ فقہ کے لیے اسماعیل الزاہد کے پاس آتے جاتے رہے، اور پھر طبیعات اور علم الٰہیات کی تحصیل میں مشغول ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر علوم کے ابواب کھول دیئے، اس کے بعد علم الطب میں دلچسپی لی اور اس فن میں تصنیف کردہ کتب کا غور سے مطالعہ کیا اور اسے سیکھنے کی غرض سے پڑھا نہ کہ پیشہ کی غرض سے، یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں علم الطب کے میدان میں سب پر سبقت لے گئے اور اس فن میں عدیم النظیر اور فقید المثال بنے، فن طب کے فضلاء اور کبراء آپ کے پاس آنے جانے لگے، اور آپ سے اس فن کے انواع پڑھنے لگے اور آپ کے معالجاتی تجربات سے مستفید ہونے لگے، اس وقت ان کی عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی، اور اس فن کی تحصیل کے دوران وہ ایک رات بھی مکمل نہیں سوئے، اور دن میں بھی سوائے مطالعہ کے اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوئے، اور جب کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا اور وہ سمجھ میں نہ آتا تو وضو کر کے جامع مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ وہ اس مسئلہ کو اس کے لیے آسان کر دے اور اس

کی پیچیدگی کو دور کردے، امام ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمل اپنی ذکاوت و ذہانت اور تصانیف میں نابغۂ روزگار تھے، اور چھوٹی بڑی سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں جو مختلف فنون میں لکھی گئی ہیں۔ (حوالہ سابق ص ۴۳)

⑩ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کے کارناموں کا ایک نمونہ:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستدرك" (۴۲۱/۳) میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جنگ بعاث کے وقت میں چھ سال کا تھا اور یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی، مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ خزرج (قبیلہ) کا لڑکا ہے، میں نے سولہ (ایک روایت میں سترہ سورتوں کا ذکر ہے) سورتیں پڑھی ہیں، مجھے بدر اور احد میں اجازت نہیں ملی البتہ خندق میں اجازت دی گئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عربی اور عبرانی دونوں (زبانوں میں) خطوط لکھتے تھے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی، اور وہ اس دن دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مٹی ڈھوتے تھے (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اما انه نعم الغلام" یعنی یہ لڑکا کیا خوب ہے۔ اس روز ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے تو عمارہ بن حزم آئے اور ان کی بے خبری میں ان کا ہتھیار لے لیا، (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا ابا رقاد! نمت حتی ذهب سلاحك'' ''یعنی اے سونے والے! تم سو گئے اور تمہارا ہتھیار دوسرا لے گیا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ''اس لڑکے کے ہتھیار کا کسی کو علم ہے''؟

عمارہ بن حزم نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ ہتھیار میں نے لے لیا تھا، پھر انہوں نے ان کو واپس دے دیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ

''کسی مومن کو خوفزدہ کیا جائے اور اس کا سامان سنجیدگی سے یا ہنسی مذاق سے لیا جائے۔''

باب ہشتم:

صحت سے متعلق تعمیر و تربیت کے چند اصول

❀.....تمہید

[۱].....صحت سے متعلق تعمیر و تربیت کے چند اصول

پہلا اصول ..... بچوں کی ورزشیں: تیراکی، تیراندازی، گھوڑسواری، کشتی، دوڑ کا مقابلہ

دوسرا اصول ..... بچوں کو مسواک کی عادت ڈالنا

تیسرا اصول ..... بچوں کی نظافت وصفائی اور ناخن تراشنے کا اہتمام کرنا

چوتھا اصول ..... کھانے پینے کے معاملہ میں سنتوں کی اتباع

پانچواں اصول ..... بچوں کا دائیں کروٹ پر سونا

چھٹا اصول ..... بچوں کو طبعی علاج سکھانا

ساتواں اصول ..... عشاء کے بعد جلدی سونا اور صبح سویرے بیدار ہونا

آٹھواں اصول ..... بچوں کو متعدی امراض سے بچانا

نواں اصول ..... بچوں کو جنات اور نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے جھاڑ پھونک کرنا

[۲].....بچوں کے لیے نبوی ﷺ طریقۂ علاج

❶..... بیمار بچوں کے علاج کے لیے جلدی کرنا ❷..... بیمار بچوں کی بیمار پُرسی کرنا ❸.....عودِ ہندی کے ذریعہ علاج کرنا ❹.....سینگی اور اسہال کے ذریعہ علاج کرنا ❺..... دُعا اور جھاڑ پھونک سے علاج ❻.....نظر بد کا علاج ❼.....بچوں کے گلے میں تعویذ وغیرہ لٹکانا

❀❀❀❀

تمہید

① صحت سے متعلق تعمیر و تربیت کے چند اصول:

اسلام نے انسانوں کی صحت و تندرستی کا عموماً اور بچوں کا خصوصاً اہتمام کیا ہے اور امراض کے علاج معالجہ پر خصوصی توجہ دلائی ہے، اس لیے کہ جسمانی صحت و تندرستی کے لیے یہ چیز بہت اہم اور ضروری ہے اور اس اعتبار سے کہ جسم، انسان کے پاس ایک امانت ہے، اس لیے بھی اس امانت کی محافظت ضروری ہوگی، حتیٰ کہ علاج معالجہ کو بھی تقدیر الٰہی کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بیماری کا علاج ہے، پس جب دوا، بیماری کو لگ جائے تو مریض اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتا ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا ہم علاج معالجہ کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، ہاں، اے اللہ کے بندو! علاج کیا کرو، کیونکہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ رکھی ہو، سوائے ایک بیماری کے'' انہوں نے پوچھا کہ وہ بیماری کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑھاپا''۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں کہ ہم جو جھاڑ پھونک کرواتے ہیں اور علاج معالجہ

کرتے اور بچاؤ کے آلات جن کے ذریعہ ہم بچتے ہیں، یہ سب چیزیں تقدیر الٰہی کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیزیں بھی تقدیر الٰہی کا حصہ ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فردِ مسلم کو مختلف امراض و اوجاع سے بچاؤ کے لیے کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: طاقتور مومن اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے اور خیر تو ہر ایک میں ہے۔"

البتہ یہ بات تفصیل طلب ہے کہ بچوں کو امراض سے بچانے اور ان کی صحت و تندرستی کو قائم رکھنے کے بنیادی اصول کیا کیا ہیں؟ اور اس کے لیے کیا قواعد وضوابط ہیں؟

چناں چہ جب ہم احادیث نبویہ اور سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بچوں کی صحت سے متعلق آٹھ اصول ملتے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی صحت کی نگہداشت کے لیے خصوصیت سے بیان فرمایا ہے۔ وہ آٹھ ارکان یہ ہیں:

پہلا اصول:

بچوں کی ورزشیں، تیراکی، تیراندازی، گھوڑسواری، کُشتی، دوڑ کا مقابلہ

بچوں کی جسمانی تعمیر و تربیت کے بیان میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تیراکی اور تیر اندازی بچوں کے حقوق میں شامل ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بچوں کے سرپرست حضرات کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان چیزوں کی تعلیم دیں اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ بچوں کو گھوڑے پر چھلانگ لگا کر بیٹھنا بھی سکھاؤ۔ نیز یہ کہ جو خود ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی بچوں کی صف بندی فرماتے اور ان کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے غزوۂ احد میں شرکت سے پہلے دو بچوں کے درمیان کُشتی کا مقابلہ بھی دیکھا۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی ورزش بچوں کے جسم کو مضبوط شکل میں استوار کرتی ہے، بایں طور کہ پھر وہ بچے ذاتی طور پر مختلف امراض کا دفاع کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں اور پھر خود ان کے جسم اور بدن امراض کے وقوع سے مانع بن جاتے ہیں، ہاں

البتہ اگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور ہو تو اور بات ہے کہ وہ پھر آزمائش ہوتی ہے۔ اس مقام پر ہمیں ورزش کے فوائد ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اس کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کسی طبیب اور ڈاکٹر کے پاس بیٹھ کر اس کے فوائد سماعت کرلیں اور احادیث مبارکہ سے اپنے یقین میں اضافہ کرلیں۔ بناء بریں آپ کے لیے یہ جاننا کافی ہے کہ تیراکی جسم کے تمام عضلات (پٹھے) کو متحرک کرتی ہے، اور جسم سے بہت سے امراض کو نکال باہر کرتی ہے، جیسا کہ طب کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

دوسرا اصول:

بچوں کو مسواک کی عادت ڈالنا

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسواک کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ:

''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت اُنہیں مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔'' (رواہ البخاری واحمد و مسلم والترمذی)

جب بچوں میں مسواک کی عادت پیدا ہو جائے اور وہ اچھے طریقہ سے اور مسلسل طور پر اپنے دانت صاف کرنا شروع کردیں تو دانت کی بہت سی بیماریوں کا خود ہی خاتمہ ہو جائے گا، جیسا کہ بعض اوقات دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے اور مسوڑھے کی بیماری اور دوسرے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔

جدید طب نے بھی یہ بات ثابت کردی ہے کہ مسواک کا استعمال بڑا اثر رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کیمیائی مواد موجود ہوتا ہے جو دانتوں کے لیے بے حد مفید ہے اور مؤثر انداز میں مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے، اور پھر مسواک ہوتی بھی ہے معمولی قیمت کی اور جزیرہ عرب میں تو بہ کثرت پائی جاتی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح صحیح مسلم'' میں لکھتے ہیں کہ:

''پیلو کے درخت کی مسواک کے علاوہ کسی اور چیز کی مسواک کرنا بھی جائز ہے،

کیونکہ مقصد تو دانتوں کی صفائی ہے، حتیٰ کہ اگر کسی آدمی کے پاس دانت صاف کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو تو اپنے ہاتھ یا کھردرے کپڑے سے ہی صاف کرلے، اس سے مقصد تو یہی ہے کہ بچوں میں مسواک کی عادت پیدا ہو اور وہ کسی بھی طریقہ سے اپنے دانتوں کو صاف رکھیں۔''

تیسرا اصول:

بچوں کی نظافت اور صفائی اور ان کے ناخن تراشنے کا اہتمام کرنا

نظافت اور صفائی وستھرائی، وہ حکم ہے جس کی طرف ہمارے پیغمبر ﷺ نے دعوت دی ہے، جو بچہ نماز پڑھنا چاہے اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کے کپڑے بھی پاک صاف ہوں، اور جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے اور یہ سب امور اس فریضہ نماز کی ادائیگی کے لیے لازمی قرار دیے گئے ہیں جس نماز کا اس بچہ کو سات سال کی عمر میں امر کیا جاتا ہے اور دس سال کی عمر ہونے پر سختی اور سرزنش کی جاتی ہے۔

اور ناخن تراشنا تو ان پانچ فطری امور میں سے ایک ہے جس کا حدیث صحیح میں صراحۃً ذکر آیا ہے، ''پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں..... ناخن تراشنا.....'' الحدیث۔

جو بچہ ناخن تراشنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو ناخنوں کے نیچے موجود بہت ساری میل کچیل سے بچالیتا ہے جو کہ بسا اوقات منہ میں جاکر بہت سے امراض کا سبب بن جاتی ہے۔

چوتھا اصول:

کھانے پینے کے معاملہ میں سنتوں کی اتباع

اس سے پہلے کھانے کے آداب بیان ہوچکے ہیں کہ بچوں کو عادت ڈالی جائے کہ وہ اپنے سامنے سے کھانا تناول کریں، ان کے ہاتھ کھانے کے برتن میں ہر جانب نہ گھومتے پھریں، جب بچے کھانے کے مسنون آداب کا لحاظ رکھیں گے اور ان کو بجالائیں گے تو انہیں

کامیابی بھی حاصل ہوگی اور بہت سے اندرونی امراض سے محفوظ بھی رہیں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرتا، ابن آدم کو تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کردیں، اگر ضرور کھانا ہی ہو تو ایک حصہ کھانے کے لیے اور ایک حصہ پینے کے لیے اور ایک حصہ سانس کے لیے رکھے۔''

(رواہ ایضًا ابن حبان وابن ماجہ والحاکم، جامع الاوصول ۷/ ۴۱۰)

اسی طرح پینے کے سلسلہ میں بچوں کو مسنون طریقہ کا عادی بنایا جائے۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو تین بار سانس لیتے'' ترمذی میں اضافہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یہ (طریقہ) زیادہ سیراب کرنے والا اور زیادہ خوشگوار اور پیاس کو بجھانے والا ہے۔''

بچوں کو آگاہ کیا جائے کہ وہ پانی پینے کے دوران گلاس کے اندر سانس نہ لیں۔

جیسا کہ صحیحین میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے اندر سانس لینے سے منع فرمایا۔ ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ برتن کے اندر سانس لیا جائے یا اس میں پھونکا جائے۔''

نیز یہ کہ پانی بیٹھ کر نوش کیا کریں، البتہ آبِ زمزم رو بقبلہ کھڑے ہو کر پیئے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیئے، اور جو بھول کر پی لے اسے قے کر دینی چاہیے۔'' (جامع الاصول ۵/ ۷۴)

پانچواں اصول:

بچوں کا دائیں کروٹ پر سونا

ایک مسلمان کی زندگی میں دائیں کروٹ پر سونا بھی صحت وتندرستی کا ایک اہم رکن کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس میں صحت کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس عمل کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم اپنے بستر پر (لیٹنے کے لیے) آؤ تو پہلے نماز کی طرح کا وضو کرو، پھر اپنی دائیں کروٹ کے بل لیٹ جاؤ، اور پھر یہ دعا پڑھو:

(((أَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ .))

اور ان کلمات کو اپنی آخری بات بناؤ۔''

چھٹا اصول:

بچوں کو طبعی علاج سکھانا

انسان کو اپنی ساری زندگی میں عضلات کی مالش وغیرہ کی ضرورت ہوتی اور ماں باپ کی راہنمائی سے بچہ اسے سیکھتا اور تربیت پاتا ہے اور پھر اسے اس میں خوب مہارت حاصل ہوجاتی ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ اس دور حاضر میں یہ چیز (مالش کرنا) بھی انسان کے لیے مفید علوم میں شامل ہوگئی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے یہ بات بچوں کو سکھائی ہے اور خود اپنے جسم مبارک پر اس کی مشق کی ہے۔

چنانچہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن

منصور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا حبشی غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کو دبا رہا ہے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف ہو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''گزشتہ رات اونٹنی نے مجھے گرادیا تھا۔''

(کنز العمال ٤/٤٤)

ساتواں اصول:

عشاء کے بعد جلدی سونا اور صبح سویرے بیدار ہونا

بچے صبح کی نماز بروقت پڑھنے کے عادی اور صبح سویرے اسی صورت میں جلدی بیدار ہوسکتے ہیں جب ان کی نیند پوری ہوچکی ہو اور وہ نیند سے سیر ہوچکے ہوں، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ وہ جلدی سوجایا کریں۔ (زاد المعاد ٣/١٦٩)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو سلا کر عشاء کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ شیخین رحمۃ اللہ علیہما اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء کے لیے تاخیر فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! نماز کا وقت ہوگیا ہے، عورتیں اور بچے سوگئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور فرمایا کہ: اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کو اس وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیتا۔''

بچہ جب جلدی سویا کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دینی فرائض کی ادائیگی کے علاوہ اس میں عمدہ اور صحت افزا عادات پیدا ہوں گی اور جسم اور بدن قوی ہوگا، اور فجر کے وقت فضا میں ایک خاص قسم کی گیس (جو آکسیجن کے تین عناصر سے مرکب ہوتی ہے) موجود ہوتی ہے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہوچکی ہے کہ وہ گیس بچے کی حیاتی خلیوں میں نشاط کو بڑھا دیتی

ہے اور بہت سی بیماریوں کا خاتمہ کرتی ہے، کیونکہ بچہ کا اس گیس میں سانس لینا اس کے جسم و ڈھانچہ کو اس طرح سے قوی کرتا ہے کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی اور بچہ فرض نماز ادا کرتا ہے۔

حاکم نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''رات جب چھا جائے تو قصہ گوئی سے اجتناب کرو، کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس مخلوق کو لے آئیں۔'' (سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ١٧٥٢)

پھر اسلام میں دین و دنیا کا کوئی فرق نہیں ہے، لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کی تربیت دین کے مطابق کرتا ہے، دنیا اس کے سامنے ذلیل وخوار ہو کر آتی ہے۔

پھر صبح سویرے جلدی بیدار ہونے کا ایک فائدہ ہے اور وہ ہے رزق میں زیادتی۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صبح کے وقت اپنے بیٹے کو سویا ہوا دیکھا تو اس سے کہا کہ ''اٹھو! کیا تم ایسے وقت میں سو رہے ہو جس وقت (اللہ کا) رزق بانٹا جا رہا ہے۔''
(زاد المعاد ٣/ ١٦٩)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس صبح سویرے تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ سوئی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جگایا اور فرمایا کہ:

''اٹھو! اور اپنے رب کے رزق کا مشاہدہ کرو۔''

آٹھواں اصول:

بچوں کو متعدی امراض سے بچانا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کے لیے ایک عمومی قاعدہ اور ضابطہ وضع فرمایا کہ انسان اس مریض کے پاس نہ جائے جو کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو اور اس سے ملاقات بھی نہ کرے تاکہ مسلمانوں کو تکلیف سے بچایا جا سکے۔

بچوں کے زمانہ بچپن میں مختلف قسم کے متعدی امراض ہوتے ہیں، والدین کو اس زمانہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ عزیز و اقرباء سے ملنے کے لیے اپنے بچہ کو ساتھ لے کر نہ جائیں، اسی طرح کسی ایسے گھر میں بھی بچہ کو ساتھ نہ لے کر جائیں جہاں کوئی ایسا مریض ہو جسے

متعدی مرض لاحق ہو جب تک وہ تندرست اور ٹھیک نہ ہو جائے۔

چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یوردنّ ممرض علی مصحّ .)) (رواہ احمد وابوداود والنسائی)

''یعنی کوئی مریض تندرست آدمی کے پاس ہرگز نہ لایا جائے۔''

علاوہ ازیں ماں باپ کو چاہیے کہ بچہ کو اس کے دوسرے بھائیوں سے بھی دور رکھیں تاکہ بیماری ان میں منتقل نہ ہو اور اس مریض کی نفسیاتی کیفیت میں اضافہ نہ ہو۔ البتہ اسے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نصیحت کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اسے معلوم رہے کہ یہ بات درحقیقت ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا حکم ہے اور مسلمان بچہ اپنے نبیؐ سے محبت بھی کرتا ہے اور ان کے احکامات کو بجالایا کرتا ہے۔

نواں اصول:

بچوں کو جنات اور نظر بد سے بچاؤ کے لیے جھاڑ پھونک کرنا

یہ بچوں کا ایک ایسا علاج ہے کہ طب نبویؐ اس سلسلہ میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے، اور یہ بچوں کی صحت وتندرستی کی محافظت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے، ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بچوں کو جھاڑ پھونک فرماتے تھے، اور والدین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاذکار" میں ایک باب قائم کیا ہے: "باب ما یعوذ به الصبیان وغیرهم."

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے اور یوں فرماتے:

((أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ .)) (مستدرك الحاكم ٣/١٦٧)

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: کہ ''تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو بھی اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔''

میں (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ علماء فرماتے ہیں کہ ''الھـامّة'' میم کی تشدید کے ساتھ ہے، ہر ایسے جانور کو کہتے ہیں جو زہر قاتل رکھتا ہو جیسے سانپ وغیرہ اور ''اللّامّة'' بھی میم کی تشدید کے ساتھ ہے، اس چیز کو کہتے ہیں جس کو دیکھنے سے نظر بد لگ جاتی ہو۔''

(انتھی کلام النووی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ بن رفاعہ الزرقی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! جعفر کے بچوں کو بہت جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کو دم جھاڑ کر دیا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں (کر دیا کرو)، اگر کوئی چیز (بالفرض) تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظر بد ایسی چیز ہے جو اس پر سبقت لے جاتی۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ''الموطأ'' میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے گھر میں ایک بچہ رو رہا ہے، آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اسے نظر لگی ہے، (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس نظر بد پر دم جھاڑ کیوں نہیں کرتے''؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسنادِ حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بچہ کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا کہ

''یہ بچہ کیوں رو رہا ہے''؟ تم نے اسے نظر بد کا دم جھاڑ کیوں نہیں کیا''؟

(2) بچوں کے لیے نبویؐ طریقۂ علاج:

جب بچہ بیمار ہو جائے تو اس کے لیے کون سے بنیادی نبویؐ طریقہ ہائے علاج ہیں؟

اس سوال کا کچھ جواب تو تمہید کے بیان میں آچکا ہے یعنی علاج و معالجہ کی ضرورت و اہمیت اور طبیب اور ڈاکٹر سے اس سلسلہ میں مشاورت لینا، لیکن یہاں ہم نبویؐ طریقہ ہائے علاج کا ذکر بھی کیے دیتے ہیں۔

❶ بیمار بچوں کے علاج کے لیے جلدی کرنا:

بیماری میں تخفیف پیدا کرنے اور اس سے بچاؤ کے لیے بچہ کو فوری طور پر طبیب کے پاس لے جانا بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ عام طور پر اس سلسلہ میں ماں باپ کی سستی ہی امراض کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے بچوں کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں جلدی کرنے کی ہمیں تعلیم دی ہے۔

چنانچہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ: اسامہ کو دروازہ کی چوکھٹ پر ٹھوکر لگی جس سے اس کی پیشانی زخمی ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس کا خون صاف کردو'' لیکن مجھے ناگواری ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ خود اس کے زخم کو پونچھنے لگے اور اس پر لعابِ مبارک لگانے لگے''

اور فرمایا کہ: اگر اسامہ رضی اللہ عنہ لڑکی ہوتا تو میں اس کو کپڑے پہناتا اور زیور پہناتا، یہاں تک کہ وہ اس کو ختم کر دیتا۔''

واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آتے ہی چیچک کا مرض لاحق ہوگیا تھا اور وہ ابھی نوعمر لڑکے تھے، ناک کی ریزش ان کے منہ پر بہتی تھی، عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر گھن آئی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ دھونے لگے اور اسے چومنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا کی قسم! اس کے بعد میں اس کو کبھی بیان نہیں کروں گی۔'' (حیاۃ الصحابۃ ۲/ ٤٤٦)

آپ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے کیسے اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ دھویا اور اسے بوسہ دیا! آپ ﷺ یوں اپنے دست مبارک سے بچوں کا علاج فرمایا کرتے تھے اور ان سے گھن نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی ان میں عیب نکالتے تھے۔ ﷺ

❷ بیمار بچوں کی بیمار پرسی کرنا:

بچوں کی بیمار پرسی کرنا ایک نفسیاتی علاج ہے، کیونکہ جب بچہ دیکھتا ہے کہ اس کے اردگرد

لوگ اس کی بیمار پرسی کے لیے جمع ہیں تو بیماری کو برداشت کرنے کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ آنے والے مہمانوں کے ساتھ تھوڑی تھوڑی باتیں کرنا اور حرکت کرنا شروع کر دیتا ہے، پھر جب اس کے لیے وہ دعائے خیر بھی کرتے ہیں تو اس کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور یہ بھی ایک نبویؐ طریقہ علاج ہے، جو اپنے مقصد کے اعتبار سے بے مثال ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک یہودی لڑکا، رسول اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ ایک دفعہ بیمار ہوگیا تو: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے فرمایا: ''مسلمان ہوجا'' اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، باپ نے کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے تشریف لے گئے کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔''

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام بچوں کی بیمار پرسی کیا کرتے تھے خواہ وہ مسلمان ہوتے یا کافر اور ان کو ترغیب بھی دیتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ ہمدردی اور انتہائی توجہ کی دلیل ہے۔

3 عودِ ہندی کے ذریعہ علاج کرنا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، شیخین رحمۃ اللہ علیہما، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ام قیس بنت محصنؓ، جو کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، سے روایت نقل کی ہے کہ ام قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: میں اپنے بیٹے کو لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، میرا بیٹا ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر ڈال دیا۔

ام قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں (ایک دفعہ) اپنے ایک بیٹے کو لے کر آئی میں نے حلق کی تکلیف میں (علاجاً) اس کے حلق میں انگلی ڈالی تھی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''تم اپنی اولاد کا علاج حلق میں انگلی ڈال کر کیوں کرتی ہو؟ اس عودِ ہندی کو لازم پکڑو، کہ اس میں سات بیماریوں کے لیے سات طرح کی شفا ہے، ان میں سے ایک بیماری ذات الجنب ہے اور حلق کی تکلیف میں سعوط کیا جائے (یعنی ناک میں دوا ڈالنا) اور ذات الجنب میں لدود (منہ کے کسی ایک گوشہ میں دوا ڈالنا) کیا جائے۔''

آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ تم عورتیں ایسا تکلیف دہ طریقہ علاج کیوں اختیار کرتی ہو؟ ایسا ہرگز نہ کیا کرو۔ عودِ ہندی کو اردو میں قسط بحری کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو خوب باریک کر کے اور پانی میں گھول کر مریض کی ناک میں ڈالا جائے، اس طرح وہ دوا اس کے حلق میں پہنچ کر اس کو پکڑ لے گی، کیونکہ وہ خشک گرم ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسط بحری کافور کی طرح کی ایک بوٹی ہے، اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں مذکور لفظ ''العلاق'' کا مطلب بیان کیا کہ انگلی سے تحنیک کی جائے، پھر سفیان نے اپنے حلق میں انگلی ڈال کر دکھایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچہ کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئی، اس نے کہا کہ میں نے بچہ کے حلق میں انگلی ڈال کر اس کے حلق کی تکلیف کا علاج کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم عورتیں اپنے بچوں کے حلق جلا دیتی ہو، تم قسط ہندی اور ورس (پودا) لے کر اس کو سعوط کرو (ناک میں دوائی چڑھاؤ)۔''

(مستدرك الحاكم: ٤/ ٢٠٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بچہ کی ناک سے خون بہہ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ ''اس بچہ کو کیا ہوا؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس کے حلق میں تکلیف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''عورتو! تمہارا ناس ہو! اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، جس عورت کو عذرہ مرض (حلق میں تکلیف)

لاحق ہو یا اس کے سر میں درد ہو تو اسے چاہیے کہ قسط ہندی (قسط بحری بوٹی) استعمال کرے" آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ اسے بناؤ، انہوں نے بنا کر بچہ کو استعمال کرایا تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ (مستدرك الحاكم: ٤/ ٢٠٥)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سند صحیح کے ساتھ اس طرح مذکور ہے:

"پس اسے چاہیے کہ قسط ہندی لے کر اسے پانی سے رگڑے پھر مریض کو سعوط کرے۔" (المجمع ٥/ ٨٩)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سند قوی کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے سعوط لیا ہے۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الطب النبوی ﷺ" میں لکھتے ہیں کہ: قسط اور کست کا ایک ہی معنی ہے، اور قسط کی دو قسمیں ہیں: (۱) قسط ابیض جسے قسط بحری کہتے ہیں۔ (۲) قسط ہندی، یہ زیادہ گرم ہوتی ہے اور قسط ابیض زیادہ نرم ہوتا ہے اور اس کے منافع بہت زیادہ ہیں۔

4 سینگی اور اسہال کے ذریعہ علاج:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تین غلام تھے جو پچھنے (سینگی) لگاتے تھے اور دو غلام تو آپ کے اور آپ کے اہل وعیال کے لیے غلہ لاتے تھے اور ایک غلام آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو پچھنے لگاتا تھا، آپ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سینگی لگانے والا کتنا اچھا بندہ ہے کہ خون کو لے جاتا ہے اور کمر کو ہلکا کر دیتا ہے اور بینائی کو تیز کر دیتا ہے..... بہترین دن جس میں تم سینگی لگواؤ سترہواں دن اور انیسواں دن اور اکیسواں دن ہے..... اور بہترین طریقہ علاج سعوط، لدود اور سینگی لگوانا اور اسہال ہے۔" (مستدرك الحاكم: ٤/ ٢٠٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سینگی لگوانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ انہیں سینگی لگائے، (راوی) کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ شیخ نے یہ بھی کہا کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا

نابالغ لڑکے تھے۔ (مستدرك الحاكم: ٤/ ٢١٠)

5 دُعا اور جھاڑ پھونک سے علاج:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، "المؤطا" میں حمید بن قیس المکی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: جعفر بن ابی طالب کے دو بیٹے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کی پرورش کرنے والی عورت سے فرمایا کہ: کیا بات ہے، میں ان بچوں کو کمزور دیکھتا ہوں؟ اس عورت نے کہا کہ ان کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے، اور ان کو دم جھاڑ سے یہی بات مانع ہو رہی کہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ اس کے موافق کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ان کو دم جھاڑ کرو، کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر (بالفرض) سبقت لے جا سکتی تو وہ نظر بد ہوتی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ: ایک عورت اپنے بچہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اس بچہ کو کوئی جنونی کیفیت لاحق ہے، کھانے کے وقت اسے یہ کیفیت پیش آ جاتی ہے جس سے ہمارا سارا کھانا خراب ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینہ پر دست اقدس پھیرا اور اس کے لیے دعا کی تو اس نے قے کی جس سے سیاہ پتھروں کی طرح کی کوئی چیز اس کے منہ سے نکلی، پھر اسے شفا مل گئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اس بھانجے کو کوئی تکلیف لاحق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے (سائب) سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے دعائے برکت فرمائی۔

جعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کا بدن بہت معتدل تھا اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ مجھے سماعت و بصارت کا فائدہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ام ابان بنت الوازع کے حوالہ سے ان کے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا الوازع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ان کے ساتھ ان کا مجنوں بیٹا یا بھانجا بھی چل کھڑا ہوا، میرے دادا کہتے ہیں کہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے ساتھ اپنے مجنوں بیٹے (یا بھانجے) کو لے کر آیا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسے لے کر آؤ'' میں اس کو لینے نکلا تو دیکھا کہ وہ رکاب میں پھنسا ہوا ہے، میں نے اسے نکالا، پھر سفر کے کپڑے اس پر سے اتار ڈالے اور اسے خوبصورت جوڑا پہنایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''اسے میرے قریب کرو اور اس کی کمر میرے قریب کردو۔'' چنانچہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر نیچے سے اس کو کپڑوں سے پکڑ کر اس کی کمر پر مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''اے خدا کے دشمن! نکل جا، اے خدا کے دشمن! نکل جا!'' اس کے بعد وہ درست طریقہ سے دیکھنے لگا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے سامنے بٹھایا اور اس کے لیے دعا فرمائی اور اس کے چہرے پر دست اقدس پھیرا، پس اس وفد میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد احسان وکرم میں اس پر فضیلت حاصل ہو۔''

اب ہم آخر میں بعض مسنون اور مستحب دم جھاڑ پیش کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو اس کا علم ہو اور بوقت ضرورت ان کو عمل میں لایا جاسکے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخار کا اور تمام دردوں اور تکالیف کا دم جھاڑ سکھایا کرتے تھے کہ یہ دُعا پڑھا کریں۔

((باسم اللّٰہ الکبیر، اعوذ باللّٰہ العظیم من کل عرق نعّار ومن شرّ حرّ النار۔))

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم، امام ابی داؤد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب کسی کو تکلیف یا زخم ہوتا، اپنی انگلی کو زمین پر رکھ کر اس کو

اٹھاتے اور یہ دعا کرتے۔ "بسم اللّٰہ تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی بہ سقیمنا باذن ربنا." امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ "جب کوئی مریض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا یا وہ مریض خود آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: "اذھب البأس ربّ الناس، اشف انت الشافی لا شفاء اِلّا شفاؤك، شفاءً لا یغادر سقما."

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تو معوذات پڑھ کر اپنے پر دم کر لیتے، جب تکلیف بڑھ جاتی تو میں خود پڑھتی اور برکت کی امید سے آپ کے ہاتھ کو ہی آپؐ پر پھیر دیتی۔

اب ہم آخر میں وہ دم اور جھاڑ ذکر کرتے ہیں جو جبریل علیہ السلام نے ہمارے پیغمبر علیہ السلام پر کیا۔ چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے پوچھا اے محمدؐ! "کیا آپؐ تکلیف میں مبتلا ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر جبریل علیہ السلام نے یہ دم کیا "باسم اللّٰہ ارقیك من کل داءٍ یؤذیك، ومن شر کل نفس وعین، باسم اللّٰہ ارقیك، واللّٰہ یشفیك."

ابن عباس رضی اللہ عنہما معوذات کے پڑھنے کی ضرورت پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر بچے کے دل پر وسوسہ ڈالنے والا مقرر ہوتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر کیا جائے تو دور ہٹ جاتا ہے اور اگر ذکر سے غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے فرمان کا یہی مطلب ہے: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ"

(مستدرك الحاكم ٢/ ٥٤١)

6 نظر بد کا علاج:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم دیا جاتا تو وہ وضو کرتا پھر اس پانی سے نظر زدہ شخص غسل کرتا۔ (رواہ ابوداود)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ الموطأ میں ابواسامہ بن سہل بن حنیف سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ:

''عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا تو کہا ''میں نے اس سے پہلے ایسا جسم کسی کنواری عورت کا بھی نہیں دیکھا، یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا یارسول اللہ ﷺ! سہل کا کچھ کریں۔ وہ اپنا سر نہیں اٹھا سکتا آپ نے پوچھا کیا تم نے کسی کو نظر لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ عامر بن ربیعہ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے بھائی کو کیوں مارنا چاہتے ہو۔ تم نے اس کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ بیٹھ کر غسل کرو'' چنانچہ عامر نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھ، دونوں کہنیاں اور گھٹنے اور ٹانگیں اور ازار (تہبند) کا اندرونی حصہ دھو کر پانی برتن میں ڈالا، پھر جب پانی سہل پر ڈالا گیا تو سہل بالکل ٹھیک ہو گئے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ تم اپنے بھائی کو کیوں مارنا چاہتے ہو، تم نے اس کے لیے دعائے برکت کیوں نہیں کی، بے شک نظر لگ جانا حق ہے، اس کے لیے وضو کرو، پھر عامر نے اس کے لیے وضو کیا تو سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ بالکل اچھے ہو گئے۔''

(۷) بچوں کے گلے میں تعویذ وغیرہ ڈالنا:

اس بات کے اختتام میں ضروری ہے کہ ہم بچوں کے گلے میں ڈالے جانے والی چیزوں کا ذکر کریں کہ اس اعتقاد سے ان کو تعویذ پہنانا یا ان کو پازیب یا اور چیزیں پہنانا کہ خود یہ چیز بچہ کو نظر بد سے بچانے والی ہے، جیسا کہ بعض جُہّال خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو شرک قرار دیا ہے، خصوصاً جب تنبیہ کے باوجود ایسے کام پر اصرار کیا جاتا ہو۔

چنانچہ عمرو بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بُکیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی مخرمہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچوں کے پھوڑے پھنسیوں کا علاج کیا کرتی تھیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا علاج کر کے فارغ ہوئیں تو بچہ کے پاؤں میں دو نئی قسم کی پازیبیں دیکھیں، تو حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ پازیبیں اس کی وہ تکلیف دور کر دیں گی جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے۔ اگر میں اسے دیکھتی تو کبھی علاج نہ کرتی، خدا جانتا ہے کہ چاندی کی پازیب، ان سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (مستدرك الحاكم ٤/ ٢١٨)

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے افعال اور خیالات پر شدید ترین وعید اور تنبیہ فرمائی ہے کہ بچوں کے گلوں میں حسد وغیرہ کے خدشہ سے کوئی چیز لٹکائی جائے۔ چنانچہ سنئے اور اتباع کیجئے اور بدعات سے احتراز کیجئے۔

مصنّف عبد الرزاق (١١/ ٢٠٨) میں ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ (مراد فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں) کے گلہ سے ڈورے کاٹ ڈالے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ڈورے ہیں جو نظر لگنے پر بچہ کی گردن میں ڈالے جاتے ہیں۔

❀❀❀❀

www.KitaboSunnat.com

بابِ نہم:

بچوں کے جنسی جذبات کی اصلاح وتہذیب

- تمہید۔ بچوں کے جنسی جذبات کی اصلاح کے چند اصول
- پہلا اصول: گھر کے اندر آنے کے لیے اجازت لینا
- دوسرا اصول: نگاہیں پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی عادت ڈالنا
- تیسرا اصول: بستر الگ کرنا
- چوتھا اصول: دائیں کروٹ پر سونا
- پانچواں اصول: مرد وزن کے اختلاط اور جنسی ہیجان آمیز مجالس سے دور رکھنا
- چھٹا اصول: غسل کے فرائض اور اس کی سنتیں سکھانا
- ساتواں اصول: سورۃ نور یاد کرانا
- آٹھواں اصول: جنسی امور کی صراحت کرنا اور فحش کاموں سے دور رکھنا
- نواں اصول: جلدی شادی کرنا
- خاتمہ: بلوغ کی علامات

تمہید

اسلام نے انسان کی متوازن طور پر تربیت کرنے کی ترغیب دی ہے کہ وہ اس طبیعت وفطرت کے مطابق ڈھل جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے، یہ بھی اسلام کی ممتاز خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے کہ تمام امور میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کو اختیار کیا ہے۔ جنسی جذبات بھی انسانی نفس میں اللہ کے پیدا کردہ ہیں، تاکہ تمام کائنات کا سلسلہ جاری رہ سکے، اور اس میں انسان بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک متعین زمانہ مقرر کیا ہے، جسے شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں تکلیف کا زمانہ کہا جاتا ہے، یعنی جب بچہ اس زمانہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے تمام تصرفات کے بارے میں مسئول ہوتا ہے اور تمام اعمال و افعال کا اس سے محاسبہ اور مؤاخذہ شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ بچہ میں جنسی جذبات اطمینان بخش صورت میں موجود ہوتے ہیں کہ درست روش اور طرزِ عمل سے انحراف کے لیے اس میں ہیجانی کیفیات نہیں ہوتیں، اسلام نے اس بچہ کی دیکھ بھال کا اہتمام کیا ہے اور اوامر ونواہی کا اس سے مطالبہ کیا ہے تاکہ اس میں موجود جنسی جذبات کو مہذب کیا جاسکے، اور وہ معتدل اور پاکیزہ رہے اور اس میں کوئی انحراف وغیرہ پیدا نہ ہو۔

اب ہمیں جاننا چاہیے کہ وہ کون سے ضوابط ہیں جو بچوں کے جنسی جذبات کی اصلاح و تہذیب کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں تاکہ والدین ان ضوابط کے مطابق عمل کرکے اپنے بچوں کو جنسی انحراف سے بچاسکیں اور ان کی فطرت پاک صاف بن سکے؟ چنانچہ وہ ضوابط اور اصول یہ ہیں:

پہلا اصول:

گھر کے اندر آنے کے لیے اجازت لینا

بچہ زیادہ تر اپنے گھر میں ہی رہتا ہے اور گھر کے اطراف میں جلدی سے منتقل ہوتا ہے اور اس کے لیے ہر لمحہ اور ہر وقت اجازت لینا ایک دشوار کام ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے چھوٹے بچوں کے لیے اجازت لینے کا طریقہ متعین کر دیا ہے جسے وہ رغبت اور توجہ دلانے سے اختیار کرتا ہے اور وہ بھی شاندار تدریجی انداز سے ممکن ہے، چنانچہ قرآن نے چھوٹے بچہ کے لیے اولاً تو اس بات کی تحدید کی کہ وہ تین حساس اوقات میں اجازت لیا کرے، نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر کو قیلولہ کے وقت اور عشاء کے بعد۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تینوں اوقات والدین کے آرام کرنے کے اوقات ہیں، وہ ان اوقات میں اپنے کمرۂ استراحت میں چلے جایا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب بچہ بلوغ کی عمر کے قریب پہنچ جائے تو پھر ہر وقت گھر میں والدین کے پاس آنے کی اجازت لینا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ کی نظر میں اس امر کی بہت اہمیت ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [النور: ۵۸،۵۹]

''اے ایمان والو! مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے نمازِ صبح سے پہلے اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیئے کرتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے وقت ہیں ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ الزام ہے وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جس وقت تم میں سے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والے حکمت والے ہیں۔''

''ان تین اوقات میں خدام اور سن تمیز کو پہنچنے والے نابالغ بچوں کے لیے استیذان ضروری قرار دیا گیا ہے، تاکہ گھر والوں کے ستر والے حصوں پر ان کی نظر نہ پڑے، یہ ایک ایسا ادب ہے جس سے بہت سے لوگ اپنے گھریلو زندگی میں غفلت کا شکار ہیں، اور اس ادب کے نفسیاتی اور اخلاقی اثرات کو معمولی خیال کرتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ خادموں کی نگاہیں ان کے ستر والے حصوں پر نہیں اٹھتیں، بچے بلوغ سے قبل ان امور سے ناواقف ہوتے ہیں، ماہرین نفسیات نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ بسا اوقات بچپن میں جو مناظر بچے دیکھتے ہیں ساری زندگی ان پر اس کے اثرات پڑتے ہیں اور بعض اوقات بچے ایسے نفسیاتی اور ذہنی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا علاج دشوار ہوتا ہے۔''

(ظلال القرآن: ۲۳/۱۸

''والدین! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ کسی مرض میں مبتلا ہو؟ اور وہ بھی

ایسے نفسیاتی امراض جن سے چھٹکارا بھی مشکل ہو؟ اس کا سبب کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ والدین نے بچوں کو ان تین اوقات میں استیذان کی عادت نہیں ڈالی یا اس میں سستی اور کوتاہی کی، ان اوقات میں عموماً والدین کے ستر کھلے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ استیذان کی عادت بچوں کو سکھایا کرتے تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الادب المفرد'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نبی کریم ﷺ کا خادم تھا۔ میں بغیر اجازت لیے آجاتا تھا، ایک دن میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا! اب یہ امر آچکا ہے کہ ''بغیر اجازت کے ہرگز اندر نہ آؤ۔''

لہٰذا والدین پر یہ بھی واجب ہے کہ اپنے بچوں کے سامنے ہر وقت اپنے ستر کو ڈھانک کر رکھا کریں، تاکہ یہ چیز بچوں کو فطری طریقہ پر چلنے میں مددگار بن سکے، اور ان میں ہیجان آمیز کیفیات راہ نہ لیں، ہمیں پرہیز بھی کرنا چاہیے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو بسر وچشم قبول بھی کرنا چاہیے۔

نابالغ بچوں کا حکم:

جو نابالغ بچے عورتوں کے محاسن اور قبائح سے واقف نہیں ہیں اسی طرح وہ نابالغ بچیاں جن میں ابھی بلوغ کی علامات ظاہر نہیں ہوئیں ان کے لیے ایک خاص حکم ہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ

النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ٣١]

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو، یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں اور اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور اے مسلمانو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بچے آتے تھے اور ان کا لباس دیکھتے تھے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور عبید بن عمیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور وہ ثُبیر (پہاڑ) کے اندر بیٹھی ہوتیں، میں نے پوچھا کہ اس وقت ان کے حجاب کی کیا صورت ہوتی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترکی خیمہ میں ہوتیں آپ کے سامنے پردہ ہوتا جو ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہوتا، اور انہوں نے کہا کہ میں نے بچپن میں ان کو عصفر سے رنگی ہوئی قمیض پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٥/٦٧)

دوسرا اصول:

نگاہیں پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی عادت ڈالنا

آنکھیں بچوں کے لیے کھڑکی کی طرح ہیں جس سے وہ باہر کی دنیا کو دیکھتے ہیں، پھر ان کی آنکھیں جو کچھ باہر دیکھتی ہیں وہ ان کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے، لہٰذا بچوں کو تمام اندرونی اور خارجی قابل ستر چیزوں سے نگاہیں نیچے رکھنے کا عادی بنا دیا جائے کہ اس کی تمام

حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ جیسا کہ ایک صالح طفل یعنی عبد اللہ التستری جو سونے سے پہلے یہ ورد کیا کرتے تھے ''اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ میرے ساتھ ہے'' اس عمل سے بچہ اپنے دل میں ایمانی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ غفلت کا شکار ہو کر لڑکیوں کو بنظر شہوت دیکھنے لگتا ہے، ایسے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا کیا عمل رہا ہے، سنئے!

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''فضل بن عباسؓ، حضورِ اکرم ﷺ کے ردیف تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی تو فضل اس کو اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔''

(الکنز ٥/١٨٨، صحیح ابن خزیمة ٤/٢٦١)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مزدلفہ سے منیٰ تک پیغمبر اسلام ﷺ کا ردیف تھا، اس دوران کہ آپ ﷺ چلے جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی آدمی سامنے آیا جس نے اپنی خوبصورت بیٹی کو اپنا ردیف بنایا ہوا تھا، میں اس کی طرف دیکھنے لگا، آنحضور ﷺ کی مجھ پر نظر پڑی تو میرے چہرہ کو اس کے چہرے سے پھیر دیا، میں دوبارہ دیکھنے لگا تو آپ ﷺ نے بھی دوبارہ میرے چہرے کو اس کے چہرہ سے پھیر دیا، اس طرح تین مرتبہ ہوا، میں باز نہیں آ رہا تھا، آپؐ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی فرمائی۔ (المسند ١/٢١١)

زنجویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کے ردیف تھے، آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے اس کا چہرہ پھیرا اور فرمایا:

''اے بھتیجے! یہ ایسا دن ہے کہ جو شخص اس میں اپنی نگاہیں پست رکھے اور شرمگاہ کی حفاظت کرے اور زبان کی بھی تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔''

(مسند ابی یعلی ١/٢٦٤)

ابن جریر کی روایت میں جو کہ ''تہذیب الآثار'' میں منقول ہے، اس طرح وارد ہوا ہے کہ:

عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے چچا زاد بھائی کا چہرہ پھیرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نوعمر لڑکی اور نوعمر لڑکے کو دیکھا تو مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں ان کے درمیان شیطان نہ آ گھسے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ردیف تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا تو فضل اس کی طرف اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی، آنحضور ﷺ نے فضل کے چہرے کو دوسری جانب پھیر دیا، اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، میں اپنے والد کو بہت بوڑھا پاتی ہوں تو آیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں''۔

(رواه ابن خزيمة في صحيحه ٤/٣٤٣، ورواه البخاري ومسلم)

ان احادیث سے پتہ چلا کہ ہر موقع پر بچوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا عادی بنانا چاہیے، تاکہ بچوں کی جنسی قوت زور نہ پکڑے اور اس سے نقصان واقع نہ ہو، کیونکہ بسا اوقات یہ چیز جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی اور اخلاقی مضرات کا سبب بنتی ہے۔

شیخ عبد الحمید کشک رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہیں پست رکھنے کے متعلق المانیہ کے کسی عالم کا قول اپنے خطاب میں ذکر کیا ہے اور وہ اس جنسی جذبہ کا واحد علاج ہے: ''میں نے علم جنسیات اور اس کی ادویات کی خوب چھان پھٹک کی مگر کتاب اللہ کے اس فرمان سے بڑھ کر کوئی چیز کارگر اور مفید نہیں پائی جو کتاب، محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، وہ فرمان یہ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [النور: ٣٠]

''آپ ﷺ فرما دیں مسلمانوں کو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں

کی حفاظت کریں، یہ بات ان کے لیے زیادہ پاکیزگی والی ہے بے شک اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے باخبر ہے۔''

ستر عورت کی عادت تو بچہ کو اس وقت ہی ہوجاتی ہے جب اسے نماز کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ اس وقت ضروری ہوتا ہے کہ اس کا لباس ساتر عورت (قابل ستر چیزوں کو ڈھانکنے والا) ہو، تاکہ اس کی نماز بچپن سے ہی درست اور صحیح ہو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ کی پرورش اس طرح ہوگی کہ اسے ستر عورت سے لگاؤ ہوگا خواہ بچہ ہو یا بچی، بچہ بھی ایسا لباس پہنے گا جو اس کے لیے ساتر عورت ہو اور بچی کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ بچی کے لیے ایک اور بات زائد ہے کہ اسے حجاب کی عادت ڈالی جائے، پس وہ حجاب سے نماز کا آغاز کرے گی، یوں بچہ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور نفسیاتی طور پر بھی مہذب بن کر نشوونما پائے گا۔

تیسرا اصول:

بستر الگ کرنا

بچوں کی جنسی اصلاح وتہذیب کے لیے اسے (بستر الگ کرنا) بنیادی رکن کی حیثیت حاصل ہے، دیگر تمام مذاہب عالم میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اس اصلاح وتہذیب کا اہتمام صرف ہمارے دین محمدی میں ہے، چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سند حسن کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کے ہوجائیں تو اس پر ان کی سرزنش کرو اور ان کے بستر الگ کردو۔''

مستدرك الحاكم (۱/ ۲۰۱) کی روایت میں یوں ہے:

''جب تمہاری اولاد سات سال کی ہوجائے تو ان کے بسترے الگ کردو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز کے معاملہ میں ان کی سرزنش کرو۔''

(رواه الدارقطني: ۱/ ۲۳۰)

دس برس کی عمر میں ان کے بستر اس لیے الگ کر دیے جائیں کہ اس عمر میں بچہ میں موجود جنسی قوت بڑھنی شروع ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو بچے ایک لحاف میں نہ سوئیں یا ایک چارپائی (بیڈ وغیرہ) پر نہ سوئیں اور اگر بستر ایک ہو اور لحاف دو الگ الگ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جتنے ایک دوسرے سے دور رہیں زیادہ بہتر ہے۔

علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''بستر ے الگ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ بچہ کے قریب البلوغ ہونے کے ایام ہیں، اس لیے کوئی بعید نہیں کہ مضاجعت (اکٹھے لیٹنا) مجامعت کی خواہش تک پہنچ جائے، اس لیے ضروری ہے کہ ایسا ہونے سے پہلے ہی فساد کی راہ کو روک دیا جائے۔'' (حجة الله البالغة: ١/١٨٦)

والدین اگر اس سلسلہ میں غفلت کا ارتکاب کریں گے تو بسا اوقات ان کی غفلت کے باعث معصوم بچے کسی تباہی اور بربادی کی طرف جاسکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح حکم ہمارے سامنے پیش فرمادیا کہ "فرّقوا" یعنی ان کے بستر الگ الگ کردو۔ مومن کا کام تو حکم کی بجا آوری ہوتا ہے، ایسی شاندار اور بے مثال پیغمبرانہ راہنمائی کے مقابلہ میں مشرقی اور مغربی تربیت کی کیا حیثیت؟!

چوتھا اصول:

دائیں کروٹ پر سونا

مسنون طریقہ کی اتباع میں دائیں کروٹ کے بل سونا بچوں کو سونے کے دوران بہت سی جنسی کیفیات سے بھی دور رکھتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کے بل سونے کو شیطان کا سونا قرار دیا ہے، جب بچہ پیٹ کے بل سوتا ہے تو اس سے اس کے اعضائے تناسل میں تحریک پیدا ہوتی ہے جو اس کی شہوت کو ابھارتی ہے، لہٰذا جب والدین، بچوں کو اس حالت میں سویا ہوا دیکھیں تو ان کی حالت کو تبدیل کردیں اور ان کے دل میں دائیں کروٹ کے بل سونے کی چاہت پیدا کریں اور سینہ کے بل سونے سے دور رکھیں، علاوہ ازیں اس سے بہت

سے جسمانی امراض جنم لیتے ہیں تمام اطباء بھی پیٹ کے بل نہ سونے کی نصیحت کرتے ہیں۔

پانچواں اصول:

مردوزن کے اختلاط اور جنسی ہیجان آمیز مجالس سے دور رکھنا

اس قاعدہ کے مطابق کہ: "وبضدھا تتمیّز الاشیاء" یعنی چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں" ہم آپ کے سامنے اس اختلاط کا ایک یورپی تجربہ پیش کرتے ہیں، اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ پاکیزہ نفوس اس سے گھن کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ وہبی سلیمان الغاوجی نے مغربی تجربہ کا ذکر کیا ہے اور اس ناکام تجربہ کو والدین اور مربیین کے سامنے پیش کرتے ہیں، اس لیے کہ کمزور مسلمانوں کے نفوس یورپی تجربات کو اہمیت کی نظر سے دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور مسجدوں اور خطبات میں واعظین کے وعظ سے ان کے کان بھاری ہوتے جاتے ہیں، حالاں کہ وہ خود اختلاطِ مردوزن کی وبا سے دوسروں کو ڈراتے ہیں۔

لیجئے! اب آپ کے سامنے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ بے شک اس میں عبرت کا سامان ہے اس کے لیے جو کان لگا کر سنے اور وہ حاضر بھی ہو، چنانچہ شیخ وہبی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے استاذِ کبیر احمد مظہر نے بیان کیا ہے کہ جب وہ چند سال پہلے بلجیم کسی علمی سفر کے لیے گئے تھے تو انہوں نے وہاں ایک پرائمری سکول دیکھا جس کی تمام طالب علم، لڑکیاں تھیں، انہوں نے خاتون پرنسپل سے پوچھا کہ تعلیم کے اس مرحلہ میں بچیوں کے ساتھ بچے شامل نہیں ہیں، دونوں کا اختلاط نظر نہیں آتا؟ اس نے کہا کہ ہم نے بچوں کے اختلاط کے نقصانات محسوس کیے ہیں، حتیٰ کہ اس پرائمری مرحلہ کی عمر میں بھی۔"

اگر آپ اس بات کی تصدیق نہیں کرتے تو درج ذیل امور کو پڑھ لیجئے تو قاضی لندسی اپنی کتاب "نسل نو کی سرکشی" میں لکھتے ہیں کہ امریکا میں بچیاں وقت سے پہلے ہی قریب البلوغ ہو جاتی ہیں، اور جو کنواری لڑکی کی عمر کی ہوتی ہے اس میں جنسی شعور بہت زیادہ ہوتا ہے۔"

قاضی لندسی بطور نمونہ کے ۳۱۲ بچیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان میں سے ۲۵۵ لڑکیاں وہ ہیں جن کی عمریں گیارہ سال سے تیرہ سال تک کی ہیں اور وہ بالغ ہوچکی ہیں، ان میں جنسی شہوت کی وہ علامات پائی جاتی ہیں جو عام طور پر اٹھارہ یا اس سے زیادہ عمر کی لڑکی میں موجود ہوتی ہیں۔''

ڈاکٹر ادیت ہوکر اپنی کتاب ''جنسی قوانین'' میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات کوئی عجیب یا شاذ و نادر نہیں ہے بلکہ مہذب طبقوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ سات یا آٹھ سال کی لڑکیاں آپس میں آشنائیاں (دوستیاں) کرتی ہیں بلکہ بسا اوقات لڑکوں کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہوتی ہیں۔''

قاضی لندسی امریکی نے ۴۵ فیصد سکولز کی لڑکیوں کا تخمینہ لگایا ہے کہ اس قدر لڑکیاں فارغ ہونے سے پہلے ہی گندی ہوچکی ہوتی ہیں، اور یہ تناسب بڑی کلاسوں میں اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ہائی سکول میں لڑکے کے جذبات لڑکی سے کم ہوتے ہیں، وہاں لڑکیاں ہمیشہ خود ہی آگے بڑھ کر خود کو پیش کرتی ہیں اور لڑکوں کو آمادہ کرتی ہیں اور لڑکے کا کام صرف اس کی خواہش کو پورا کرنا اور بات کو ماننا ہوتا ہے۔'' (المرأة المسلمة، ص ٢٤٣)

چھٹا اصول:

غسل کے فرائض اور اس کی سنتیں سکھانا

جب لڑکا یا لڑکی قریب البلوغ ہونے لگیں تو والدین پر واجب ہے کہ انہیں جنابت اور غسل کے فرائض اور اس کی سنتوں کی تعلیم دیں۔ اسی طرح اس کے اسباب وغیرہ بتائیں، یعنی ماں باپ اس وقت بچوں کو فقہ کی کتاب میں سے غسل کے جملہ احکام سکھائیں اور ان امور کو اطمینان کے ساتھ بیان کرنا زیادہ بہتر ہے، اور بچوں کو زہر قاتل چیز سے بھی آگاہ کریں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص اسلام کے ماحول میں نشوونما پاتا رہا لیکن اس نے جاہلیت کو نہ پہچانا تو اسلام کے دستے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جائیں گے۔''

لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ باپ اپنے بچہ کو اور ماں اپنی بچی کو فقہ الاسلام کے متعلق احادیث رسول ﷺ بیان کریں کہ یہ مادہ منویہ جو انسانی جسم سے نکلتا ہے اس کے متعلق شرعی احکام کیا ہیں اور انسان اس کے پیش آنے پر کیا کرے؟

مطلب یہ ہے کہ انہیں سکھائیں کہ تکلیف (مکلّف بننا) کا مرحلہ چند فرائض اور نواہی سے شروع ہوتا ہے اور پھر انسان کا ہر چھوٹے بڑے قول وعمل پر محاسبہ ہوتا ہے اور یہ کہ دو فرشتے اس پر مقرر ہیں جو اس کی نیکیاں اور بدیاں نوٹ کرتے ہیں، علاوہ ازیں نصیحت آمیز باتیں بتائیں جو بچوں کو نیک اعمال کی طرف راغب اور بُرے اعمال سے کراہت پیدا کریں۔

ساتواں اصول:

سورۂ نور یاد کرانا

جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو دوسرے بھائیوں سے اس کا بستر الگ کر دیا جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض جنسی علامات رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی ہیں، اس عمر میں بچہ کے اندر ایمانی اور نفسیاتی دفاعی قوت پیدا کی جائے تاکہ اس (دفاعی سسٹم) سے برے کاموں سے بچنے کے لیے اس کے اندر ضبط وکنٹرول مضبوط پیمانہ پر استوار ہو، ہمارے اسلاف اپنے بچوں کو سورۂ نور مع تشریح کے ذکر کرتے اور بلوغ سے پہلے ان کو اور بالخصوص لڑکیوں کو یاد کراتے تھے اور یہ چیز ان کے لیے بطورِ دفاع کے ہوتی تھی۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔''

(رواہ سعید بن منصور فی سننہ والبیھقی فی شعب الایمان، دیکھئے الجامع الصغیر ٤/٣٢٨)

جاحظ رحمۃ اللہ علیہ وضاحت کرتے ہیں کہ:

''معلّمین لڑکیوں کو سورۃ النور کی تحفیظ کا خاص طور پر اہتمام کرتے تھے۔''

(البیان والتبیین: ۲/ ۹۲)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب کو حکم نامہ لکھا کہ:

''کوئی مسلمان عورت حمام میں ہرگز داخل نہ ہو سوائے مرض کے، اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور سکھاؤ۔'' (مصنف عبد الرزق ۱/ ۲۹۵)

آٹھواں اصول:

جنسی امور کی صراحت کرنا اور فحش کاموں سے دور رکھنا

ہم کہتے ہیں کہ بچہ کو سورۃ النور کی تعلیم دی جائے اور اسے یہ سورۃ حفظ کرائی جائے جو اس کے لیے جنسی اصلاح اور اخلاقی تربیت کو متضمن ہے، اور اسے فحش کاموں میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

غسل کے فرائض وسنن بتانے کے بعد اسے بے حیائی کے کاموں میں مبتلا ہونے پر سختی سے منع کیا جائے، اور اس بات کو خوب وضاحت سے ذکر کیا جائے اور یہ وعظ ونصیحت اس علاقہ کے اعتبار سے ہو جہاں بچہ رہتا ہے، آیا وہ مغرب اور امریکا جیسے آزاد ملک کا باسی ہے یا کسی اسلامی ملک کا رہنے والا ہے؟ نیز اس خاندان کے مطابق جس خاندان میں وہ بالغ ہوا ہے، آیا وہ خاندن اسلامی ہے یا آزاد خیال، اگر اس کا خاندان آزاد خیال ہو تو اس صورت میں بالغ بچہ کو یہ بتانا ضروری ہوگا کہ زنا کیا ہوتا ہے تاکہ وہ اس سے پرہیز کر سکے اور اس سے دور رہ سکے، اگر وہ کہے کہ اسے زنا کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے، اس کے کیا احکام ہیں؟ تو اس کے سامنے مندرجہ ذیل حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیجیے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک قریشی نوجوان، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے، (یہ سن کر) تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اسے زجر وتوبیخ

کرنے لگے اور کہنے لگے کہ باز آؤ باز آؤ..... آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے قریب کرو'' وہ کچھ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم یہ چیز (زنا) اپنی والدہ کے لیے پسند کرتے ہو''؟ اس نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، خدا کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دوسرے لوگ بھی یہ چیز اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو''؟ اس نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کردے، خدا کی قسم! میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی بہنوں کے لیے پسند کرتے ہو''؟ اس نے یہی جواب دیا کہ یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے، میں یہ پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ''کیا تم یہ چیز اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہو''؟ اس نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کردے، میں یہ پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اور لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''کیا تم یہ چیز اپنی خالہ کے لیے پسند کرتے ہو''؟ اس نے یہی کہا کہ یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے، میں یہ پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے'' (راوی) کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس نوجوان پر اپنا دست اقدس رکھا اور فرمایا کہ: ''اے اللہ! اس کا گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما''۔ (راوی کا) بیان ہے کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کسی چیز کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔

(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ٣٧٠)

اسی طرح اس بچہ کو زنا کی سزا اور اقامت حد کے بارے میں بتائیں:

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ

دونوں فرماتے ہیں کہ دو دیہاتی آدمی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ میرا یہ بیٹا اس کا اجیر (مزدود) تھا کہ اس نے اس کی عورت (بیوی) سے زنا کرلیا، میں نے اپنے بیٹے کے فدیہ میں اس کو سو بکریاں اور ایک باندی بھی دے دی، میں نے اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا ہے، اور اس عورت پر رجم کی سزا ہے، (یہ سن کر) رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے (حکم کے) مطابق فیصلہ کروں گا: وہ باندی اور بکریاں تجھے واپس کردی جاتی ہیں اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا ہوگی اور اے اُنیس (قبیلہ اسلم کا ایک شخص) اس عورت کو لے جاؤ اگر یہ اقرار کرلے تو اسے رجم کردو۔''

نواں اصول:

جلدی شادی کرنا

اس دورِ حاضر میں جلدی شادی کرانے کی جو برائیاں بھی بیان کی جائیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ اس کی خوبیاں اس پر فائق اور زیادہ ہیں، بالخصوص جب مالی طور پر اسے تحفظ بھی حاصل ہو، جیسے والدین کی معاونت ہو یا خود اس نوجوان کی کمائی موجود ہو، اس وقت امت مسلمہ جتنے نفسیاتی اور معاشرتی امراض و مسائل میں مبتلا ہے اس کا سبب شادی میں تاخیر کرنا ہے اور یہ اس کا طبعی نتیجہ ہے، ہم اس مسئلہ کی زیادہ چھان بین یا اس پر زیادہ بحث و مباحثہ کرنا نہیں چاہتے، ہمارے لیے تو بس اسلافِ امت کی زندگیاں نمونہ ہیں، اس لیے ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں جن کو امام و محدث عبدالرزاق (المتوفی ۲۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنف" میں باب نکاح الصغیرین کے تحت ج۶ ص۱۶۲ پر ذکر کیا ہے۔

[۱]: حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی اور نو سال کی عمر میں اپنے کھلونوں

سمیت رخصتی ہوئی اور وصالِ نبوی ﷺ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

۲: ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو ان کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ چھوٹی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ان کا مقصد انکار ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسے آپ کی طرف بھیج دیتا ہوں، پس اگر وہ راضی ہوئی تو وہ آپ کی بیوی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور اس کی پنڈلی سے کپڑا ہٹایا تو اس نے کہا کہ چھوڑو، اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی گردن پر زور سے مارتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روایت میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بیٹی سے نکاح کرنے کا سبب یوں بیان فرمایا: ''عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا وہ ایک بچی تھی جو دوسری بچیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ (نکاح کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کے پاس آئے تو دوستوں نے برکت کی دعا دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے کسی خواہش نفس کی وجہ سے نکاح نہیں کیا بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن تمام سبب ونسب ختم ہو جائیں گے بس میرا سبب اور نسب باقی رہے گا۔'' اس لیے میں نے چاہا کہ میرے اور اللہ کی نبی ﷺ کے درمیان سبب اور نسب قائم ہو جائے۔''

۳: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب والد حضرات چھوٹے بچوں کا نکاح کر دیں تو ان کا نکاح جائز ہوگا۔

(قال عبد الرزاق وبه نأخذ)

۴: ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جب باپ اپنے

دو چھوٹے بچوں کا نکاح کردے تو ان بچوں کو بڑے ہو کر (اس نکاح کو باقی رکھنے کا) اختیار ہوگا۔"

۵: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کا نکاح مصعب کی چھوٹی بیٹی سے کیا۔

۶: ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے چھوٹے بیٹے کا نکاح کیا، اس وقت اس کی عمر پانچ سال تھی اور اس کی چھ سال (ممکن ہے کہ درست اس طرح ہو کہ میرے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح پانچ سال کی عمر میں چھ سال کے بچہ سے کیا) پھر بیٹا فوت ہوگیا اور اس کی بیوی کو وراثت میں چار ہزار کے قریب دینار ملے۔

ایک فقہی سوال: بچی کی شادی کی عمر کی حد کیا ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شادی کی حد یہ ہے کہ لڑکی جماع کی طاقت رکھتی ہو اور یہ بات اختلافِ مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور اس کے لیے عمر کی قید اور حد نہیں ہے، اور یہی قول صحیح ہے، حدیث عائشہ میں بھی اس کی تحدید کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی نو سال سے پہلے اس کی طاقت کی عمر میں ممانعت موجود ہے اور نہ ہی اس میں اس عورت سے نکاح کی اجازت کا بیان ہے جو اس کی طاقت نہ رکھتی ہو اور وہ نو سال کی عمر میں بالغ ہو چکی تھیں۔" (بذل المجهود فی حل ابی داود ۱۰/۱۵٤)

خاتمہ:

بلوغ کی علامات

سنِ بلوغ اور سنِ تکلیف میں داخل ہونے کی دو علامتیں ہیں: (۱) احتلام (۲) زیرِ ناف بالوں کا نکل آنا۔

❶ احتلام.....: آیت کریمہ ہے:

﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ [النور: ۵۹]

''اور جب تم میں سے بچے بالغ ہو جائیں تو وہ بھی ان کی طرح اجازت لیا کریں جیسا کہ ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے ہیں۔''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد کیا ہے کہ

''احتلام کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور صبح سے شام تک چپ کا روزہ کوئی چیز نہیں۔''

❷ زیر ناف بال کا نکل آنا.....: حضرت عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''قریظہ کی جنگ کے موقع پر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو جن کے زیر ناف بال اُگ چکے تھے انہیں قتل کر دیا گیا اور جن کے ابھی نہیں اُگے تھے ان کو رہا کر دیا گیا، میں بھی ان میں شامل تھا جن کے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے، چنانچہ مجھے چھوڑ دیا گیا۔'' (رواہ الخمسة وصحّحه الترمذی)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''پس جو احتلام والا (بالغ) تھا یا جس کے زیر ناف بال اُگ چکے تھے اُنہیں قتل کیا گیا اور جن کے نہیں اُگے تھے انہیں چھوڑ دیا گیا۔'' (رواہ احمد والنسائی)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کر دو اور ان میں شرخ کو زندہ رہنے دو۔''

شرخ ان بچوں کو کہتے ہیں کہ جن کے زیر ناف بال نہ اُگے ہوئے ہوں۔

(رواہ الترمذی وصححه)

❸ بچہ جب پندرہ سال کا ہو جائے تو اس پر حدود قائم کی جائیں گی.....: جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخلافیات'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

خاتمہ:1

والدین سے نبی کریم ﷺ کا خطاب

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ خطاب والدین کی طرف متوجہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے چالیس احادیث کی شکل میں اس خطاب کو جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی تاکہ یہ احادیث مبارکہ ان کے لیے ذریعہ اصلاح بھی ثابت ہوں اور مشعل راہ بھی بن سکیں، اس سے قبل والدین کی جتنی ذمہ داریوں کا ذکر آیا ہے اس کا خلاصہ اور لب لباب اس خطاب میں آ گیا ہے، اور ان احادیث نبویہ میں والدین کی اصلاح و تربیت کے متعلق حضور نبی مکرم ﷺ کے اہتمام کا بیان ہے، تاکہ والدین اپنے بچوں کے لیے بہترین نمونہ بن سکیں۔ جیسا کہ والدین بچوں کی عمدہ تربیت کرتے ہیں تاکہ بچے قرآن و سنت اور اسلاف کی سیرت و کردار کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں اور بلند و فائق اور متوازن و معتدل عقلی اور نفسیاتی اصلاح و تہذیب کی جانب بڑھ سکیں۔

والدین کے لیے چہل حدیث

۱: شیخین رحمہما اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا: ''ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں ذمہ دار ہے اور آدمی اپنے گھر کے لوگوں کا نگران ہے، اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، اور خادم نگران ہے اپنے مالک کے مال کا اور اپنی رعایا کے بارے میں ذمہ دار ہے، اور ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔

۲: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں، جس طرح جانور صحیح و سالم بچہ جنتا ہے، کیا اس بچہ کو تم مقطوع الاعضاء دیکھتے ہو؟ اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [الروم: ۳۰]

''اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کی اتباع کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کردہ چیز میں تبدیلی نہیں ہوتی، یہی درست دین ہے۔''

۳: امام ترمذی رحمہ اللہ، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی انسان کا بچہ مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی جان قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا اس کے دل کا ٹکڑا قبض کر لیا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پھر کیا کہا میرے بندے نے؟ وہ کہتے ہیں: اس نے تیری تعریف بیان کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو، اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھ دو۔

۴: امام احمد رحمہ اللہ جید اسناد کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تو خود اپنی ذات کے لیے کھاتا ہے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنے بچوں کو کھلاتا ہے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو تو اپنی بیوی کو کھلاتا ہے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو تیرے خادم کھاتے ہیں پس وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔''

۵: صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، کیونکہ اس نے تمھیں پیدا کیا، عرض کیا کہ: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو، اس ڈر سے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے۔'' عرض کیا کہ: کہ پھر کون سا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔''

۶: امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیحین میں "باب من طلب الولد للجهاد" میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں سو یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا، وہ سب کی سب شہسوار (اولاد) پیدا کریں گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا: ان شاء اللہ کہہ دیں۔ انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ پھر ان میں سے کسی عورت کو حمل نہیں ہوا، سوائے ایک عورت کے وہ بھی ادھورا بچہ لائی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ سب کے سب شہسوار بن کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

۷: امام طبرانی رحمہ اللہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اولاد کی خواہش کو ترک نہ کرے، کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں ہوتی تو اس کا نام ونشان تک ختم ہوجاتا ہے۔

۸: امام احمد رحمہ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! نرمی کرو، پس جب اللہ تعالیٰ کسی اھل بیت

کے لیے نرمی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کی راہ نمائی بھلائی پر کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے: ''جب ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی اہل بیت کے لیے بھلائی کا تو ان میں نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔

۹: امام بزار رحمہ اللہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر درخت کا ایک پھل ہوتا ہے اور دل کا پھل اولاد ہے۔ جو شخص اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جنت میں رحم دل آدمی ہی داخل ہوگا۔'' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رحم تو ہم میں سے ہر ایک کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''رحم دلی یہ نہیں ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ہی ساتھی پر رحم کرے، بلکہ رحم دلی یہ ہے کہ تمام لوگوں پر رحم کرے۔''

۱۰: صحیحین میں ابومسعود عقبیٰ بن عمرو بدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے عرض کیا کہ میں فلاں آدمی کی وجہ سے جو ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے، صبح کی نماز سے لیٹ ہو جاتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے، اس سے پہلے اتنی غضب ناک حالت میں نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! تم میں بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں، جو تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے، اس کو مختصر نماز پڑھانی چاہیے، کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔

۱۱: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے، اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے دوسرے نفع اُٹھاتے ہوں یا نیک اولاد جو اس کے لیے دُعائے خیر کرتی ہو۔''

۱۲: امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ، معاویہ بن قرۃ کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس کے پاس اس کا بیٹا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: ''کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟'' اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ

آپؐ سے اسی طرح محبت کریں، جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس کے بعد اس شخص کو غیر حاضر پایا تو پوچھا: ''فلاں کے بیٹے کا کیا ہوا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ''یا رسول اللہ وہ فوت ہوگیا۔'' حضور ﷺ نے اس کے والد سے فرمایا: ''کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے کسی بھی دروازے پر پہنچو اور اس بچے کو وہاں اپنا منتظر پاؤ؟ اس آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ بات میرے لیے خاص ہے یا کہ ہم سب کے لیے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم سب کے لیے ہے۔''

[۱۳]: مسند ابی یعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مال و اولاد اور اہل عیال میں سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں اور وہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتا ہے تو موت کے سوا اس پر کوئی آفت نہیں آتی۔

[۱۴]: امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''الشعب'' میں حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہما نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے تو اس سے اُمّ الصبیان (مرض) دور کردیا جاتا ہے۔''

[۱۵]: صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کے ساتھ اس کی تحنیک کی۔ اور بخاری میں یہ اضافہ ہے کہ ''اور اس کے لیے برکت کی دُعا کی، پھر میرے حوالے کردیا۔''

[۱۶]: سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنے عقیقے کے ساتھ محبوس ہوتا ہے۔ ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اسی دن اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں۔''

[۱۷]: حاکمؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو۔''

۱۸: طبرانی رحمہ اللہ اور ابن نجار رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے نبیؐ کی محبت، آل بیت کی محبت اور قرآن کی تلاوت۔ کیونکہ حاملین قرآن اس دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوں گے، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اور وہ انبیاء اور اصفیاء کے ساتھ ہوں گے۔''

۱۹: حاکم اور ابو داؤد رحمہما اللہ نے ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جب وہ سات سال کے ہوں اور دس سال کے ہونے پر ان کو مارو اور ان کے بستر الگ کرو۔''

۲۰: ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کیا جائے اور نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال دُور کیے جائیں، پھر جب چھ سال کا ہوجائے، اس کو ادب سکھایا جائے، جب نو سال کا ہوجائے تو اس کا بستر الگ کردیا جائے، جب تیرہ سال کا ہوجائے تو نماز روزے پر اس کی سرزنش کی جائے اور جب سولہ سال کا ہوجائے تو اس کا باپ اس کی شادی کردے، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے یہ کہے: ''میں نے تجھے ادب سکھادیا اور تعلیم دے دی اور تیرا نکاح کردیا، اب میں دنیا کے فتنے اور آخرت کے عذاب سے تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

۲۱: شیخین رحمہما اللہ نے ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کی صبح انصار کی بستیوں کی طرف یہ پیغام بھیجا: ''جس نے روزے کی حالت میں صبح کی ہو، اس کو روزہ پورا کرنا چاہیے۔ اور جس نے افطار کی حالت میں صبح کی ہو اس کو بقیہ دن روزہ رکھنا چاہیے۔'' (راویہ کہتی ہیں کہ) ہم اس کے بعد عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے اور ہم مسجد میں جاتی تھیں اور بچوں کے لیے اُون کے کھلونے بناتی تھیں۔ جب کوئی بچہ

کھانے کی وجہ سے روتا ہم اس کو کھانا دے دیتے۔ حتیٰ کہ یہ افطار کے وقت ہوتا۔

[۲۲]: مسلم، مالک، ابو داؤد اور نسائی رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رَوحاء مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قافلہ والوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا رسول ہوں۔ پھر ایک عورت نے ایک بچہ اُٹھا کر پوچھا کیا اس کے لیے بھی حج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور اجر تیرے لیے ہے۔''

[۲۳]: ابو داؤد رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت اپنے ساتھ ایک بچی لیے حاضر خدمت ہوئی، اس بچی کے ہاتھ میں موٹے سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلہ میں آگ کے دو کنگن تجھے پہنائے، اس عورت نے سن کر وہ کنگن اُتار دیئے اور آپؐ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا یہ دونوں اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہیں۔

[۲۴]: شیخین، امام مالک، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمہم اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں ایک صاع کھجور میں سے یا ایک صاع جَو میں سے مقرر کیا ہے جو ہر غلام آزاد چھوٹے بڑے پر لازم ہے۔

[۲۵]: امام نسائی رحمہ اللہ نے جعفر بن سلیمان رحمہ اللہ کے حوالہ سے حضرت ثابت رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ملاقات کے لیے جاتے تھے، پھر ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر دست اقدس پھیرتے اور ان کے لیے دُعائے خیر کرتے تھے۔

[۲۶]: امام ترمذی رحمہ اللہ نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع

صدقہ و خیرات کرے۔

۲۷: ابن ماجہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اپنی اولاد کا اکرام کرو، ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔''

۲۸: امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے بڑے کا احترام اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری اُمت میں سے نہیں ہے۔''

۲۹: امام احمد رحمہ اللہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص بچے سے کہے کہ ادھر آؤ میں تمھیں کچھ دوں، پھر اُسے کچھ نہ دے تو یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔''

۳۰: شیخین رحمہما اللہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابسؓ کہنے لگے کہ میرے تو دس بچے ہیں میں نے تو کسی کو کبھی بوسہ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''

۳۱: دیلمی اور عساکر رحمہما اللہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے سینے پر ایک بچہ یا بچی بیٹھی کھیل رہی ہے۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین اسے ہٹایئے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کا بچہ ہو، اُس کو چاہیے کہ اس کی خاطر بچوں والی حرکت کرے۔''

۳۲: بخاری رحمہ اللہ نے سہل بن سعدؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کرکے دونوں کو کشادہ کیا۔''

۳۳: ترمذیؒ نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے دادا سے روایت نقل کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''خبردار! جو شخص مالدار یتیم کا ولی وارث ہو اُسے

چاہیے کہ اس مال کو تجارت میں لگائے، یونہی اس کو چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ اس کو کھالے۔

۳۴: ابوداؤدؒ اور ابویعلیٰ، عوف بن مالکؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اور وہ عورت جو اپنے شوہر سے بیوہ ہوجائے اور پھر اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں لگی رہی۔ دونوں جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔'' ابوداؤد میں اضافہ ہے کہ ''حسن و جمال اور عہدہ منصب والی عورت جس نے اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے آپ کو روکے رکھا، حتیٰ کہ وہ بڑے ہوگئے یا فوت ہوگئے۔''

۳۵: ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں ہوں، پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے، اس کے لیے جنت ہے۔''

ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرے اور ان کو اچھا ادب سکھائے، اس کے لیے جنت ہے۔''

۳۶: ابوداؤدؒ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس شخص کی بیٹی ہو پھر وہ نہ اس کو زندہ درگور کرے، نہ اُس کی اہانت کرے اور نہ ہی اس پر مذکر اولاد کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

۳۷: بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

۳۸: حاکمؒ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم دوسروں کی عورتوں سے پاکدامنی اختیار کرو، تمہاری عورتیں پاکدامن ہوجائیں گی۔'' اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی، اور جس کے پاس اس کا بھائی معذرت خواہی کے لیے آئے تو اُسے چاہیے کہ اس کی معذرت قبول

کرے، خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو میرے حوض پر نہ آئے۔

۳۹: ابن عساکرؒ، واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عثمان بن مظعونؓ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہے کہ جسے وہ چوم رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے کہا کہ اے عثمان! کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں تیری محبت میں اضافہ نہ کردوں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپ نے فرمایا: جو شخص اپنی اولاد میں سے چھوٹے بچے کے دل کو خوش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خوش ہوجائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے خوش کرے گا، یہاں تک کہ وہ خوش ہوجائے گا۔

۴۰: امام احمد، ابن ماجہ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت فرمائی:

① اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا، خواہ تجھے قتل کردیا جائے اور جلادیا جائے۔

② اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا، اگرچہ وہ تمھیں حکم دیں کہ تم اہل وعیال اور مال و دولت سے دست بردار ہوجاؤ۔

③ فرض نماز جان بوجھ کر ہرگز نہ چھوڑنا، کیونکہ جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑتا ہے وہ اللہ کے عہد وامان سے نکل جاتا ہے۔

④ شراب ہرگز نہ پینا، کیونکہ یہ ہر بُرائی کی جڑ ہے۔

⑤ معصیت سے احتراز کرنا، کیونکہ معصیت کی وجہ سے خدا کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔

⑥ میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنے سے احتراز کرنا خواہ تمام لوگ ہلاک ہوجائیں۔

⑦ جب لوگ اموات میں مبتلا ہوں اور تم ان میں موجود ہو تو تم ثابت قدم رہنا۔

⑧ اپنے اہل وعیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔

⑨ اولاد کو ادب سکھانے کی خاطر ان کے سروں سے اپنی لاٹھی نہ ہٹانا۔

⑩ اولاد کو اللہ کے معاملے میں ڈراتے رہنا۔

خاتمہ:2

بچوں سے نبی کریم ﷺ کا خطاب

احادیث نبویہ کا یہ ایک مجموعہ ہے۔ جسے میں نے اس لیے جمع اور مرتب کیا ہے، تاکہ مسلمان بچے اس مجموعے کو ذہن نشین کرلیں۔ یہ مجموعہ ان کے لیے ہدایت و رہنمائی اور درست طرزِ عمل کے سلسلے میں مشعل راہ ثابت ہوگا اور اس سے بچے تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے فیضانِ نبوت سے مستفید ہوں گے۔ نیز احادیث مبارکہ کا یہ مجموعہ (ان شاء اللہ تعالیٰ) والدین اور مربیین کے لیے مدد اور معاون ثابت ہوگا۔

بچوں کے لیے چہل حدیث

[۱]: امام طبرانی اور ابن النجار رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو تین چیزوں کا ادب سکھاؤ، اپنے نبیؐ کی محبت، آل بیت کی محبت اور تلاوتِ قرآن، کیونکہ حاملین قرآن اس دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کے نبیوں اور برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ۔''

[۲]: امام احمد اور شیخین رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' اس آدمی نے کہا کہ اور تو کچھ نہیں البتہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ((انت مع من احببت .)) ..... ''یعنی تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے تھے۔''

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا ہم بھی اسی طرح ہوں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں آپؐ کی اس بات پر کہ ((انت مع من احببت .)) اتنی خوشی ہوئی کہ کسی اور چیز پر اتنی خوشی نہیں ہوئی، کیونکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ ان سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا۔''

[۳]: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا برتن رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ''یہ کس نے رکھا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو فرمایا: ((اللّٰھم فقھّه فی الدین .)) ..... ''اے اللہ! اسے دینی فقاہت عطا فرما۔''

۴: امام ترمذی رحمہ اللہ نے ربیعہ بن شیبان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کیا یاد کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ان احادیث میں سے ایک حدیث یہ یاد کی ہے کہ: ''جو چیز تردد اور شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو، جو تمھیں تردد اور شبہ میں نہ ڈالے، کیونکہ سچائی میں اطمینان اور جھوٹ میں تردد اور شبہ ہوتا ہے۔

۵: امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں عہد رسالتؐ میں ایک لڑکا تھا، پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کیا کرتا تھا، مجھے بیان کرنے سے بس یہ چیز مانع ہوتی کہ وہاں مجھ سے بڑی عمر کے لوگ موجود ہوتے۔''

۶: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداود رحمہم اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک درزی لڑکے کے پاس گئے، اس لڑکے نے ثرید کا پیالہ پیش کیا اور اس میں کدو پڑے تھے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لینے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پس میں بھی کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپؐ کے سامنے رکھنے لگا، (راوی) کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں بھی ہمیشہ کدو کو پسند کرنے لگا۔''

۷: امام ترمذی رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا، تو آپؐ نے فرمایا کہ: ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں، تم اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ (کے حقوق) کی محافظت رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرو، اور جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو اور یاد رکھو کہ اگر ساری مخلوق تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے، تو تجھے صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر تجھے کچھ بھی نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اُٹھا لیے

گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: ''تم اللہ (کے حقوق) کی محافظت رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، تم خوشحالی میں اللہ کے احسان شناس بنو، وہ بدحالی میں تجھے پہچانے گا۔ اور خوب جان رکھو کہ صبر کے ساتھ نصرت اور مدد اور کرب و پریشانی کے ساتھ ہی کشادہ حالی اور سختی کے ساتھ آسانی رکھی گئی ہے اور جان لو کہ جو چیز تمھیں نہ مل سکی وہ حقیقت میں تجھے حاصل نہیں ہونا تھی اور جو چیز تمھیں حاصل ہوئی ہے وہ دراصل تجھ سے چوکنی نہیں تھی۔

۸: امام مسلم اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبیلۂ اسلم کا ایک نوجوان (آیا اور) اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں مگر میرے پاس جہاد کا سامان نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''فلاں کے پاس جاؤ، اس نے سامانِ جہاد تیار کیا تھا مگر بیمار ہو گیا۔'' پس وہ نوجوان اس کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو سامانِ جہاد تم نے تیار کیا ہے، وہ مجھے دے دو۔ اس آدمی نے (گھر میں) آواز دی کہ اے فلاں عورت! اسے وہ سامانِ جہاد دے دو جو میں نے تیار کیا تھا اور اس میں سے کچھ مت روکنا، پس خدا کی قسم! تم کوئی چیز نہیں روکو گی تو ہمارے مال میں برکت دی جائے گی۔''

۹: امام طبرانی رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص عبادت میں پروان چڑھتا ہے، حتیٰ کہ اسے موت آ جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ننانوے صدیقین کا اجر عطا کرتے ہیں۔''

۱۰: امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے، جسے میں وتر کی نماز میں پڑھا کروں، (وہ کلمات یہ ہیں): ((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ

وَّالَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ.))

[۱۱]: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹا! نماز میں ادھر اُدھر نہ دیکھا کرو، کیونکہ نماز میں ادھر اُدھر متوجہ ہونا باعث ہلاکت ہے۔ اگر ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو نفل نماز میں کرلو، فرض نماز میں نہ کرو۔''

[۱۲]: امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو، جب وہ سات سال کے ہوں اور دس سال کے ہو جائیں تو نماز کے معاملہ میں ان کی سرزنش کرو اور ان کے بستر الگ کردو۔''

[۱۳]: ابن السنیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک لڑکا، حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ساتھ چلے، پھر فرمایا کہ: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا توشہ دے اور تجھے خیر کے کاموں میں لگائے اور تیرے غم دور کرے۔'' پھر جب وہ لڑکا، آنحضورؐ کے پاس (حج کرکے) واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول کرے، تیرے گناہ معاف فرمائے اور تجھے اپنے نفقہ (خرچ) کا بدل عطا کرے۔''

[۱۴]: امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ، ثابت البنانی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، جب خدمت سے فارغ ہوا تو میں نے (دل میں) کہا: رسول اللہ ﷺ قیلولہ فرمائیں اور میں بچوں کے پاس جاؤں، جو کھیل رہے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے کسی کام پر بھیج دیا، میں اس کام کے سلسلہ میں گیا اور رسول اللہ ﷺ ایک سایہ میں بیٹھ گئے، حتیٰ کہ میں واپس آ گیا، میں اپنی والدہ کے پاس جس وقت آیا کرتا تھا، اس وقت پر نہ آسکا، جب میں والدہ کے پاس آیا تو انھوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی کام کے سلسلہ میں مجھے بھیجا تھا۔ والدہ نے

پوچھا کہ وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا کہ وہ آپ کا ایک راز ہے۔ والدہ نے کہا کہ پس تم رسول اللہ ﷺ کے راز کی حفاظت کرو۔ ثابت البنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میں وہ راز لوگوں میں سے کسی کو بتاتا یا اسے بتانا شروع کرتا تو اے ثابت! تجھے بھی ضرور بتا دیتا۔

۱۵: امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمہم اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کھجور سے ایک صاع یا جَو سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے، جو ہر آزاد، غلام چھوٹے بڑے پر لازم ہے۔''

۱۶: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیٹا! جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو (اپنے گھر والوں کو) سلام کرو کہ اس سے تم پر بھی اور تمہارے گھر کے افراد پر بھی برکت ہوگی۔''

۱۷: امام مسلم اور ابن خزیمہؒ (۱۴۴/۳) حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ: ''میں نے سورۂ ق، رسول اللہ ﷺ سے سُن سُن کر یاد کی، آپ ﷺ یہ سورت ہر جمعہ میں پڑھتے تھے۔''

۱۸: امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ (ایک دفعہ) بیمار ہوگیا، آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے، پھر اس سے فرمایا کہ ''مسلمان ہو جاؤ'' وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے پاس ہی بیٹھا تھا، باپ نے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ کی اطاعت کرو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا، پھر نبی مکرم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ اللہ کا شکر ہے، جس نے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات دے دی۔''

۱۹: ابویعلیٰ اور طبرانی رحمہما اللہ، عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ غلاموں کی بیع کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کے سودے میں برکت عطا فرما یا فرمایا کہ اس کے معاملہ میں برکت دے۔''

[۲۰]: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، میرا ایک بھائی، ابوعمیر اس کا نام تھا۔ آپ ﷺ جب ہمارے ہاں تشریف لاتے تو فرماتے: ''اے ابوعمیر! تمہاری نُغیر کا کیا ہوا؟'' وہ اس نُغیر (چڑیا) سے کھیلا کرتا تھا اور بسا اوقات آپؐ ہمارے گھر میں ہوتے اور نماز کا وقت ہوجاتا تو جس چٹائی پر بیٹھے ہوتے، اسے صاف کرنے کا حکم دیتے، پھر پھونک مارتے (مٹی اور گرد وغبار کو)، پھر نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوجاتے، پس آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے۔''

[۲۱]: امام ترمذی رحمہ اللہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''والد اپنی اولاد کو حسن ادب سے زیادہ افضل اور بہتر تحفہ نہیں دے سکتا۔''

[۲۲]: ابن السنیؒ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، آپ ﷺ نے لڑکے سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرے والد ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے آگے نہ چلو اور نہ ہی انھیں برا بھلا کہنے کا سبب بنو اور نہ ان سے پہلے بیٹھو اور نہ ان کو ان کے نام کے ساتھ پکارو۔''

[۲۳]: طبرانی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب والد اپنے بیٹے کو دیکھ کر خوش ہو تو بیٹے کو ایک جان آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ کسی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ تین سو ساٹھ بار دیکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ.''

[۲۴]: امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑے کا احترام نہ

کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے۔''

[۲۵]: امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کیا تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس فعل کو ترک کردے، اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔''

[۲۶]: امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ نے عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دروازے پر اجازت لینے آتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں جانب یا بائیں جانب ہوجاتے، پھر اگر اجازت دی جاتی تو ٹھیک، ورنہ واپس چلے آتے۔''

[۲۷]: امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر پرورش ایک (چھوٹا) لڑکا تھا، میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، پھر اس کے بعد میرے کھانے کا انداز ہمیشہ یہی رہا۔''

[۲۸]: امام احمد رحمہ اللہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بچے سے کہے کہ ادھر آؤ، تجھے کچھ دوں، پھر اسے نہ دے تو ایک جھوٹ (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھ دیا جاتا ہے۔''

[۲۹]: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''بیٹا! اگر تم صبح اور شام اس حال میں گزار سکو کہ تمہارے دل میں کسی کے لیے بھی کینہ نہ ہو تو ایسا (ضرور) کرو، پھر فرمایا: ''بیٹا! اور یہ بات میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا، اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

[۳۰]: امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام احمد رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے، خدا گواہ ہے کہ (اس عرصہ دراز میں) آپ ﷺ نے مجھے اُف تک نہیں کہا اور نہ ہی کسی چیز کے متعلق فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا؟

مسلم کی روایت میں اضافہ ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، آپ ﷺ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جاؤں گا، لیکن میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں اللہ کے نبی ﷺ کے حکم کردہ کام کے لیے جاؤں گا، پس میں نکلا، یہاں تک کہ بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ میرے پیچھے ہی آ رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے، پھر فرمایا: ''اے اُنیس! جہاں میں نے تجھے جانے کا حکم دیا تھا، وہاں گئے تھے؟'' میں نے کہا کہ ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میں جاتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ یا میں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟''

احمد کی روایت میں اس پر اضافہ ہے کہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے، آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میں نے اس میں سستی کر دی ہو یا اس کام کو ضائع کر دیا ہو اور آپ ﷺ نے مجھے ملامت کی ہو، (ایسا کبھی نہیں ہوا)، اگر آپؐ کے اہل بیت میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو آپ ﷺ فرماتے، اسے چھوڑ دو، اگر مقدر میں ہوتا تو ضرور ہو جاتا۔''

[۳۱]: امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام بخاری "الادب المفرد" میں اور ابن حبان رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کی خوب پرورش کرے اور ان کے معاملہ میں صبر سے کام لے اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

۳۲: امام مسلم رحمہ اللہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب پہلا پھل لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ''اے اللہ! ہمارے شہر میں، ہمارے پھلوں میں اور ہمارے مُد اور ہمارے صاع میں برکت عطا فرما، برکت پر برکت، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پھل حاضرین میں سے سب سے چھوٹے بچہ کو دے دیتے۔''

۳۳: امام بخاری رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم بچہ کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کو کشادہ کیا۔

۳۴: امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

۳۵: ابو یعلیٰ اور ابن عساکر رحمہما اللہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ: ''مدینہ تشریف آوری کے وقت مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا، لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بنونجار کا لڑکا ہے، جو قرآن آپؐ پر نازل ہوا ہے اس میں سے سترہ سورتیں اس نے پڑھ لی ہیں۔ پھر میں (زید) نے وہ سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت پسند فرمایا، پھر فرمایا: ''اے زید! تم میرے لیے یہودیوں کی کتاب (خط) سیکھ لو، کیونکہ خدا کی قسم! یہودی لوگ میرے خط کو نہیں مانتے۔ پس میں نے اسے سیکھ لیا، نصف ماہ نہ گزرا تھا کہ میں نے اس میں (عبرانی زبان سیکھنے میں) مہارت حاصل کرلی، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لکھتے اور جب (جواب میں) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھتے تو میں ان کے خطوط پڑھتا تھا۔'' نیز ابن ابی داؤد رحمہ اللہ، حضرت

زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تم سریانی زبان اچھی طرح سے جانتے ہو، کیونکہ (اس زبان میں) کچھ خطوط میرے پاس آتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ راوی نے کہا کہ انھوں نے سریانی زبان سیکھ لی، انھوں نے سترہ دن میں زبان سیکھی۔

[۳۶]: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں دیا کرتے تھے اور یہ دُعا پڑھتے تھے: ((أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.)) اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تمھارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان ہی کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحٰق علیہما السلام کو اللہ کی حفظ و امان میں دیا کرتے تھے۔

[۳۷]: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت عباس کے بچوں، عبداللہ، عبید اللہ اور کثیر رضی اللہ عنہم کی صف بندی فرماتے، پھر فرماتے کہ: ''جو پہلے میرے پاس دوڑ کر پہنچے گا اسے اتنا انعام ملے گا۔'' چنانچہ وہ بچے دوڑتے، لپکتے آپ ﷺ کے پاس پہنچتے اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک اور پشت مبارک پر آ گرتے۔ آپ ﷺ انھیں چومتے اور سینے سے لگاتے۔

[۳۸]: امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ ﷺ سے فتویٰ لینے آئی تو فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کی طرف دیکھنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔''

[۳۹]: امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک قریشی نوجوان حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے، لوگ (اس کی بات سن کر) اس کی طرف لپکے اور اسے زجر و تنبیہ

کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ٹھہرو، ذرا ٹھہرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے قریب کرو۔'' چنانچہ وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا کہ خدا کی قسم! نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر قربان کردے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اس کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا کہ خدا کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ: ''کیا تم یہ چیز اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا کہ خدا کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے اسے ناپسند کرتے ہیں۔'' پھر آپؐ نے پوچھا کہ: ''کیا یہ چیز تم اپنی خالہ کے لیے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم! نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے اسے ناپسند کرتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ: ''اے اللہ! اس کا گناہ معاف کردے، اس کا دل پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ۔'' راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نوجوان کا کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہوا۔

[۴۰]: طبرانی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اپنے والد کا فرماں بردار نہیں جو غضب آلود نگاہ سے اسے دیکھتا ہے۔''

دُعائیں

❁ ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بعزته وجلاله تتم الصالحات .))

[رواه الحاكم وصححه

❁ ((يارب لك الحمد كما ينبغى لجلال وجهك ولعظيم سلطانك .))

[رواه احمد وابن ماجة]

❁ ((اللّهم اغفرلنا وارحمنا وارض عنا وتقبّل منا وادخلنا الجنّة ونجّنا من النار واصلح لنا شأننا كله .))[رواه ابوداود۔ وابن ماجة]

❁ ((اللّٰهم احسن عاقبتنا فى الامور كلها واجرنا من خزى الدنيا وعذاب الأخرة .)) [رواه ابن حبان وصححه]

❁ ((اللّٰهم يامن اظهر الجميل وستر القبيح يامن لا يؤاخذ بالجريرة ولا يهتك السِّتر يا عظيم العفو يا حسن التجاوز يا واسع المغفرة يا باسط اليدين بالرحمة يا صاحب كل نجوىٰ يامنتهى كل شكوىٰ يا كريم الصفح يا عظيم المنّ يا مبتدئ النِّعَم قبل استحقاقها يا ربنا وياسيّدنا ويامولانا وياغاية رغبتنا اسألك يا اللّٰه الا تَشْوِیَ خلقى بالنار .))

[رواه الحاكم فى المستدرك وصحّه]

❁ ((اللّٰهم انى اسألك الثبات فى الامر واسألك عزيمة الرشد واسألك شكر نعمتك وحسن عبادتك واسألك لسانا صادقًا وقلبًا سليمًا واعوذبك من شرما تعلم واسألك من خير ما تعلم واستغفرك مما تعلم انك انت علام الغيوب .)) [رواه الترمذي۔ وابن حبان]

- ((اللّٰهم زدنا ولا تنقصنا واكرمنا ولا تهنّا واعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارضَ عنّا .))

[رواه الترمذي والحاكم وصححه]

- ((اللّٰهم اعنّا على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك .))

[رواه الحاكم وصححّه]

- ((اللّٰهم اجعلنى صبورًا واجعلنى شكورًا واجعلنى فى عينى صغيراً وفى اعين الناس كبيراً .)) [رواه البزّار باسنادٍ حسنٍ]

- ((اللّٰهم انّي اسألك علمًا نافعًا واعوذبك من علم لا ينفع .))

[رواه ابن حبان وصححّه]

- ((ربّ اعنّى ولا تُعِنْ عَلىّ وانصرنى ولا تنصر علىّ، وامْكُرْلِىْ وَلا تمكر علىّ واهدنى ويسّر الهدىٰ لى، وانصرنى على من بغىٰ علىّ، ربّ اجعلنى لك ذكّارًا، لك شكّارًا، لك رهّابًا، لك مطواعًا، لك مُخبتًا، اليك اوّاها منيبًا، ربّ تقبّل توبتى واغسل حَوْبَتِىْ واجب دعوتى وثبّت حُجّتى، وسدّد لسانى واهد قلبى واسلل سخيمة صدرى .)) [رواه ابوداود والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن حبان]

- ((اللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطئ وعمدى .)) [رواه الطبرانى فى الاوسط]

- ((اللّٰهم اصلح لى دينى الذى هو عصمة امرى واصلح لى دنياى التى فيها معاشى واصلح لى آخرتى التى اليها معادى واجعل الحياة زيادةً لِّىْ فى كل خير واجعل الموت راحةً لى من كل شرّ .))

[رواه مسلم]

- ((اللّٰهم انّى اعوذبك من منكرات الاخلاق والاعمال والاهواء .))

[رواه الترمذي وابن حبان]

اور سنن ترمذی میں " والادواء " کا بھی اضافہ ہے۔

(وقال حديث حسن صحيح غريب)

- ((اللّٰهم انى اعوذبك من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا يسمع ونفس لا تشبع .))

[رواه الحاكم فى المستدرك باسناد صحيح وابن ابى شيبة فى مصنّفه]

- ((اللّٰهم انّى اعوذبك من شرما عملت ومن شر ما لم اعمل .))

[رواه مسلم وابو داود والنسائى]

- ((اللّٰهم انى اعوذبك من القسوة والغفلة والقيلة والذلّة والمسكنة واعوذبك من الفقر والكفر والفسوق والشقاق والسمعة والرياء واعوذبك من الصمم والبكم والجنون والجذام وسيئ الا سقام .))

[رواه ابن حبان والطبرانى]

- ((اللّٰهم صلّ على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم فى العالمين انك حميد مجيد .)) [رواه مسلم]

كتبه

الراجى رحمة ربه

محمد نور بن عبدالحفيظ سويد

غفر اللّٰه له ولوالديه وللمسلمين

مراجع ومصادر

نام کتاب		نام مصنف
التفسیر الکبیر		امام فخر الدین رازیؒ
تفسیر القرطبی		امام قرطبیؒ
تفسیر ابن کثیر		حافظ ابن کثیرؒ
فی ظلال القرآن		شہید سیّد قطبؒ
تفسیر سورۃ النور		ابوالاعلیٰ مودودیؒ
جامع الاصول		ابن الاثیرؒ
مسند الامام احمد		امام احمدؒ
مجمع الزوائد		حافظ ہیثمیؒ
البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث		ابن حمزہؒ
کنز العمال		علی المتقی الہندیؒ
حیاۃ الصحابۃ		شیخ یوسف الکاندھلویؒ
شرح مسند ابی حنیفۃ		علامہ علی القاریؒ
ریاض الصالحین		امام نوویؒ
عقود الجواہر المنیفۃ		امام مرتضیٰ الزبیدی
الاذکار		امام نوویؒ
بذل المجہود فی حل سنن ابی داود		شیخ خلیل احمد السہارنفوریؒ
الترغیب والترہیب		امام المنذری
المصنّف		امام عبدالرزاقؒ
فتح الباری فی شرح صحیح البخاری		حافظ ابن حجر العسقلانیؒ
عمل الیوم واللیلۃ		ابن السّنیؒ
المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ		ابن تیمیہ الجدؒ
حسن الاسوۃ		القنوجی البخاریؒ
سیّدنا محمد ﷺ		شیخ عبداللہ سراج الدین
الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ		قاضی عیاضؒ
شرح صحیح مسلم		امام نوویؒ
الادب المفرد		امام بخاریؒ
ادب الاملاء والاستملاء		امام سمعانیؒ
جامع بیان العلم وفضلہ		امام ابن عبدالبرؒ

فیض القدیر	علامہ المناویؒ
الزھد والرقائق	امام عبداللہ بن مبارکؒ
الکلم الطیب	علامہ ابن تیمیہؒ
اقتضاء الصراط المستقیم	علامہ ابن تیمیہؒ
المنھل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف	شیخ محمد بن علوی المالکیؒ
صحیح الجامع	شیخ محمد بن نوح نجاتیؒ
ضعیف الجامع	ناصر الدین الالبانیؒ
الکفایۃ فی علم الروایۃ	علامہ خطیب البغدادیؒ
الرحلۃ فی طلب الحدیث	علامہ خطیب البغدادیؒ
اصول الحدیث	ڈاکٹر عجاج الخطیبؒ
طبقات الحفاظ	امام السیوطیؒ
الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان المذھب	ابن فرحون تحقیق ڈاکٹر محمد
الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع	خطیب البغدادیؒ
القوانین الفقھیۃ	ابن جزیؒ الکلبیؒ
احکام المولود	ابن قیم الجوزیۃؒ
حاشیۃ ابن عابدین	ابن عابدینؒ
حجۃ اللّٰہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ الدھلویؒ
فتح باب العنایۃ	شیخ عبدالفتاح ابو غدّہؒ
الزواجر عن اقتراف الکبائر	ابن حجر الھیثمیؒ
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	امام کاسانیؒ
النھایۃ فی تفسیر غریب الحدیث	علامہ مجد الدین ابن الاثیرؒ
المعجم الوسیط	مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ
تربیۃ الاولاد فی الاسلام	عبداللہ علوانؒ
التربیۃ فی الاسلام	تحقیق ڈاکٹر احمد الاھوانیؒ
تاریخ التربیۃ الاسلامیۃ	د۔ احمد شلبیؒ
الاحیاء فی علوم الدین	امام الغزالیؒ
منھج التربیۃ الاسلامیۃ	استاذ محمد قطبؒ
تجربۃ التربیۃ الاسلامیۃ	د۔ سعید رمضان البوطیؒ
انجح الوسائل فی تربیۃ النشء تربیۃ اسلامیۃ خالصۃ	امام حسن البناءؒ
اصول التربیۃ	
الاسلامیۃ واسالیبھا	عبدالرحمن النحلاویؒ
السعادۃ العظمیٰ	شیخ محمد خضر حسینؒ
دراسات فی الشریعۃ الاسلامیۃ	شیخ محمد خضر حسینؒ

الهداية الاسلامية	شیخ محمد خضر حسینؒ
المرأة المسلمة	شیخ سلیمان الغاوجیؒ
تاريخ ادب العرب	ادیب مصطفی صادق الرافعیؒ
صفحات من صبر العلماء	شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ
رسالة المسترشدين	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ
الروض الأنف	امام سہیلیؒ
محمدٌ رسول الله (ﷺ)	محمد رضا
الطريق إلى المدينة	مفکر اسلام ابوالحسن علی الندویؒ
الرسالة القشيرية	امام القشیریؒ
النوادر السلطانية(سيرة صلاح الدين)	توأم الدین ابوالفتح علی بن محمد المعروف به البنداریؒ
تلاوة القرآن المجيد	شیخ عبداللہ سراج الدین
مقدمة ابن خلدون	ابن خلدونؒ
المستطرف من كل فن مستظرف	شہاب الدین الابشیہیؒ
رجال الفكر والدعوة	مفکر اسلام ابوالحسن الندویؒ
مؤتمر بحوث رسالة المسجد	رابطة العالم الاسلامی مکة المکرمة
تنبيه المغترين	امام الشعرانیؒ
بر الوالدين	شیخ الحناویؒ
نبی الهدى والرحمة	شیخ محمد عبدالسلام
تحقيق القضية في الفرق بين الرشوة والهدية	شیخ عبدالغنی النابلسیؒ
الاعتقاد على مذهب اهل السنة والجماعة	حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ
انباء نجباء الابناء	ابن ظفر المغربی المکیؒ
سلسلة الاحاديث الصحيحة	امام البانیؒ
المستدرك على الصحيحين	حاکم النیساپوریؒ
فهارس المستدرك	محمد سعید بسیونیؒ
صحيح ابن خزيمة	ابن خزیمہؒ
الاصابة في تمييز الصحابة	ابن حجر عسقلانیؒ
سنن الدار قطني	تحقیق عبداللہ ہاشم
فهارس سنن الدار قطني	عظیم آبادی
مسند ابی یعلیٰ الموصلی	تحقیق حسین اسد
نصيحة الملوك	ابو الحسن الماوردیؒ
العلماء العذاب	شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ
تيسير الوصول	ابن الدیبع
عدة الحصن الحصين	امام ابن الجزری الدمشقیؒ

عمل اليوم والليلة	امام النسائیؒ
ديوان "امّی"	شاعر بهاء الدين الاميری
غمز عيون البصائر شرح اشباه النظائر	ابن نجيم شرح الحمویؒ
سنن سعيد بن منصور	تحقيق حبيب الرحمن الاعظمیؒ
كتاب العيال	حافظ ابن ابی الدنياؒ
التراتيب الادارية	امام كتانیؒ
المحتاج فی شرح المنهاج شرح الخطيب	
الشربينی علی المنهاج	امام نوویؒ
الجامع فی السيرة النبوية	استاذه سميره زاهد
سبل الهدی والرشاد فی سيرة خير العباد	امام محمد بن يوسف الصالحیؒ
صحيح السيرة النبوية	ابراهيم العلیؒ
نسيم الرياض فی شرح الشفاء	قاضی عياض شهاب الدين الخفاجیؒ
رسالة ابی حنيفة الیٰ عثمان البتی لامع الدراری علی جامع البخاری	تحقيق محمد زاهد كوثریؒ
المهذب (فی الفقه الشافعی)	امام الشيرازیؒ
حجة الله علی العالمين فی معجزات سيّد المرسلين	
شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية	شيخ يوسف النبهانیؒ
كتاب فضائل القرآن	ضبط و تصحيح۔ محمد عبدالعزيز الخالدیؒ
برنامج صحيح البخاریؒ	ابو عبيد القاسم بن سلام الهرویؒ
برنامج الحديث الشريف	شركة صخر العالمية
عودة الحجاب	شركة صخر العالمية
كتاب المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم	امام حافظ ابو العباس القرطبیؒ

Dar-ul-Qalam

Rehman Plaza, Ahata Shahdarrian,
Urdu Bazar, Lahore
93-A, Block Awan Town, Multan Road,
Lahore. Cell: 0333-4248644

دارالقلم

رحمان پلازہ احاطہ شاہدریاں، اردو بازار لاہور
93- علی بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔
موبائل 0333-4248644